ملکی و بین الاقوامی حالات اور سلگتے موضوعات پر ادارتی شذرات کا مجموعہ

تالیف

حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید
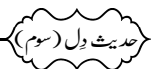
(ملکی و بین الاقوامی حالات اور سلگتے موضوعات پر ادارتی شذرات کا مجموعہ)

(جلد سوم)

مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ

ناشر: مکتبہ لدھیانوی، کراچی

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: حدیث دِل (جلد سوم)
مصنف: مولانا سعید احمد جلال پوری شہیدؒ
ناشر: مکتبہ لدھیانوی، کراچی
سن اشاعت: دسمبر ۲۰۰۹ء
صفحات: ۴۱۹

فہرست

حدود آرڈی نینس ترمیم کی آڑ میں...

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

بلاشبہ اس وقت پاکستان مسائلستان کا مصداق ہے، اور وہ اپنے قیام کے ۶۰ سالہ طویل عرصے کے بعد تا ہنوز نومولود ہے۔ اس کے ساتھ یا اس کے بعد آزاد ہونے والے ممالک ترقی کی رفتار میں اس سے کہیں آگے نکل گئے ہیں، ان ممالک کی معیشت و اقتصاد کا معاملہ ہو یا عدل و انصاف کا مسئلہ! وہ ہر میدان میں کسی ترقی یافتہ ملک سے پیچھے نہیں، مگر افسوس کہ آج تک پاکستان اپنے قیام کے مقصد کو نہیں پاسکا، بلکہ اس کے سیاہ و سفید کے مالک ابھی تک یہی فیصلہ نہیں کرسکے کہ یہ ملک کیوں بنایا گیا تھا؟ اس کے قیام کے مقاصد کیا تھے؟ اور ہمارے بزرگوں نے آگ و خون کے سمندر کیوں عبور کئے تھے؟

اس ملک کا قانون و دستور کیا ہونا چاہئے؟ یہاں حکومت و اِقتدار کن لوگوں کا حق ہے؟ یہاں کا قانون اسلامی وشورائی ہوگا یا مغربی اور جمہوری؟ یہ ملک اسلامی اقدار کا محافظ ہوگا یا مغربی اطوار کا؟ یہاں کا طرزِ زندگی اسلامی مساوات پر مبنی ہوگا یا طبقاتی اُتار چڑھاؤ پر؟ اس ملک کی قیادت کے اہل کن اوصاف کے حامل ہوں گے؟ اور کون کون لوگ اس کی قیادت وحکومت کے لئے نااہل ہوں گے؟ یہاں عوام، عدلیہ، انتظامیہ اور فوج کا کیا کردار ہوگا؟ اور ان کی کیا کیا ذمہ داریاں ہوں گی؟ اور جو اپنے فرائضِ منصبی میں کوتاہی کے مرتکب پائے جائیں، انہیں کن عواقب ونتائج کا سامنا کرنا ہوگا؟

اخبارات، میڈیا، جرائد اور رسائل اُٹھا کر دیکھئے تو نظر آئے گا کہ ملک میں ہر طرف محرومیوں کا راج اور طبقاتی کشمکش کا دور دورہ ہے، چنانچہ اس ملک کا ایک طبقہ شاہی ٹھاٹھ باٹھ سے زندگی گزار رہا ہے، تو دُوسرا نانِ شبینہ کا محتاج ہے، اسی طرح ایک طرف اگر ملک کا اشرافیہ ملکی خزانے سے اپنے کچن سے کیبنٹ تک کی تمام ضروریات و آسائشوں کی تکمیل کو اپنا حق سمجھتا ہے، تو دُوسری جانب وہی طبقہ مجبور و مقہور عوام کو سر چھپانے کے لئے مکان، پیٹ بھرنے کے لئے روٹی اور پینے کے لئے صاف پانی کی بنیادی ضروریات اور مفت علاج و معالجے کی سہولت فراہم کرنے کا بھی روادار نہیں ہے۔

ایک طرف اگر ان کے لئے فلک بوس شاہی محلات ناکافی ہیں، تو دُوسری طرف غریب کے سر چھپانے کی جھونپڑی بھی ناقابلِ برداشت ہے، یہی اشرافیہ اور طاقت ور طبقہ اگر کسی قانون شکنی کا مرتکب ہو تو قانون آنکھیں بند کرلیتا ہے، لیکن اس کے برعکس مظلوموں اور مقہوروں کے خلاف ملکی قوانین، عدلیہ اور انتظامیہ یک دم حرکت میں آجاتی ہیں، بتلایا جائے کہ ہوش و حواس اور عقل و خرد رکھنے والی عوام اس منافقت اور دوغلے پن پر خاموش رہے گی؟ کیا عوام انسان نہیں؟ یا ان کے کوئی انسانی حقوق نہیں؟ کیا انہیں اپنے حقوق کے مطالبے کا حق نہیں؟ یا انہیں اپنے خلاف کئے جانے والے ان ناروا اِقدامات پر اِحتجاج کا حق نہیں ہے؟

چاہئے تو یہ تھا کہ ہمارے اَربابِ اِقتدار ملکی اَساس اور قیامِ پاکستان کے مقاصد پر توجہ دیتے اور موجودہ بدترین صورتِ حال کے ذمہ دار، غیر اخلاقی، غیر اِنسانی اور خالص مغربی قوانین و تعزیرات کو تبدیل کیا جاتا اور اِسلامی قوانین کو نافذ کرکے مسلمانوں کو اس کی برکات سے مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا جاتا، مگر اے کاش! ایسا نہ ہوسکا، شاید اس لئے کہ اس طرح کرنے سے طبقہ اشرافیہ کے مفادات متأثر ہوں گے، ان کی بے جا خواہشات کے منہ زور گھوڑے کا راستہ رُکتا، اس لئے انہوں نے

انگریز کے نافذ کردہ قوانین وتعزیرات کو جوں کا توں قبول کیا، اور اسے مقدس دستاویز کا درجہ دے کر اس کو ہاتھ تک نہیں لگایا، اس کے برعکس اگر غلطی سے کسی حکمران نے، چاہے نا کافی ہی سہی، کسی قسم کی اسلامی دفعات نافذ کیں، تو ان کو تنقید و ملامت کا ہدف بنایا گیا، صرف یہی نہیں بلکہ گزشتہ چودہ سو سال سے نافذ اسلامی قوانین کو ظالمانہ، غیر متوازن اور موجودہ دور سے میل نہ کھانے والے کہہ کر ان کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کی ناپاک کوشش کی گئی۔

یہی وجہ ہے کہ گزشتہ کچھ دنوں سے یہی طبقہ ہاتھ دھو کر ملک میں نافذ قانونِ حدود آرڈی نینس کے پیچھے پڑا ہوا ہے، ایک طرف مغرب اور اس کی لادِین این جی اوز انہیں غیر اخلاقی اور ظالمانہ قرار دینے میں اپنا پورا زور صرف کر رہی ہیں، تو دُوسری طرف ہمارے اخبارات، میڈیا اور برسرِ اقتدار طبقہ ان کی ہاں میں ہاں ملا کر ان کی راگنی الاپ رہا ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ موجودہ حدود آرڈی نینس کا قانون سو فیصد مقدس آسمانی دستاویز ہے، اور نہ یہ کہتے ہیں کہ اس میں کسی ترمیم و تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں، یقیناً یہ انسانوں کا مرتب کردہ آرڈی نینس ہے اور اس میں کمی کوتاہی اور غلطی کا بہرحال اِمکان ہے، لیکن موجودہ تناظر میں اس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جانا اور خاص طور پر اس پس منظر میں جبکہ اسلامی نظریاتی کونسل میں کوئی قابلِ اعتماد اور اِجتہادی صلاحیتوں کے حامل ثقہ علمائے دِین موجود نہیں، بلکہ ہماری معلومات کے مطابق اس میں ایسے افراد موجود ہیں جو سرے سے حدیث کے منکر ہیں، اس مسئلے کو ان کے حوالے کر کے اس میں کتر بیونت کرانا یا اس کی ترامیم کا ''مقدس فریضہ'' ان کے سپرد کرنا، کیا گل کھلائے گا؟ کسی صاحبِ بصیرت پر مخفی نہیں ہے...!

بلاشبہ جس طرح اسلامی آئین و دستور ملک وقوم کی صلاح و فلاح کا داعی اور امن و عافیت کا علم بردار ہوتا ہے، اور وہ کسی ایسے اَمر کی اجازت نہیں دیتا جس

سے مسلمان کسی ہیجان میں مبتلا ہوں یا معاشرہ ظلم و تعدی کا شکار ہو، اسی طرح علمائے اُمت نے بھی ہر دور میں انہی روایات کا پاس کیا ہے، چنانچہ روزنامہ ''جنگ'' کی جانب سے ''ذرا سوچئے'' کے تحت علماء کے اس قانون سے متعلق تأثرات سے بھی یہی بات اُبھر کر سامنے آئی ہے کہ ملک بھر کے ثقہ علماء نے یہی کہا ہے کہ انسانوں کے مرتب کردہ ہر قانون اور دستور میں بہرحال کمی کوتاہی اور غلطی کا اِمکان موجود ہے، اور اس کی اِصلاح سے کسی کو اِختلاف نہیں، لیکن اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ اس کی آڑ لے کر سرے سے اس قانون کو نابود کردیا جائے، یا دُوسرے مُسلَّمہ اسلامی عقائد پر ہاتھ صاف کیا جائے، ہمیں اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ اس کی آڑ میں لادِین قوّتیں اسلام کو مسخ کرنے کی ناپاک کوشش کریں گی۔

روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۵؍مئی ۲۰۰۶ء کے ادارتی نوٹ کے مطالعے سے ہمارے اس اندیشے کو تقویت ملتی ہے کہ اس قانون کی ترمیم کو آڑ بناکر مُسلَّمہ دِینی عقائد و اِیمانیات میں تحریف و تبدیلی کا آغاز کیا جائے گا، چنانچہ روزنامہ ''جنگ'' کا ادارتی نوٹ ملاحظہ ہو:

''حدود آرڈی نینس پر علمائے کرام کا متوازن اظہارِ خیال

جیو ٹی وی چینل نے ایک عرصے سے متنازع حدود آرڈی نینس پر پاکستان کے ہر مکتبِ فکر کے جید، معزّز اور محترم علمائے دِین سے رائے لینے کا سلسلہ شروع کیا ہے، جو یقیناً اس اعتبار سے قابلِ ذکر ہے کہ اس حوالے سے ملک میں شہریوں کو ان مسائل پر کھلے عام اظہارِ خیال کا موقع ملے گا جن کو اَب تک چھونے کی بھی روایت نہیں تھی۔ مذہبی اُمور پر اس وقت دُنیا بھر میں جو صورتِ حال پائی جاتی ہے، جس طرح بین المذاہب ہم

آہنگی کے لئے تبادلۂ خیال ہو رہا ہے، اس تناظر میں حدود آرڈی نینس پر قومی مباحثے کا آغاز بلاشبہ ایک اہم پیش رفت ہے۔ پاکستان میں ایسی سوِل سوسائٹی کے قیام کے لئے ایک نمایاں کوشش ہے، جہاں مذہب کو دُوسروں کے حقوق کے اِستحصال کے لئے استعمال نہ کیا جاسکے۔ اس میں بنیادی طور پر سوچنے کی حوصلہ افزائی کی جارہی ہے۔''ذرا سوچئے'' کی یہ تحریک ایسے معاشرے میں عقل و اِستدلال کا غلبہ قائم کرنے کا مثبت اقدام ہے، جہاں عقائد کے حوالے سے بھی سوچنے پر غیراعلانیہ پابندی ہو، جہاں قبائلی، جاگیردارانہ، سرمایہ دارانہ تمدّن نے شہریوں کو اپنی مرضی سے زندگی گزارنے سے محروم کررکھا ہو۔ یہ قابلِ تحسین اَمر ہے کہ اس سلسلے کا آغاز اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین سمیت ہر مسلک کے علماء کے ارشادات سے کیا گیا ہے۔ ان متنازع اُمور پر اسکالرز، خواتین، این جی اوز تو کچھ نہ کچھ کہتے ہی رہے ہیں۔ اس مباحثے میں شریک تمام علمائے کرام اپنی اپنی جگہ محترم ہیں، اپنے اپنے مسلک پر اتھارٹی ہیں۔ انہوں نے بہت غور وفکر کے بعد اس حساس قانون پر اِنتہائی متوازن رائے ظاہر کی ہے۔ اُمید کی جاسکتی ہے کہ آئندہ بھی علمائے کرام دُوسرے ایسے متنازع اُمور پر اپنی قیمتی رائے کھلے ذہن کے ساتھ ظاہر کرتے رہیں گے۔ جس سے معاشرے میں پائے جانے والے اِبہام، تذبذب اورفکری اِنتشار کے خاتمے میں مدد ملے گی۔''

(روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۵ر مئی ۲۰۰۶ء)

آپ نے ملاحظہ کیا کہ فاضل ادارتی نوٹ نویس نے بین السطور اس کی طرف بھی اشارہ کردیا کہ:

''.....''ذرا سوچئے'' کی تحریک ایسے معاشرے میں
عقل و اِستدلال کا غلبہ قائم کرنے کا مثبت اقدام ہے، جہاں
عقائد کے حوالے سے بھی سوچنے پر غیر اعلانیہ پابندی ہو.....''

گویا ''حدود آرڈی نینس'' میں ترمیم و تبدیلی کا ہمالیہ اور اس کی چوٹی سر کرنے کے بعد ہمارا اگلا ہدف یا اگلا قدم، عقائد کی تبدیلی پر سوچنے کا ہوگا۔

بظاہر یہ ایک معمولی سا کلمہ اور ایک مختصر سا جملہ ہے، مگر یہ اپنے اندر کس قدر خوف ناک زہر لئے ہوئے ہے؟ سرِدست اس کا اندازہ شاید کسی کو نہ ہو، مگر تھوڑے سے غور و فکر سے احساس ہوگا کہ آئندہ اہالیانِ پاکستان کو عقائد و ایمانیات کے معاملے میں بھی آزادی دی جائے گی، اور انہیں اپنی عقل و اِستدلال کے زور پر صریح نصوص اور قطعی عقائد میں تبدیلی کی آزادی سے بھی نوازا جائے گا۔ دُوسرے لفظوں میں انہیں مذہب بدلنے اور اِرتداد کی آزادی سے بھی سرفراز کیا جائے گا...!

گویا اس اسلامی ملک میں اب آئندہ جو شخص اپنی عقل اور عقلی اِستدلال سے اسلام کو ترک کرکے عیسائیت، قادیانیت، یہودیت یا ہندومت اِختیار کرے گا، اس کو اس کی بھی آزادی ہوگی۔

کیا یہ ملک اسی لئے بنایا گیا تھا کہ یہاں اسلام کے بجائے اِرتداد کی عمل داری ہوگی؟ اور یہاں قرآن و سنت اور نصوصِ قطعیہ کی بجائے نارسا عقلِ انسانی کو تفوّق و برتری حاصل ہوگی؟ انا للہ وانا الیہ راجعون!

اربابِ عقل و خرد اور اَصحابِ علم و فضل کو اس نہج پر سوچنے اور اِرتداد کی اس تحریک کے سامنے بند باندھنے کی حکمت عملی پر غور و فکر کی شدید ضرورت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۵ ش:۲۱)

آئینِ پاکستان اور اعلیٰ عدالتوں کے خلاف
ایک خطرناک سازش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

۸؍ستمبر ۲۰۰۶ء کو روزنامہ ''ایکسپریس'' لاہور کے صفحۂ اوّل پر نامہ نگار خصوصی افتخار چوہدری کے حوالے سے ''مذہبی منافرت اور دہشت گردی کے خاتمے کے لئے ۹۰ کتابوں کی خرید و فروخت پر پابندی'' کے عنوان سے ایک چار کالمی خبر شائع ہوئی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ:

> ''وفاقی حکومت نے فرقہ وارانہ تعصب و دہشت گردی کے خاتمے کے لئے ملک بھر میں مختلف مکاتبِ فکر کی ۹۰ کتب کی خرید و فروخت پر فوری پابندی عائد کردی ہے، اسلام آباد اور چاروں صوبوں کے انسپکٹر جنرل آف پولیس کو ان کتب کی فہرست جاری کردی ہے، ان کے مواد کو شر انگیز، اشتعال انگیز اور فرقہ وارانہ منافرت کا موجب قرار دیا گیا ہے، اور فروخت کرنے والوں کے خلاف گرینڈ آپریشن کا حکم دے دیا ہے۔ فہرست میں نوّے کتب کے نام اور مصنّفین کے نام بھی درج ہیں۔ وزارتِ داخلہ کے ذمہ دار ذرائع کے مطابق صدر جنرل پرویز مشرف کی ہدایت پر ملک سے فرقہ وارانہ دہشت گردی کو

دُور کرنے کے لئے ملک بھر کی انتظامیہ کو مکمل طور پر چوکنا کر دیا گیا ہے، کیونکہ ماضی میں انہی فرقہ وارانہ اشتعال دینے والی کتابوں کی وجہ سے شیعہ، سنی اور دیگر مکاتبِ فکر کے خوفناک فسادات ہوئے، جن میں بیرونی ہاتھ ملوّث ہونے کے شواہد ملتے رہے ......سرکاری رپورٹ کے مطابق حکومت نے ملک بھر کی پولیس کو دِینی کتب کے بک اسٹالوں، مدارس، مساجد اور اِمام بارگاہوں کے سامنے دِینی کتب فروخت کرنے والوں کی کڑی نگرانی کرکے ان کی گرفتاریوں کی ہدایت کی ہے، حکومت نے پولیس سربراہان سے کہا ہے کہ ایسی کتب فروخت کرنے والوں کے خلاف انسدادِ دہشت گردی ایکٹ کے تحت مقدمات درج کئے جائیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے ...اس کے بعد کتب اور ان کے مصنّفین اور ناشران کے پتے درج ہیں ...ناقل۔''

قطع نظر اس کے کہ اس خبر میں کس قدر صداقت ہے؟ کیا واقعی جناب صدر اور وزارتِ داخلہ نے ایسا کوئی نوٹیفکیشن جاری کیا ہے یا نہیں؟ تاہم اگر یہ خبر سچی ہے اور سرکار کی طرف اس کی نسبت کرنا صحیح ہے، تو ہمارے خیال میں پابندی کا نوٹیفکیشن جاری کرنے والے بزرجمہروں نے ان کتابوں کو پڑھا تو کجا، شاید دیکھا بھی نہ ہوگا، اس لئے کہ اگر انہوں نے ان رسائل و کتب کو پڑھا ہوتا تو انہیں اندازہ ہوتا کہ ان میں سے بعض رسائل و کتب فرقہ وارانہ منافرت پر مبنی نہیں، بلکہ مسلمانوں کے دِین و ایمان کے تحفظ پر مشتمل ہیں، کیونکہ یہ کتب و رسائل کسی مسلم فرقے کی مخالفت کی بجائے نبیٔ اُمی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باغیوں، پاکستان کے آئین و دستور اور پوری اُمتِ مسلمہ کے فتویٰ کی رُو سے غیرمسلم قرار پانے والے قادیانیوں کی سرکوبی اور ان کے غلیظ عقائد کی نقاب کشائی پر مشتمل ہیں۔

لہٰذا ہمارا احساس و وجدان ہے کہ ان کتب و رسائل پر پابندی کی منصوبہ بندی، اس نوٹیفکیشن کی ترغیب وتحریص اور ترتیب و تیاری کے پیچھے قادیانی مہروں کا ہاتھ ہے، یا پھر وزارتِ داخلہ اور بیوروکریسی نادانستہ طور پر قادیانی ہاتھوں میں کھیل کر ان کے عزائم کی تکمیل کررہی ہے۔

اس لئے کہ اس پابندی کی زد میں قریب قریب تمام مکاتبِ فکر کی کوئی نہ کوئی کتاب ضرور آئی ہے، اس پابندی سے چشمِ بدُور اگر کسی کو اِستثنا حاصل ہے تو وہ صرف اور صرف قادیانی کتب، رسائل اور جرائد ہیں، جبکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی ذُرِّیت کا پورا لٹریچر اس قابل ہے کہ نہ صرف اس پر پابندی لگائی جائے، بلکہ اس کو ضبط کرکے آگ لگادینی چاہئے، اس لئے کہ اس میں کسی ایک فرد، قوم اور برادری نہیں، بلکہ پوری اُمت مسلمہ کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی ہے، چنانچہ اس میں حضرات انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، اسلافِ اَمت، ائمہ مجتہدینؒ اور خود ذاتِ باری تعالیٰ کو بے نقط سنائی گئی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ملعون اپنے مخالفین کو ولد الزنا، حرامی اور جنگل کے سوَر اور ان کی عورتوں کو کنجریوں اور کتیوں تک کی غلیظ گالیاں بکتا ہے، اس کے علاوہ اس نے حضراتِ حسنینؓ، حضرت فاطمہؓ، حضراتِ صحابہ کرامؓ کی توہین کے ساتھ ساتھ نعوذ باللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شرابی اور ان کی دادیوں اور نانیوں کو زناکار اور کسبی عورتیں تک کہا اور لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو: حاشیہ کشتی نوح ص:۱۶، آئینۂ کمالاتِ اسلام، رُوحانی خزائن ج:۵ ص:۵۴۷، نجم الہدیٰ، رُوحانی خزائن ج:۴ ص:۵۳، نزولِ مسیح ص:۹۹، رُوحانی خزائن ج:۱۸ ص:۴۷۷، ضمیمہ انجام آتھم ص:۷، رُوحانی خزائن ج:۱۱ ص:۲۸۹، ۲۹۰، دافع البلاء صفحۂ آخر، کلمۃ الفصل ص:۱۱۰، ۱۵۸، ملفوظاتِ احمدیہ جلد دوم ص:۱۴۲، آئینۂ صداقت ص:۳۵، اِزالہ اوہام ص:۲۶ تا۲۸، ۶۸۸، رُوحانی خزائن ج:۳ ص:۱۱۵،۱۲۶، ۱۷۴، ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص:۲۳۵، رُوحانی خزائن ج:۲۱ ص:۴۱۰، ''الفضل'' قادیان ج:۱۱

نمبر:۶۶ ص:۹، مؤرخہ ۲۲؍فروری ۱۹۲۴ء، ضمیمہ نصرۃ الحق ص:۱۲۰، رُوحانی خزائن ج:۲۱ ص:۲۸۵، ماہنامہ ''المہدی'' جنوری/فروری 1915ء نمبر:۲-۳ ص:۵۷، وغیرہ)۔

بجائے اس کے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اشتعال انگیز کتابوں اور تحریروں پر پابندی لگتی، اُلٹا وزارتِ داخلہ کے بزرچ مہروں نے ان کتابوں پر پابندی عائد فرمائی ہے، جن کے ذریعہ مسلمانوں کو اُمتِ مسلمہ کے اس باغی، انگریزوں کے نمک خوار اور مدعیٔ نبوّت کا مکروہ چہرہ دِکھانے کی کوشش کی گئی ہے، کیا کہا جائے کہ یہ کسی مسلمان کا کارنامہ ہے؟ یا کسی بدبودار قادیانی کا...؟

اگر صدر پرویز مشرف، وزارتِ داخلہ اور اس کے کارپردازوں کو ذرّہ بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت ہوتی تو وہ ان کتابوں پر قطعاً پابندی نہ لگاتے، جو نہایت شستہ و شائستہ زبان اور دلائل و براہین کے اُصولوں پر لکھی گئی ہیں، چنانچہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت حضوری باغ روڈ ملتان کی طرف سے شائع کردہ کتب و رسائل میں سے حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی: ''نزولِ عیسیٰ علیہ السلام، قادیانیوں کی طرف سے کلمۂ طیبہ کی توہین، المہدی والمسیح پانچ سوالوں کا جواب، قادیانیوں اور دُوسرے کافروں کے درمیان فرق، اور گالیاں کون دیتا ہے؟'' اسی طرح طاہر رزّاق صاحب کی: ''قادیانی شبہات کا دندان شکن جواب''، صاحبزادہ طارق محمودؒ کی: ''فیصلہ آپ کیجئے''، مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کی: ''قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ اور قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ'' میں سے بتلایا جائے کہ کون سی کتاب فرقہ وارانہ منافرت پر مبنی ہے؟ یا اس میں سے کس کا مضمون اشتعال انگیز ہے...؟

کیا جنابِ صدر، وزارتِ داخلہ اور بیوروکریسی بتلاسکتی ہے کہ حیات ونزولِ عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ فروعی ہے؟ کیا یہ قرآن وسنت اور پوری اُمتِ مسلمہ کا عقیدہ نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اس پر پابندی کا کیا معنی...؟

۲:... اسی طرح ''قادیانیوں کی طرف سے کلمۂ طیبہ کی توہین'' میں کون سا

فروعی مسئلہ اُٹھایا گیا ہے؟ کیا مسلمانوں کے لئے قادیانی اِرتدادی تحریک کا انسداد بھی فروعی مسئلہ ہے؟ اگر نہیں، تو کیا مسلمانوں کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے شعائر کا تحفظ کریں؟ اور مسلمانوں کو باور کرائیں کہ کلمۂ طیبہ کے نام پر مسلمانوں کو دھوکا دینے والوں کا اس کلمۂ طیبہ پر ایمان نہیں ہے...؟

۳:...اسی طرح کیا حضرت مسیح علیہ السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان کے نزول وظہور کا بیان بھی اشتعال انگیز ہے؟ کیا کوئی مسلم فرقہ اس عقیدے کا مخالف ہے؟ اگر نہیں، تو اس کو اِشتعال انگیز یا فرقہ وارانہ منافرت کا ذریعہ کیونکر کہا جاسکتا ہے...؟

۴:...ایسے ہی ''قادیانیوں اور دُوسرے کافروں کے درمیان فرق'' میں کون سی فرقہ واریت کی تعلیم دی گئی ہے؟ کیا قادیانیوں، عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں، پارسیوں اور بدھسٹوں کے مابین فرق و امتیاز کو بیان کرنا فرقہ واریت ہے؟ کیا مسلم عوام کے ذہنوں سے ان شکوک و اوہام کا اِزالہ کرنا کہ، جو لوگ اپنے آپ کو صاف صاف طور پر غیرمسلم کہتے ہیں، ہمیں ان سے اختلاف ضرور ہے، مگر ہم ان سے تعرض اس لئے نہیں کرتے کہ وہ مسلمانوں کو اسلام کے نام پر دھوکا نہیں دیتے، اور قادیانیوں سے اختلاف ونزاع کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے کفریہ عقائد کو اسلام باور کراتے ہیں، اور ان کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص سوَر اور خنزیر کے گوشت کو ''بکری کا گوشت'' کہہ کر فروخت کرتا ہے، اس لئے مسلمان ایسے منافقین و مرتدین اور زِندیقوں سے ہوشیار رہیں، اور ان کی سازشوں میں نہ آئیں۔ ہاں! اگر قادیانی بھی اپنے عقائد کو... جو کچھ بھی ان کے عقائد ہیں... اسلام کا نام نہ دیں تو ہم ان کا تعاقب وتعرض نہیں کریں گے۔ بتلایا جائے کیا مسلمانوں کو ایسے حقائق کی نشاندہی کی بھی اجازت نہیں ہے؟ کیا قادیانی اپنے غلیظ کفر کو اِیمان باور کراتے رہیں؟ اسلام کے نام پر اِلحاد و زَندقہ کی اشاعت کرتے رہیں اور مسلمان خاموش رہیں؟ کیا

قادیانیوں کو اس کی اجازت ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو ...نعوذ باللہ!... حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بھی افضل و برتر کہتے رہیں اور مسلمان حق کو حق اور باطل کو باطل نہ کہیں؟ اگر جواب اِثبات میں ہے، تو بتلایا جائے کہ کسی ملک کے سربراہ کو یہ گوارا ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اس کا لباس پہنے اور اس کی نشست پر بیٹھ کر اپنے آپ کو ملک کا سربراہ کہے، اور اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی جائے؟ اگر یہ گوارا نہیں، تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے منصبِ نبوّت و رسالت پر قبضے کو کیونکر گوارا کیا جاسکتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے، تو ایسے بدباطن کے ایسے بدبودار کردار سے نقاب کشائی پر پابندی کا کیا معنی...؟

۵:... پھر کسی تحریر و تقریر اور کتاب و رسالے کے اشتعال انگیز اور فرقہ وارانہ منافرت پر مبنی ہونے کی بڑی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ اس میں مخالف کو بُرا بھلا کہا جائے یا اسے گالیاں دی جائیں، لیکن اگر کسی کتاب و رسالے میں کسی ایسے دریدہ دہن کی ہفوات کی تفصیلات بیان کی جائیں اور حکومت و عوام کو دعوتِ انصاف دیتے ہوئے کہا جائے کہ یہ شخص کس قدر گالیاں دیتا ہے؟ اس کا فیصلہ آپ کریں؟ بتلایا جائے یہ بھی اشتعال انگیزی یا فرقہ واریت ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو کیا اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کو کتنا ہی گالیاں دیتا رہے، اس کے بزرگوںؒ، صحابہ کرامؓ، اور حضرات انبیائے کرام کو بے نقط سناتا رہے، مگر اَربابِ اقتدار اور حکومت کے سامنے اس کی شکایت یا اس کی غلاظت بھری گالیوں کی نشاندہی نہ کی جائے، کیونکہ اس سے اِشتعال انگیزی اور فرقہ واریت کا اندیشہ ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے، تو ''گالیاں کون دیتا ہے؟'' پر پابندی کیوں...؟

۶:... کیا کسی کافر، مشرک، زِندیق، ملحد، یہودی، عیسائی، ہندو یا پارسی کے اسلام، پیغمبرِ اسلام اور قرآن و سنت اور دِین و ملت کے خلاف اُٹھائے گئے اِشکالات و

اِعتراضات یا شبہات کا جواب دینا بھی اشتعال انگیزی یا فرقہ واریت و منافرت کہلائے گا؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں، تو قادیانیوں کے شبہات کے جوابات پر مشتمل کتاب پر پابندی کس لئے؟ کیا اسلام پر معاندین کے ناروا شبہات اور تابڑتوڑ حملوں کے باوصف بھی مسلمان اسلام کا دِفاع نہ کریں؟ کیا وہ قرآن اور صاحبِ قرآن پر اُچھالی گئی کیچڑ کو صاف نہ کریں؟ اگر جواب نفی میں ہے، تو کیا یہ نہ سمجھا جائے گا کہ مسلمانوں کے مذہب اور اسلام میں کچھ صداقت ہوتی تو مسلمان اس کا جواب دیتے؟ بتلایا جائے کہ اس صورتِ حال میں معاندینِ اسلام، مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوجائیں گے؟ اگر جواب اثبات میں ہے، تو ان مرتد ہونے والوں کا وبال کس پر ہوگا؟ بتلایا جائے کہ ایسی کتابوں پر پابندی لگانے والے اسلام اور مسلمانوں کے خیرخواہ ہیں یا بدخواہ...؟

۷:... حق کیا ہے اور باطل کیا؟ سچ کیا ہے اور جھوٹ کیا؟ اگر کوئی شخص دو اور دو چار کی طرح کے اس کلیہ کو سمجھانے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب و اِفتراء اور نبوّت کے جھوٹے دعوے کو قرآن وسنت، اِجماعِ اُمت اور خود مرزا غلام احمد قادیانی کی تصریحات سے ثابت کرنا چاہے، تو کیا یہ بھی اشتعال انگیزی ہے؟ کیا یہ بھی مذہبی منافرت اور فرقہ واریت کے زُمرے میں آئے گا؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں، تو صاحبزادہ طارق محمود صاحبؒ کی کتاب ''فیصلہ آپ کیجئے؟'' پر پابندی کا یہ معنی نہیں کہ حکومت، بیوروکریسی اور وزارتِ داخلہ کو مرزا غلام احمد قادیانی کی تغلیط و تکذیب سے شدید تکلیف ہوئی ہے؟ اور جو شخص مدعیٔ نبوّت غلام احمد قادیانی کو باوجود جھوٹا ہونے کے سچا سمجھے، کہے یا اس کو کذّاب کہنے پر خفا ہو، کیا وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہوگا...؟

۸:... جس طرح کوئی شخص اپنے یا اپنے اکابر اور بزرگوں کے دُشمن یا ان کی توہین و تخفیف کرنے والے کے ساتھ میل جول اور تعلقات کو اپنی غیرت وحمیت کے

خلاف سمجھتا ہے اور اس کے ساتھ تعلقات، شادی بیاہ، رشتہ ناتا، خرید وفروخت اور کاروبار کو ناپسند کرتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص شریعتِ مطہرہ کی روشنی میں مرتدین، ملحدین اور زِندیقین سے قطع تعلق کا حکم دے اور مسلمانوں کو اس حکمِ شرعی سے آگاہ کرے تو کیا ایسا شخص قابلِ قدر ہے یا لائق نفرت؟ اسی طرح ایسے اَحکام پر مشتمل دستاویز لائقِ اشاعت ہے یا قابلِ ضبطی؟ اگر ایسا شخص قابلِ قدر اور اس کی مرتبہ دستاویز لائقِ اشاعت ہے، اور یقیناً قابلِ قدر اور لائقِ اشاعت ہے، تو حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کی کتاب ''قادیانیوں سے مکمل بائیکاٹ'' پر پابندی کیوں اور کس لئے؟ صرف اس لئے کہ اس سے قادیانی سورماؤں کو تکلیف ہوتی ہے یا ان کی اِرتدادی تحریک پر زد پڑتی ہے...؟

۹:... ایسے ہی ''قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ'' پر پابندی کا معنی یہ ہے کہ نعوذ باللہ! قادیانی جو چاہیں کہتے اور کرتے پھریں، مگر حکومت، بیوروکریسی اور وزارتِ داخلہ، مسلمانوں کو قادیانی مصنوعات کے بائیکاٹ کی شکل میں اپنا احتجاج ریکارڈ کرانے یا ان کو معاشی طور پر کمزور کرنے کے ادنیٰ سے ادنیٰ حق سے بھی محروم کرنا چاہتی ہے، کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ حکومت کو مسلمانوں کی جانب سے قادیانیوں کی جلی، خفی اور معمولی سے معمولی درجے کی مخالفت ومخاصمت اور ذہنی اذیت بھی گوارا نہیں؟ جبکہ قادیانی اپنی مصنوعات کے ذریعہ جہاں مسلمانوں کے سرمایہ سے فائدہ اُٹھاتے ہیں، وہاں وہ اس کے منافع سے دس فیصد قادیانیت کی تبلیغ اور اسلام کی مخالفت پر صرف کرتے ہیں، کیا ''قادیانی مصنوعات کا بائیکاٹ'' پر پابندی کا یہ معنی نہیں کہ حکومت مسلمانوں کے سرمایہ سے قادیانیت کی آبیاری کرنا چاہتی ہے؟ کیا ان حقائق پر مشتمل کتاب بھی لائق پابندی ہے...؟

۱۰:...اس سب سے ہٹ کر کیا ہم جناب صدر پرویز مشرف، وزارتِ داخلہ اور بیوروکریسی سے پوچھ سکتے ہیں کہ قادیانی کب سے مسلمانوں کا فرقہ قرار پائے

ہیں؟ کہ ان کے خلاف مرتب کی گئی کتب پر فرقہ وارانہ منافرت کے پیشِ نظر پابندی کے اَحکامات جاری کئے جارہے ہیں؟ کیا قادیانیوں کو مسلمانوں کا فرقہ قرار دینا آئینِ پاکستان اور دستورِ اسلام سے غداری نہیں؟ کیا ایسی سوچ رکھنے والے مسلمان کہلانے کے مستحق ہیں؟ کیونکہ جس طرح مسلمانوں کو کافر کہنا اور سمجھنا جرم ہے، ٹھیک اسی طرح کسی کافر کو مسلمان سمجھنا، کہنا اور باور کرانا بھی جرم اور قرآن وسنت اور آئین و دستور سے بغاوت کے مترادف ہے، لہٰذا جو لوگ آئینِ پاکستان کی رُو سے غیرمسلم قرار پانے والوں کو مسلمان کہیں، وہ بھی انہیں میں سے ہیں، اور اسلام اور پاکستان میں ان کی کوئی گنجائش نہیں، صرف یہی نہیں بلکہ ایسے غداروں کو پاکستان اور مسلمانوں پر حکومت کرنے کا بھی کوئی حق نہیں...!

۱۱:... یہ تو کوئی ماہرِ قانون ہی بتلاسکے گا کہ جو لوگ پوری اُمتِ مسلمہ کے فیصلے، رابطۂ عالمِ اسلامی کی قرارداد، آئینِ پاکستان اور قومی اسمبلی کے متفقہ فیصلہ کی رُو سے غیرمسلم قرار پانے والوں کو مسلمانوں کا فرقہ تصوّر کریں اور ان کے جذبات کو پہنچنے والی ٹھیس کو مسلمانوں کے جذبات کو پہنچنے والی ٹھیس سے تعبیر کریں، وہ ۲۹۵-اے یا ۲۹۵-سی، کی زَد میں آئیں گے یا نہیں؟ لیکن جہاں تک ہمارا ذاتی خیال ہے ایسے لوگوں کی قادیانیوں سے بھی پہلے سرکوبی کی ضرورت ہے۔

۱۲:...کیا قادیانیوں کو مسلم فرقہ تصوّر کرتے ہوئے ان کے خلاف لکھی گئی کتب پر پابندی کے اَحکامات کا نوٹیفکیشن جاری کرنا، سپریم کورٹ اور پاکستان کی اعلیٰ عدالتوں کی توہین نہیں؟ جنہوں نے اپنے متعدّد فیصلوں میں یہ ریمارکس دیئے کہ قادیانی نہ صرف غیرمسلم ہیں، بلکہ یہ کوئی مذہب ہی نہیں، بلکہ یہ ایک دہشت گرد تنظیم ہے۔

۱۳:...کہیں قادیانیوں کے خلاف لکھی گئی کتب پر پابندی اور ان کی اشاعت وتقسیم پر گرفتاری اور گرفتار شدگان کے خلاف دہشت گردی کے کیس بنانے کے پس پردہ امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس کی منسوخی کا منصوبہ کارفرما تو نہیں؟ اس لئے کہ جب

ایسے افراد گرفتار ہوں گے اور ان کے خلاف دہشت گردی کے مقدمات قائم ہوں گے، تو امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس انہیں تحفظ فراہم کرے گا، اس لئے لازماً اسے منسوخ کرنا ہوگا یا اس کے خلاف اِسٹے آرڈر ...حکمِ امتناعی... لیا جائے گا، جس کی بدولت امتناعِ قادیانیت آرڈی نینس یا تو عملی طور پر کالعدم ہوجائے گا یا کم از کم غیر مؤثر ہوکر رہ جائے گا۔

اس لئے ہم نہایت دِل سوزی سے اربابِ اقتدار، جنابِ صدر، وزارتِ داخلہ اور بیوروکریسی سے عرض کرنا چاہیں گے کہ وہ اس سازش کا ادراک کریں اور اس کا سدِّباب کرتے ہوئے اس نوٹیفکیشن کو فوری طور پر واپس لیں، اسی طرح ہم مسلم عوام اور نبیٔ اُمی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ عقیدت و محبت رکھنے والے مسلمان وکلاء سے بھی درخواست کریں گے کہ وہ قادیانیوں کے خلاف لکھی گئی ان کتب کے نوٹیفکیشن کو چیلنج کریں اور اسے کالعدم اور غیر مؤثر قرار دِلانے میں اپنی بھرپور صلاحیتیں صرف کرکے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کے مستحق بنیں۔

اِن شاء اللہ! عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت، عقیدۂ ختمِ نبوّت اور ناموسِ رسالت کے تحفظ میں لکھی گئی کتب کے خلاف پابندی کے نوٹیفکیشن کو دِین و شریعت، قرآن و سنت، آئینِ پاکستان اور اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کی رُو سے چیلنج کرے گی، اور وہ اس سلسلے میں کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کرے گی۔

خدا کرے اَربابِ اِقتدار و اِختیار کو یہ بات سمجھ میں آجائے، ورنہ حالات کی خرابی کی تمام تر ذمہ داری ان پر ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۵ ش:۳۷)

تحفظ حدود آرڈی ننس اور علماء کی مساعی!

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

گزشتہ کچھ دنوں سے ’’تحفظ حقوقِ نسواں‘‘ بِل کا غلغلہ اور شور ہے، اربابِ اِقتدار اور ان کے حاشیہ برداروں کا فتویٰ ہے کہ ...نعوذ باللہ!... ۱۹۷۹ء کا حدود آرڈی نینس غلط، ظالمانہ، آمرانہ اور جاہلانہ تھا، اور اس کا خاتمہ ضروری تھا، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے تمام تر وسائل کو کام میں لاکر اُسے اسمبلی اور سینیٹ سے منظور کروایا، پھر جنابِ صدر نے بھی بہ عجلت تمام اس پر دستخط کرکے اس کا قضیہ نمٹا دیا۔

لیکن حقائق بہرحال حقائق ہیں، اور حکومت و اِقتدار کے زور پر کسی ناجائز کو جائز نہیں باور نہیں کرایا جاسکتا، اس لئے علمائے اُمت نے اس موقع پر اپنا فرض نبھاتے ہوئے اربابِ اِقتدار پر حقائق واضح کرنے میں اپنی سعی وکوشش میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

چنانچہ اس نام نہاد تحفظ حقوقِ نسواں بِل کی ایوانِ بالا سے منظوری اور صدر صاحب کے دستخطوں کے باوجود بھی وہ چین سے نہیں بیٹھے، بلکہ وہ آج پہلے سے کہیں زیادہ مضطرب اور پریشان ہیں، اس لئے وہ کبھی مسلم لیگ (ق) کے صدر کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں تو کبھی عوام کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کرتے ہیں، کبھی وہ جنابِ صدر کو صحیح صورت حال بتلانے کے لئے ان سے وقت مانگتے ہیں تو کبھی اخبارات ومیڈیا پر آکر اس ظلم کے خلاف آواز اُٹھانے میں مصروف ہیں۔

اس سلسلے میں ''مجلس تحفظ حدود اللہ'' کے نام سے باقاعدہ ایک پلیٹ فارم تشکیل دے کر انہوں نے منظّم جدوجہد کا فیصلہ کرلیا ہے، اور اس پلیٹ فارم سے جہاں متعدّد شہروں میں کئی ایک علماء کنونشن، احتجاجی جلسے، جلوس اور ریلیاں منعقد ہوچکی ہیں تو دُوسری طرف انہوں نے مذاکرات کے دروازے بھی بند نہیں کئے، چنانچہ ۳ر دسمبر ۲۰۰۶ء کو علماء کے ایک نمائندہ وفد نے چوہدری شجاعت اور دُوسرے سرکاری ارکان سے ملاقات کرکے جس خوبصورتی سے اپنا کیس پیش کیا ہے، وہ قابلِ قدر اور لائقِ اطمینان ہے۔

چوہدری شجاعت حسین سے ملاقات کے موقع پر پاکستان بھر کے سرکردہ علماء نے جس دِل سوزی سے انہیں یہ مسئلہ سمجھانے کی کوشش کی ہے اور اس پر چوہدری شجاعت حسین نے اپنے جن احساسات کا اظہار کیا ہے، اس کی رُوئیداد روزنامہ ''جنگ'' کے حوالے سے کچھ یوں ہے:

> ''اسلام آباد (ایجنسیاں/ مانیٹرنگ سیل) پاکستان مسلم لیگ کے صدر چوہدری شجاعت حسین اور مجلس تحفظ حدود اللہ و علماء کمیٹی نے تحفظ حقوقِ خواتین ایکٹ پر بحث جاری رکھنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس ضمن میں اگلی ملاقات ۹ر دسمبر کو ہوگی، چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ بِل میں بہتری کے لئے کوئی بھی قابلِ قبول تجویز آئے گی تو اس کو نئے نسواں بِل میں شامل کیا جائے گا، ایکٹ کو نہیں چھیڑا جائے گا۔ علمائے کرام نے چوہدری شجاعت سے ملاقات کو اِطمینان بخش قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس ضمن میں بات چیت کو آگے بڑھایا جائے گا، علمائے کرام کے وفد نے اتوار کو چوہدری شجاعت کی رہائش گاہ پر ان سے دو گھنٹے ملاقات کی، جس میں تحفظ حقوقِ نسواں بِل پر تفصیلی

بحث ہوئی۔ وفد نے چوہدری شجاعت حسین کو بِل میں ترامیم کے لئے مسوّدہ پیش کیا اور ۹؍دسمبر کو دوبارہ ملاقات پر اِتفاق کیا۔ اجلاس میں سینیٹ میں قائدِ ایوان وسیم سجاد، پاکستان مسلم لیگ کے سیکریٹری جنرل مشاہد حسین، وفاقی وزراء محمد علی درانی، شیخ رشید احمد، ایم ایم اے کے سینیٹر طلحہ محمود، اراکینِ پارلیمنٹ اور تابش الوری کے علاوہ جسٹس (ر) مفتی محمد تقی عثمانی کی قیادت میں وفد کے ارکان مفتی منیب الرحمٰن، قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا حسن جان، مولانا حافظ فضل الرحیم، قاضی نیاز حسین نقوی، ڈاکٹر سرفراز نعیمی، حافظ عبدالرشید اظہر، مولانا انوارالحق، قاضی عبدالرشید، مولانا ظہور احمد علوی، مفتی عبدالرحمٰن، ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، مولانا عزیزالرحمٰن ہزاروی، مولانا ملازم حسین، مولانا نذیر فاروقی اور مولانا اخلاق احمد نے شرکت کی۔ ملاقات کے بعد مسلم لیگ کے صدر چوہدری شجاعت حسین نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ یہ ایک شرعی مسئلہ ہے، اس پر سیاست سے بالاتر ہوکر غور کریں گے، معاملات کو اِفہام وتفہیم سے آگے بڑھایا جائے گا، خواتین کے حقوق اور مفادات کے تحفظ کو یقینی بنانے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ جسٹس (ر) مفتی محمد تقی عثمانی نے کہا کہ چوہدری شجاعت نے یقین دہانی کرائی ہے کہ قانون سازی کوئی حرفِ آخر نہیں، ہماری کوشش ہے کہ نئے بِل کو ۳۱؍دسمبر تک نمٹادیں گے۔ تفصیلات کے مطابق پاکستان مسلم لیگ کے صدر چوہدری شجاعت حسین نے کہا یہ امر افسوسناک ہے کہ بعض عناصر مذہبی معاملات کو سیاسی رنگ دے رہے ہیں۔ چوہدری شجاعت حسین نے علمائے کرام سے کہا کہ وہ اپنی پیش کردہ تجاویز

وضاحت کے ساتھ شق وار بریف کریں، تا کہ ہم انہیں اپنے مسوّدے میں شامل کرنے پر غور کرسکیں، تا کہ ہماری رہنمائی ہوسکے۔ اس پر علمائے کرام نے نکتہ بہ نکتہ تفصیلات پیش کیں۔ چوہدری شجاعت حسین نے علمائے کرام کو اپنا وہ نجی بِل جو انہوں نے گزشتہ ماہ قومی اسمبلی میں خواتین کے حقوق کی حفاظت کے لئے پیش کیا تھا، اس کی نقول پیش کیں، اس مسوّدے میں خواتین کی وراثت کے معاملات، قرآنِ حکیم سے شادی، عورتوں کی خرید وفروخت، انہیں زبردستی بوڑھوں سے بیاہ دینے اور دیگر نامناسب سماجی رُسوم کے قلع قمع کے لئے قانون سازی کی تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ انہوں نے علمائے کرام سے اِستدعا کی کہ وہ مسوّدے کا مطالعہ کریں اور اگر ان کے پاس اسے مزید بہتر بنانے کے لئے آراء اور تجاویز ہوں تو وہ انہیں جلد از جلد پیش کریں، کیونکہ پاکستان مسلم لیگ اور موجودہ حکومت خواتین کے مفادات اور حقوق کو یقینی بنانے کے لئے ہر ممکن اقدام کرنے کا عزم رکھتی ہے اور اس کی خواہش ہے کہ اس سلسلے میں معاملات کو اِفہام وتفہیم کے ساتھ آگے بڑھایا جائے۔ چوہدری شجاعت حسین نے خیال ظاہر کیا کہ یہ مذہبی معاملہ تھا، جسے سیاسی مسئلہ بنادیا گیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ اس سلسلے میں معاملات کو اِفہام وتفہیم کے ساتھ آگے بڑھایا جائے۔ ایک سوال پر چوہدری شجاعت نے وضاحت کی کہ علمائے کرام سے مشاورت کو بعض عناصر اِسلامی نظریاتی کونسل کے متبادل اور پارلیمنٹ سے بالاتر کسی کمیٹی کا رنگ دینے کی کوشش کررہے ہیں جو کہ سراسر غلط ہے۔ پاکستان مسلم لیگ نے جید علمائے کرام کے ساتھ جس میں

تمام مکتبہ فکر کی نمائندگی شامل ہے اور اسلامی جذبے کے تحت مشاورت کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔

این این آئی کے مطابق مولانا محمد تقی عثمانی نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ چوہدری شجاعت حسین نے ہماری تجویز سے اتفاق کیا ہے۔ مجلس تحفظ حدود اللہ کے ترجمان مولانا محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ چوہدری شجاعت حسین نے پوری طرح غور کا یقین دلایا ہے اور ۹ر دسمبر تک دوبارہ اجلاس ہوگا۔ اجلاس کے دوران دو تجاویز زیرِ غور آئیں کہ شرعی عدالت کا راستہ اختیار کیا جائے یا پارلیمنٹ میں ترمیم کے ذریعے بِل دُرست کیا جائے۔ پہلے ہم نے یہ طے کرنا ہے کہ یہ بل غیر اِسلامی ہے یا نہیں، حکومت نے ۱۹۷۹ء کے حدود بِل کو عدالت میں چیلنج نہیں کیا، بلکہ حکومت نے ترمیم کا راستہ اختیار کیا ہے، ہمارا کوئی سیاسی ایجنڈا نہیں۔

این این آئی کے مطابق صحافیوں نے جسٹس (ر) مفتی تقی عثمانی سے سوال کیا کہ کیا علمائے کرام کا وفد صدرِ مملکت سے ملے گا؟ تو انہوں نے کہا کہ علمائے کرام نے چوہدری شجاعت حسین سے کہا کہ صدرِ مملکت کے سامنے علماء اپنا موقف واضح طور پر پیش کرنا چاہتے ہیں، تاکہ وہ یک طرفہ فیصلے نہ کریں اور تحفظ حقوقِ نسواں بل پر علماء کا موقف سن لیں۔ لیکن چوہدری شجاعت حسین نے کہا کہ وہ صدر سے ملاقات نہیں کراسکتے، تاہم ہمیں چوہدری شجاعت حسین سے توقع ہے کہ وہ دِینی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں، ملک و قوم اور سیاسی مستقبل کے لئے ۳۱ر دسمبر تک وعدہ پورا کرنے کی کوشش کریں گے، ہماری

دُعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ علمائے کرام کے وفد نے چوہدری شجاعت حسین کو جو تحریر پیش کی، اس میں کہا گیا ہے کہ تحفظ حقوقِ نسواں بِل جو اَب ایکٹ بن چکا ہے، اس میں مندرجہ ذیل باتیں قرآن و سنت کے بالکل خلاف ہیں: ۱:...اس ایکٹ میں زنا بالجبر کی اس حد کو بالکل ختم کردیا گیا جو قرآن و سنت نے مقرّر کی ہے۔ ۲:...''زنا بالرضا'' کی صورت میں اگرچہ حد کو ناقابلِ دست اندازی پولیس بناکر باقی رکھا گیا ہے، لیکن حدود آرڈی نینس کی دفعہ ۲ شق نمبر ۵ کو حذف کرکے صوبائی حکومت کو حد کی سزا میں تخفیف اور رعایت کا جو اِختیار دیا گیا ہے وہ صراحتاً قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ ۳:...قذف آرڈی نینس میں ترمیم کرکے مرد کو جو چھوٹ دی گئی ہے کہ وہ عورت کے مطالبے کے باوجود ''لعان'' کی کارروائی میں شرکت سے انکار کرکے عورت کو معلق چھوڑ دے، یہ حکم بھی قرآن و سنت کے واضح اَحکام کے خلاف ہے۔ ۴:...قذف آرڈی نینس میں مذکورہ ترمیم کا وہ حصہ بھی قرآنِ کریم کے خلاف ہے، جس میں عورت کو رضاکارانہ اِقرارِ جرم کے باوجود سزا سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ یہ چار باتیں واضح طور پر قرآن و سنت کے خلاف ہیں، ان کے علاوہ مندرجہ ذیل باتیں اگرچہ ضابطۂ کار سے تعلق رکھتی ہیں، لیکن ان کے نتیجے میں فحاشی کے مجرموں کو جو تحفظ دیا گیا ہے وہ اسلامی اَحکام کی رُوح کے خلاف ہے۔ ۵:...زنا کو چاہے وہ قابلِ حد ہو یا قابلِ تعزیر، ناقابلِ دست اندازی پولیس قرار دینا اور مستغیث کو پابند کرنا کہ وہ اپنے ساتھ لازماً چار یا دو گواہ لے کر جائے، ورنہ اس کی شکایت قابلِ سماعت نہ ہوگی۔

۶:...عدالتوں پر یہ پابندی عائد کرنا کہ شہادت کے مطابق مختلف جرائم سامنے آنے پر وہ دُوسرے جرائم میں سزا نہیں دے سکتیں، یہ مجرموں کی حوصلہ افزائی ہے۔‘‘

(روزنامہ ’’جنگ‘‘ کراچی ۴؍دسمبر ۲۰۰۶ء)

ہمارے خیال میں اگر اَربابِ اِقتدار اس بِل کو اپنی اَنا کا مسئلہ نہ بنائیں ...اور یقیناً انہیں دِینی معاملات میں اپنی اَنا کو آڑے نہیں آنے دینا چاہئے...تو کوئی بات نہیں کہ یہ مسئلہ حل نہ ہو۔

بہرحال ہم علمائے کرام اور پاکستانی عوام سے عرض کریں گے کہ وہ ذاتی اغراض اور مفادات سے بالاتر ہوکر اس مسئلے کو سنجیدگی سے اُٹھائیں اور اس کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کرنے کا عہد کریں، تو کوئی وجہ نہیں کہ اربابِ اِقتدار عوام کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کے سامنے گھٹنے نہ ٹیک دیں۔

اسی طرح ہم اربابِ اِقتدار کے مسلمان وزیروں، مشیروں اور اَرکانِ اسمبلی سے بھی درخواست کریں گے کہ وہ اس غیراِسلامی بِل کو تحفظ دے کر غضبِ اِلٰہی کو دعوت نہ دیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ’’ختمِ نبوّت‘‘ کراچی، ج:۲۵ ش:۴۷)

بنیادی انسانی حقوق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

بلاشبہ پاکستان دِین، مذہب اور اِسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا، بلکہ متحدہ ہندوستان کی تقسیم اور ہندوستان سے انگریز بہادر کی روانگی و رُخصتی بھی مذہب کی برکت سے وجود میں آئی۔ اس سے ذرا آگے کے حالات کا جائزہ لیجئے! تو صاف نظر آئے گا کہ ہندوستان سے مسلم اقتدار کا خاتمہ بھی دِین و مذہب سے برگشتگی اور مسلم حکمرانوں کی مذہب سے دُوری کی نحوست کا شاخسانہ تھا، ورنہ جب تک ہندوستان کے مسلم حکمرانوں اور مسلم آبادی کا دِین و مذہب سے والہانہ لگاؤ اور تعلق رہا، کسی سازشی عنصر کو ان کے دِین و مذہب کے خلاف لب کشائی اور ان کی حکومت و اِقتدار کو میلی آنکھ سے دیکھنے کی جرأت نہ تھی۔

لیکن جیسے جیسے مسلمانوں کی دِین و مذہب پر گرفت ڈھیلی پڑتی گئی، سازشی عناصر مختلف حیلوں اور بہانوں سے ان میں گھس کر سازشیں کرنے لگے۔ تاآنکہ ہندوستان پر سے مسلمانوں کی کئی سو سالہ حکومت و اِقتدار کا سورج غروب ہوگیا، یوں کل تک ہندوستان پر حکومت کرنے والے مسلمان آج کے محکوم ہوگئے۔ ان حالات میں کون ایسا ہوگا جس کو اپنی عظمتِ رفتہ کی بحالی، اپنی مظلومیت ومقہوریت، اپنی توہین وتذلیل کا احساس اور دُکھ درد نہ ہوگا...؟

اگر اس تناظر اور پس منظر میں دیکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ ۱۸۵۷ء

کی جنگِ آزادی، تحریکِ شہیدین اور تحریکِ ریشمی رومال اسی مذہب پسندی اور دِین دوستی کی زندہ و تابندہ مثالیں ہیں، جن کی برکت سے انگریز مخالفت کے جذبات کو اُبھار کر مذہب پرستوں نے اسلام دُشمنوں کا ہندوستان میں جینا دوبھر کردیا، تا آنکہ اِستخلاصِ وطن اور قیامِ پاکستان کی تحریک نے زور پکڑا، انگریز ہندوستان سے رُخصت ہوا اور پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔

معلوم نہیں وہ لوگ احمقوں کی کس جنت میں رہتے ہیں؟ جو اپنی گز گز کی زبانوں سے یہ کہتے نہیں تھکتے کہ:

> ''پاکستان کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو راجوں، مہاراجوں اور جاگیرداروں نے مذہب کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے ہمیشہ استعمال کیا ہے، لیکن وہ مولوی کو برابر کا درجہ نہیں دیا کرتے تھے۔''

(روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۹؍مئی ۲۰۰۷ء، ادارتی صفحہ، کالم نذیر ناجی)

بھلا ان عقل مندوں سے کوئی پوچھے کہ پاکستان میں کب راجوں اور مہاراجوں کی حکومت تھی؟ اور انہوں نے کب اور کس مذہب کے لئے مولوی کو اِستعمال کیا تھا؟ اور کس مولوی نے راجوں اور مہاراجوں سے مذہب میں ہم آہنگی کا مطالبہ کیا؟ اور انہوں نے ان کو برابر کا درجہ نہیں دیا؟ گستاخی معاف! کیا ہم پوچھ سکتے ہیں کہ بانیٔ پاکستان جناب محمد علی جناح ہندو تھے؟ راجے تھے؟ یا مہاراجے؟ جنہوں نے حکیم الاُمت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کی خدمات حاصل کی تھیں اور قیامِ پاکستان میں ان سے مدد حاصل کی تھی، اور مغربی و مشرقی پاکستان میں ان سے جھنڈے لہروائے تھے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ قراردادِ مقاصد حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پیش کی تھی؟ بتلایا جائے کہ اس کو کیا نام دیا جائے گا؟ اور اس کی منظوری دینے

والوں کو کس خطاب سے نوازا جائے گا؟ راجوں، مہاراجوں اور انگریزوں کے بوٹ پالش کرنے والے مولوی تھے؟ یا نام نہاد روشن خیال، ترقی پسند؟ اسی طرح ان کے ساتھ گٹھ جوڑ کرنے والے مذہب بیزار لکھے پڑھے تھے یا ''تنگ نظر'' اور ''مذہبی شدّت پسند مولوی''؟ اگر مولوی دِین و مذہب کے معاملے میں ان سے صلح کرلیتا تو سکھوں، ہندوؤں اور انگریزوں سمیت تمام اسلام دُشمن قوّتیں ان کے خلاف صف آرا کیوں ہوتیں؟ آج دُنیا بھر میں مولوی کی مخالفت کیوں ہوتی؟ اگر مولوی اسلام دُشمنوں کے مقاصد کے لئے استعمال ہوتا تو ایک ایک دن میں پانچ پانچ سو علماء کو سولی کیوں دی جاتی؟ اگر مولوی بھی انگریزوں کی حمایت میں جہاد کی منسوخی کا فتویٰ دے دیتا یا انگریزی مشینری کا کل پرزہ بن جاتا تو اسے گوانتاناموبے کیوں بھیجا جاتا؟ اسے دُنیا بھر میں گالی کا درجہ کیوں دیا جاتا؟ اگر مولوی صلح کل ہوتا تو تمام اخبارات کے دریدہ دہن کالم نگار اور سمعی، بصری میڈیا اس کی کردارکشی پر اپنی قوّتیں کیوں صَرف کرتے؟ اگر مولوی بھی دُنیاوی مفادات اور چند روزہ عیش پرستی کو پیشِ نظر رکھتا تو نذیر ناجی جیسے روشن خیال کو اس کے خلاف کاغذ سیاہ کرنے کی ضرورت ہی کیوں پیش آتی...؟

بلاشبہ اپنی اپنی قسمت اور مقدّر ہے کہ کچھ لوگ اگر خواہی و ناخواہی اسلام اور مولوی کی مخالفت میں استعمال ہورہے ہیں تو بہرحال مولوی اسلام، اسلامی اقدار اور دِین و مذہب کے نام پر گالیاں کھارہا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ مولوی کے لئے کسی اِعزاز سے کم نہیں کہ آج تک اگر فرعون، ہامان، شداد، نمرود سے لے کر ابوجہل و ابولہب اور ان کے جانشینوں تک اَعیانِ کفر نے اپنی رَوِش نہیں بدلی تو مولوی نے بھی اپنے اکابر، اسلاف حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے نام لیواؤں کے طرزِ عمل سے ذرّہ بھر پیچھے ہٹنے کو برداشت نہیں کیا، اگر اَعیانِ کفر، دِین و مذہب، اسلام اور پیغمبرِ اِسلام کے خلاف زہر اُگلنے کو اپنی کامیابی سمجھتے آئے ہیں تو مولوی بھی اپنے اسلاف کی سنت پر عمل کرتے ہوئے دِین، مذہب، ملت، اسلام اور اِسلامی اقدار کی

پاسداری میں گالیاں کھا کر بھی کبھی بدمزہ نہیں ہوا۔

روزنامہ ''جنگ'' کے کالم نگار جناب نذیر ناجی صاحب کے اس حقیقت پسندانہ مگر غیر اِختیاری اِعتراف پر ہمیں بے حد خوشی اور مسرّت ہے کہ مولوی اور مذہب پرست طبقہ اپنی مساعی میں سوفیصد کامیاب و کامران ہے اور اس قدر مخالفت و عداوت کے باوجود آج بھی مولوی ایسا بااَثر اور وسائل سے عاری مٹھی بھر اس کی جماعت آج بھی ایسی طاقتور ہے کہ ناجی صاحب یہ لکھنے پر مجبور ہوگئے:

> ''سوشلزم کے نام پر ووٹ لینے والے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم نے پہلی مرتبہ مذہب کی بنیاد پر ایک گروہ کو بنیادی شہری حقوق سے محروم کرنے والی آئینی ترمیم منظور کی۔''
>
> (روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۹؍مئی ۲۰۰۷ء، ادارتی صفحہ)

قطع نظر اس کے کہ اس آئینی ترمیم سے کسی جماعت یا گروہ کو شہری حقوق سے محروم کیا گیا ہے یا نہیں؟ بہرحال موصوف کے اس ارشاد سے اتنا واضح ہوجاتا ہے کہ یہ آئینی ترمیم مولوی کی قوّت اور اس کے دباؤ سے منظور ہوئی تھی۔

تاہم یہ بات بھی موصوف کے پیشِ نظر رہنی چاہئے کہ اگر وہ مسلمان ہیں یا ان کو قرآن و سنت سے کوئی علاقہ اور تعلق ہے، تو ان کو معلوم ہوگا کہ قرآنِ کریم کی ایک سو سے زائد آیات اور دو سو سے زائد احادیثِ مبارکہ اس پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے آخری نبی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبوّت کا دعویٰ کرے، وہ کافر و غیر مسلم ہے، اس کا اسلام اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔

اب اگر کوئی شخص قرآن و حدیث کے خلاف دعویٔ نبوّت کرے اور اپنے تئیں ...نعوذ باللہ... حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سمیت تمام انبیائے کرام علیہم السلام سے افضل و برتر کہے، اور مسلمانوں کے جذبات سے کھیلے، قرآن و سنت، اسلامی اقدار اور

شعائرِ اِسلام کا مذاق اُڑائے، بتلایا جائے اس کو اور اس کے ماننے والوں کو اس غلیظ اور گھناؤنے کردار سے روکنا بھی بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے؟

اگر یہ بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے تو بتلایا جائے کہ اُمتِ مسلمہ کے بھی کوئی حقوق ہیں یا نہیں؟ کیا مسلمانوں کے سامنے ان کی مقدس شخصیات کی توہین و تنقیص کرنا، ان کو گالیاں دینا، ان کو بُرا بھلا کہنا، ان کو حرامی، ولد الزنا کہنا، ان کے مردوں کو جنگل کے سوَر اور ان کی خواتین کو کتیاں کہنا، بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں؟ اگر نہیں، تو بتلایا جائے کہ بنیادی انسانی حقوق صرف انگریزوں، ان کے غلاموں اور ان کے نمک خواروں کے ہیں...؟

کیا محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں اور اُمتِ مسلمہ کے کسی قسم کے کوئی بنیادی حقوق نہیں؟ اگر خدانخواستہ کوئی شخص بانیٔ پاکستان جناب محمد علی جناح کو گالیاں دیتا ہو اور ان کی گستاخی کرتا ہو اور حکومت و قانون اس کے خلاف حرکت میں آئے تو جناب ناجی صاحب ہی فرمائیں کہ آنجناب ایسے شخص کے حق میں اور حکومت و قانون کے خلاف بھی اپنی زبان و قلم کو حرکت دیں گے؟ اور یہ فرمائیں گے کہ یہ بنیادی حقوق کی خلاف ورزی ہے؟ یا یہ مذہب پرستی اور شدّت پسندی ہے...؟

ناجی صاحب! اگر آپ مسلمان ہیں، تو آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا نہیں، بلکہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وکیل و ترجمان کا کردار ادا کرنا چاہئے، اور اگر خدانخواستہ آپ اسلام سے باغی ہیں اور دِین و مذہب سے آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے، تب بھی عقل و شعور کا تقاضا ہے کہ آپ حقائق کا اعتراف کریں، کیونکہ بنیادی انسانی حقوق کی ایک حد ہے، بلاشبہ اس حد تک ہر اِنسان کو ان میں آزادی کا حق حاصل ہے، لیکن جہاں کسی کی آزادی سے دُوسرے کی آزادی میں خلل واقع ہونے لگے، یا اس کے حقوق پامال ہونے لگیں تو وہاں اس پر پابندی لگانا عین عدل و انصاف ہے۔ مثلاً اپنے گھر میں آپ کو آزادی حاصل ہے، آپ جو چاہیں کریں، لیکن

اگر آپ باہر نکل کر ننگے ناچنا چاہیں یا کسی کو گالیاں دینا چاہیں تو مہذب دُنیا کا کوئی فرد اس کو برداشت نہیں کرے گا۔

بہرحال ناجی صاحب! دُنیا اور دُنیا کے مفادات ایک نہ ایک دن ختم ہوجائیں گے اور ہمیں زندگی بھر کے لمحے، لمحے کا حساب دینا ہوگا، ہماری زبان وقلم سے جو کچھ نکلا ہے، ہمیں اس کا بھی حساب دینا ہوگا، کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری یہ تحریریں ہمارے گلے کا طوق ثابت ہوں اور ہمیں بھی ان لوگوں کی ہم نوائی میں ان کے ساتھ کردیا جائے جو آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی تھے، یا ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْأَبْصَار...!

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۶ ش:۲۳، ۲۸/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۸ھ)

فرقہ واریت کو ہوا دینے کی چال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

قارئین کو یاد ہوگا آج سے تین ماہ قبل ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ کے شمارے میں ہم نے ”فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے کی سازش“ کی نشاندہی کرتے ہوئے اس خدشے کا اظہار کیا تھا کہ حالات، واقعات اور آثار و قرائن بتلاتے ہیں کہ مملکتِ خداداد پاکستان کو فرقہ واریت کی بھٹی میں جھونکنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

چنانچہ اس کے کچھ ہی دنوں بعد اچانک اور ایک دم پاراچنار کے شیعہ سنی فسادات پھوٹ پڑے، اخبارات اور ذرائع ابلاغ شاہد ہیں کہ ان فسادات کے نتیجے میں بھاری جانی اور مالی نقصان ہوا۔

وہ تو خدا کا شکر ہے کہ اس آگ و خون کے کھیل نے دُوسرے علاقوں کا رُخ نہیں کیا، یا پھر ہر دو طبقات ...شیعہ، سنی... کے ذی فہم زعماء نے اس سازش کا بروقت اِدراک کرتے ہوئے اس کو مزید آگے نہیں بڑھنے دیا، بلاشبہ اس وقت اگر شیعہ سنی طبقات حلم و تحمل اور عقل و شعور کا مظاہرہ نہ کرتے تو پاراچنار سے اُٹھنے والی فرقہ واریت کی آگ پورے ملک کو اپنے لپیٹ میں لے سکتی تھی۔

بہرحال بڑی مشکل سے شیعہ سنی فسادات کی یہ آگ ٹھنڈی ہوئی تھی کہ کراچی میں محبت و اُخوت اور امن و بھائی چارے سے رہنے والے پُراَمن شہریوں کو چیف جسٹس کے نام پر نہ صرف دست و گریبان کردیا گیا، بلکہ کراچی کے کوچہ و بازار کو

میدانِ کارزار بنادیا گیا، اور دیکھتے ہی دیکھتے ۴۵ سے ۵۰ معصوم شہریوں کو خاک وخون میں تڑپا کر موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

جن لوگوں نے براہِ راست یا بالواسطہ ۱۲رمئی ۲۰۰۷ء کے فسادات کے بھیانک مناظر دیکھے یا سنے ہیں، وہ بتاتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا تھا، جیسے کسی منظّم سازش کے تحت لسانیت کو ہوا دینے کی کوشش کی جارہی تھی۔

یہی وجہ ہے کہ ۱۲رمئی ۲۰۰۷ء کے سانحے کے بعد اس کا شدید اندیشہ اور خدشہ پیدا ہوگیا تھا کہ کراچی میں کہیں دوبارہ لسانی فسادات نہ پھوٹ پڑیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے پاکستان بھر کے مسلمانوں اور بالخصوص کراچی کے باشعور شہریوں کو، جنہوں نے دُشمن کی اس سازش کا بروقت اِدراک کرتے ہوئے اسے ناکام بنادیا۔

۱۲رمئی ۲۰۰۷ء کے جگرخراش سانحے کے زخم ابھی مندمل نہیں ہوئے تھے کہ فرقہ واریت کی ایک نئ سازش کے تانے بانے شروع ہوگئے۔ خدا کرے کہ مسلمان اس بار بھی اس خطرناک صورتِ حال سے دامن بچانے میں کامیاب ہوجائیں۔

بلاشبہ شیعہ سنی فسادات ہوں یا لسانی وعصبی نزاع، ہر دو نہایت حساس معاملات ہیں، اسلام دُشمن قوّتوں کا خیال تھا کہ اس بارود کو صرف آگ دِکھانے کی ضرورت ہے، پورا ملک اس کے شعلوں کی لپیٹ میں آجائے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے کرم اور مسلمانوں کے حلم وتحمل نے اس سازش کو ناکام بنادیا۔

اب تیسرے درجے میں دُشمن نے سانحہ نشتر پارک کے نام پر مسلمانوں کو آپس میں لڑانے اور دست وگریبان کرنے کی سازش کا جال بچھایا ہے تاکہ: ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' کی پالیسی پر سہولت سے عمل کیا جاسکے۔

چنانچہ ۱۳رجون ۲۰۰۷ء کے روزنامہ ''اُمت'' کراچی کے صفحۂ اوّل کی سب سے اُوپر والی تین کالمی خبر میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ: ''سانحۂ نشتر پارک کا خودکش حملہ آور لشکرِ جھنگوی کا محمد صدیق تھا۔''

خبر کا متن اگرچہ طویل ہے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پورے مندرجات قارئین کے سامنے آجائیں، اس لئے روزنامہ ''اُمت'' کی خبر ملاحظہ ہو:

''کراچی (رپورٹ: آصف سعود) اہم ذرائع کا دعویٰ ہے کہ کراچی میں نشتر پارک میں خودکش بم دھماکہ مانسہرہ کے محمد صدیق نے کیا تھا، خودکش حملہ آور کالعدم لشکرِ جھنگوی کا دہشت گرد تھا اور اس نے مفتی الیاس کے کہنے پر حملہ کیا تھا۔ تحقیقاتی اداروں نے خودکش حملہ آور کے اہلِ خانہ کو حراست میں لے لیا ہے، جبکہ خودکش حملہ آور کا ایک ساتھی سی آئی ڈی پولیس کی تحویل میں ہے، حملہ آور کے مزید چار ساتھیوں کی تلاش جاری ہے۔ تفصیلات کے مطابق انتہائی باخبر ذرائع نے انکشاف کیا ہے کہ ۱۱/اپریل ۲۰۰۶ء کو نشتر پارک میں ہونے والے خودکش حملے میں ملوّث حملہ آور کی شناخت محمد صدیق ولد اِسرائیل کے نام سے ہوئی ہے۔ ذریعے کا کہنا ہے کہ خودکش حملہ آور کا مستقل پتا محلّہ سیری کماشی محلّہ کماشیاں تحصیل وضلع مانسہرہ ہے، جبکہ اس کا عارضی پتا محلّہ مکان نمبر A-5 کے ایم سی ریکسر، پُرانا گولیمار سیکٹر کراچی ہے، خودکش حملہ آور کے شناختی کارڈ کا نمبر 13503-8734063-7 ہے جبکہ اس کے خاندان کا نمبر VD6N4R ہے، خودکش حملہ آور کی تاریخ پیدائش ۱۰/جنوری ۱۹۸۵ء درج ہے، اور شناختی کارڈ کی تاریخ تنسیخ ۳۰/جون ۲۰۱۵ء ہے۔ اُمت کو ذمہ دار ذریعے نے بتایا کہ خودکش حملہ آور کراچی میں اپنے چچا کے گھر پر رہتا تھا اور جمشید کوارٹر کے علاقے میں ایک مسجد کے باہر دِینی کتابیں فروخت کرتا تھا، ذریعے کا کہنا ہے کہ اس دوران اس کی دوستی کالعدم لشکرِ جھنگوی

کے بعض دہشت گردوں سے ہوئی جو اسے اپنے ہمراہ تبلیغ پر لے جانے کا کہہ کر لے گئے، ذریعے کا کہنا ہے کہ خودکش حملہ آور محمد صدیق اکثر تبلیغ پر جانے کا کہہ کر جاتا تھا اور چار سے پانچ ماہ تک تبلیغ پر ہی ہوتا تھا، اس دوران اس کا اپنے گھر والوں سے رابطہ نہیں ہوتا تھا، ذریعے کا کہنا ہے کہ جب ایک سال کا عرصہ گزر گیا اور محمد صدیق نے اپنے گھر والوں سے رابطہ نہیں کیا تو مانسہرہ میں اس کے گھر والوں کو تشویش ہوئی اور انہوں نے اس کی تلاش شروع کی، اس دوران تحقیقاتی اداروں کو بھی معلوم ہوا کہ مانسہرہ سے محمد صدیق نامی ایک نوجوان غائب ہے، ذریعے کا کہنا ہے کہ اس دوران تحقیقاتی اداروں نے علامہ حسن ترابی قتل کیس میں اہم ملزمان کو گرفتار کیا، جس سے علامہ حسن ترابی پر خودکش حملہ کرنے والے کی شناخت ہوئی، ذریعے کا کہنا ہے کہ اس دوران تحقیقاتی اداروں نے گرفتار ملزمان سے پوچھ گچھ کی جس پر ایک ملزم نے بتایا کہ مفتی الیاس سانحہ نشتر پارک کے حوالے سے معلومات رکھتا ہے اور اس کا ایک ساتھی رحمت خان ہے جو کراچی میں کلفٹن کے علاقے میں ٹائر کی دُکان پر کام کرتا ہے، جس پر تحقیقاتی اداروں نے اس کی نگرانی کی اور اسے حراست میں لے لیا، تاہم اس نے تحقیقاتی اداروں کو بتایا کہ نشتر پارک میں خودکش حملہ کرنے والے کا نام محمد صدیق ہے اور اسے اس کے گھر اورنگی ٹاؤن میں بارودی جیکٹ پہنائی گئی تھی، تحقیقاتی اداروں کو اس نے مزید بتایا کہ محمد صدیق کا برین واش قاری عابد عرف اقبال نے کیا تھا جبکہ اس کے ہمراہ مفتی الیاس، محمد خالد خان عرف ابرار اور رحیم اللہ عرف علی حسن تھے، تحقیقاتی

اداروں کی ایک ٹیم نے مانسہرہ میں محمد صدیق کے گھر پر چھاپا مارا اور اس کے بھائی محمد رفیق اور دیگر کو حراست میں لے لیا اور ان سے معلومات حاصل کیں، انہوں نے بتایا کہ محمد صدیق ایک سال سے لاپتا ہے اور انہیں کالعدم لشکرِ جھنگوی کے ایک ذمہ دار نے بتایا ہے کہ وہ افغانستان میں شہید ہوگیا ہے، لیکن ہمیں تسلی نہیں ہے۔ جب محمد صدیق کے اہلِ خانہ کو نشتر پارک میں خود کش حملہ کرنے والے سر کی تصویر دِکھائی گئی تو اس کے بھائی نے اسے شناخت کرلیا جس کے بعد تحقیقات مزید آگے بڑھی، تحقیقاتی اداروں نے خودکش حملہ آور کے مزید ساتھیوں کو گرفتار کرنے کی منصوبہ بندی کی اور رحمت خان کو منصوبے کے تحت چھوڑ دیا، تاکہ وہ اپنے ساتھیوں سے رابطے کرے، اس دوران رحمت خان پر متعلقہ تحقیقاتی اداروں کی واچ تھی لیکن اچانک ہی رحمت خان کو سی آئی ڈی سندھ پولیس نے گرفتار کرلیا اور تحقیقاتی اداروں کی جانب سے خودکش حملہ آور کے دیگر ساتھیوں کو گرفتار کرنے کی منصوبہ بندی منتشر ہوگئی۔ ذریعے کا کہنا ہے کہ تحقیقاتی اداروں نے رحمت خان سے جو معلومات حاصل کیں اس کے مطابق خودکش حملہ آور کو مفتی الیاس اور قاری عابد نے تیار کیا تھا، سی آئی ڈی سندھ کی ریڈ بک کے مطابق مفتی الیاس عرف جمال ولد گل زریں ہے، اس کی عمر ۳۵ سال اور قد پانچ فٹ گیارہ انچ ہے، وہ پشتو اور اُردو زبان بولتا ہے جبکہ اس کی ظاہری شناخت یہ ہے کہ وہ سگریٹ زیادہ پیتا ہے، سی آئی ڈی سندھ کی ریڈ بک میں لکھا ہے کہ مفتی الیاس لشکرِ جھنگوی کا انتہائی خطرناک اور متحرک دہشت گرد ہے جبکہ وہ علامہ حسن ترابی پر خودکش حملے

میں بھی ملوّث ہے۔ صوبہ سندھ، سرحد اور پنجاب میں اپنا نیٹ ورک چلا رہا ہے اور اس وقت لشکرِ جھنگوی پاکستان کا امیر ہے۔ سی آئی ڈی سندھ کی ریڈ بک میں مفتی الیاس کا ایڈریس سکنہ براسہرائی بڈھ بیر معرفت عرفان اللہ (بھائی) دُکان اسپئیر پارٹس خطاب گل مارکیٹ، مین روڈ بڈھ بیر پشاور درج ہے۔ جبکہ قاری عابد اقبال ولد ولی جان کا سی آئی ڈی سندھ کی ریڈ بک میں ایڈریس سکنہ مکان نمبر ۴۲۰ بنارس کالونی، ٹمبر مارٹ، اورنگی ٹاؤن درج ہے۔ ریڈ بک میں قاری عابد اقبال کی عمر ۲۵ سال اور قد ۵ فٹ ۵ انچ درج ہے، ملزم حافظِ قرآن ہے۔ سی آئی ڈی سندھ کی ریڈ بک کے مطابق ملزم کا تعلق کالعدم لشکرِ جھنگوی سے ہے، سی آئی ڈی کی ریڈ بک کے خصوصی اطلاع کے خانے میں درج ہے کہ قاری عابد اقبال اپنے گھر پر سپاہ صحابہ کے لڑکوں کو شیعہ حضرات کے خلاف اُکساتا ہے اور فتویٰ جاری کرتا ہے اور وہ مالی طور پر مستحکم ہے اور رحیم اللہ عرف نعیم کا بہت قریبی ساتھی ہے، اورنگی ٹاؤن تھانہ بم دھماکا کیس میں ملوّث ہے۔ سی آئی ڈی کی ریڈ بک کے مطابق رحیم اللہ عرف نعیم عرف علی حسن ولد ولایت خان قوم اچکزئی ہے، اس کا سکنہ گلی نمبر ۳، شہزاد سینما، قصبہ کالونی اورنگی ٹاؤن کراچی ہے، ریڈ بک میں اس کی عمر ۳۵ سال اور قد پانچ فٹ آٹھ انچ ہے، ریڈ بک کے مطابق رحیم اللہ عرف نعیم کالعدم لشکرِ جھنگوی کا کارکن ہے۔ سی آئی ڈی سندھ کی ریڈ بک میں درج ہے کہ رحیم اللہ نے علامہ حسن ترابی پر خودکش حملہ کرنے والے کو گاڑی میں جائے وقوعہ پر چھوڑا تھا اور وہ لال رنگ کی کار میں گیا تھا جبکہ اس کا ساتھی سلطان محمود جو کہ گرفتار

ہے اس نے خودکش حملہ آور کو نیپا چورنگی پر رحیم اللہ کے حوالے کیا تھا۔ رحیم اللہ بھی اورنگی ٹاؤن تھانے میں ہونے والے بم دھماکے کے کیس میں ملوّث ہے۔سی آئی ڈی سندھ کی ریڈ بک کے مطابق ملزم خالد خان عرف ابرار ولد محمد یوسف خان قوم شیراکی کا پتا سکنہ گاؤں مزید خیل شیرکی ڈاک خانہ درہ بازار تحصیل وضلع کوہاٹ گاؤں بڑیاں درج ہے، جبکہ محمد خالد خان کی عمر ۲۴ سال اور قد ۵ فٹ ۶ انچ درج ہے، اور وہ اُردو اور پشتو زبان جانتا ہے،سی آئی ڈی سندھ کی ریڈ بک کے مطابق ملزم کا تعلق کالعدم لشکرِ جھنگوی سے ہے اور اس نے علامہ حسن ترابی پر حملے کے لئے خودکش حملہ آور کو تیار کیا اور بارود کی جیکٹ فراہم کی تھی، ملزم حضرت علی کا قریبی ساتھی ہے، حضرت علی درہ آدم خیل میں بم دھماکے میں ہلاک ہوگیا تھا۔ اُمت کو ذریعے نے بتایا کہ جس وقت اس کے گھر اورنگی ٹاؤن میں خودکش حملہ آور محمد صدیق کو بارودی جیکٹ پہنائی جارہی تھی اس وقت ملزمان کے ایک ساتھی رحیم اللہ نے نشتر پارک میں خودکش حملہ کرنے کی مخالفت کی تھی لیکن اس کی ایک نہ سنی گئی اور خودکش حملہ آور کو تیار کرکے بھیج دیا گیا، ذریعے کا کہنا ہے کہ رحمت خان نے بتایا کہ محمد صدیق نے خودکش حملہ کرنے سے قبل اس کے گھر پر قاری الیاس کو ایک خط لکھ کر دیا تھا جس کے ساتھ خودکش حملہ آور کا ایک اور خط بھی تھا اس نے خط میں جو لکھا تھا اس کا متن یہ تھا: ”میں اللہ کی راہ میں جارہا ہوں، میرے لئے مغفرت کی دُعا کرنا اور بالکل پریشان مت ہونا، اگر میرے بارے میں آپ سے کوئی پوچھے تو کہنا کہ وہ افغانستان میں شہید ہوگیا، میں اپنی خوشی اور

رضامندی سے جارہا ہوں اور میرے اُوپر کوئی دباؤ نہیں ہے، میرے بعد میرے لئے رونا مت اور صبر کرنا'' ذریعے کا کہنا ہے کہ مفتی الیاس نے مذکورہ خط تاحال خودکش حملہ آور محمد صدیق کے گھر والوں کو نہیں دیا ہے، ذریعے کا کہنا ہے کہ زیرِ حراست رحمت خان نے بتایا کہ محمد صدیق نے کہا تھا کہ یہ خط اور پرس میری بہن کو دے دینا۔ اُمت کو ذمہ دار ذریعے نے بتایا ہے کہ تحقیقاتی اداروں نے خودکش حملہ آور کا ڈی این اے ٹیسٹ کرالیا ہے۔ ذریعے کا کہنا ہے کہ خودکش حملہ آور محمد صدیق کے بعض دوستوں کو بھی حراست میں لے لیا گیا ہے، جن کے نام صیغۂ راز میں رکھے جارہے ہیں۔ ایک اہم ذریعے کا کہنا ہے کہ تحقیقاتی ادارے نے زیرِ حراست رحمت خان کو اپنی تحویل میں لے لیا ہے اور اس سے دوبارہ تفتیش کا آغاز کردیا ہے۔''

(روزنامہ ''اُمت'' کراچی ۱۳ر جون ۲۰۰۷ء)

بلاشبہ اس خبر کے مطالعے سے ایسا محسوس ہوتا ہے، جیسے اس خبر اور رپورٹ کے مرتبین چشمِ بددُور قدم بہ قدم ''مجرموں'' کے ساتھ تھے، یا خدانخواستہ وہ بھی اس پلان اور منصوبہ بندی میں برابر کے شریک تھے۔

جن لوگوں کی ملکی حالات، واقعات اور سمعی، بصری میڈیا پر نظر ہے اور وہ چشمِ بینا کے ساتھ ساتھ دِلِ دانا بھی رکھتے ہیں، ان کو اس کا اندازہ ہوگا کہ یہ مقفع مسجع رپورٹ بھی حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ، حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ، حضرت مولانا ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ، حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ اور حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن شہیدؒ وغیرہ علمائے حق کے سانحاتِ شہادت کے موقع پر منظرِ عام پر آنے والی رپورٹوں سے کچھ مختلف نہیں،

بلکہ ان کے مماثل و مشابہ ہے۔

دیکھا جائے تو یہ رپورٹیں دراصل بیوروکریسی کی دفع الوقتی، انتظامیہ کی کاہلی، سستی، اپنے سر سے بوجھ ہٹانے، معاملے کو سرد خانے کی نذر کرنے، حکومت پر عوام کا اعتماد بحال کرنے اور مقتولین و متأثرین کے پسماندگان کی آنکھوں میں دُھول جھونکنے کی غرض سے مرتب و شائع کی جاتی ہیں، ورنہ کوئی بتلائے کہ اس قدر تفصیلی رپورٹوں کی اشاعت، مجرموں کی نشاندہی اور ان تک پہنچ جانے کے بلند و بالا دعوؤں کے باوجود آج تک ایسی کسی گھناؤنی کارروائی کے مجرموں کو کیفرِ کردار تک کیوں نہیں پہنچایا جاسکا...؟

سوال یہ ہے کہ پندرہ ماہ بعد اس رپورٹ کی اچانک اشاعت کی کیوں ضرورت پیش آگئی؟ اور اب تک یہ ایجنسیاں کہاں تھیں؟ اور ان کی فکر و ہمت کو سانپ کیوں سونگھ گیا تھا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس خودساختہ کارنامے کو دُوسروں کے کھاتے میں ڈال کر ایک بار پھر قوم کو فرقہ واریت کا ایندھن بنانا مقصود ہو...؟

اور سانحہ نشتر پارک کے متأثرین اپنے پیاروں کے خون کے چھینٹے حکومت و بیوروکریسی کے ہاتھوں پر تلاش کرنے کی بجائے دُوسروں کے دامن پر تلاش کرتے ہوئے ان سے دست و گریبان ہوجائیں، اور دُوسری طرف بیوروکریسی اپنی روایتی معصومیت کے اظہار کے ساتھ عوام کو فرقہ پرستی کے نام پر بدنام کرنے میں کامیاب ہوجائے۔

بلاشبہ عوام اور عقل و شعور رکھنے والے تمام شہری اب حکومت اور بیوروکریسی کی ان چالوں کو جان چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اس موقع پر سنی تحریک کے سربراہ ثروت اعجاز قادری نے بیوروکریسی کی اس سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے درج ذیل متوازن بیان دیا:

"کراچی (پ ر) سنی تحریک کے سربراہ ثروت اعجاز

قادری نے کہا ہے کہ من گھڑت تحقیقاتی رپورٹوں سے سانحہ نشتر پارک کے اصل ملزمان کو چھپایا نہیں جاسکتا، انہوں نے کہا کہ سانحہ نشتر پارک کی اصل تحقیقات کو منظرِ عام پر لایا جائے، صدر جنرل پرویز مشرف اور وزیر اعظم شوکت عزیز نے وعدہ کیا تھا کہ سانحہ نشتر پارک کی رپورٹ میں جو بھی پیش رفت ہوگی سنی تحریک کے قائدین کو لمحہ بہ لمحہ آگاہ کیا جائے گا، مگر افسوس ایسا نہیں کیا گیا، انہوں نے کہا کہ الیکشن سے قبل دہشت گردوں کو گرفتار کرکے عوام کے سامنے لایا جائے، ان خیالات کا اظہار انہوں نے کراچی ایئرپورٹ پر اتحاد اہلِ سنت کانفرنس میں اسلام آباد روانگی سے قبل ذمہ داران و کارکنان سے گفتگو کرتے ہوئے کیا، انہوں نے کہا کہ ہمارے شہداء وقائدین کا لہو رنگ لائے گا، اِن شاء اللہ! بہت جلد دہشت گرد اپنے کیفرِ کردار تک پہنچیں گے، انہوں نے کہا کہ من گھڑت ذرائع سے حاصل کردہ تحقیقاتی رپورٹ اخبارات میں شائع کرکے سانحے کے اصل ملزمان کو چھپایا نہیں جاسکتا، انہوں نے کہا کہ الیکشن سے قبل حکومت سانحہ نشتر پارک کے دہشت گردوں کو گرفتار کرکے عوام کے سامنے لائے اور مجرمان کو سخت سے سخت سزا دی جائے، انہوں نے کہا کہ سنی تحریک اتحاد اہلِ سنت کے لئے عملی جدوجہد کررہی ہے، اس سلسلے میں پورے ملک سے علماء و مشائخ مذہبی و سیاسی ہم خیال رہنماؤں سے رابطے تیز کررہے ہیں، کارکنان الیکشن کی تیاریاں شروع کردیں۔‘‘

(روزنامہ ’’جنگ‘‘ کراچی ۱۴؍جون ۲۰۰۷ء ص:۴)

خدا کرے پاکستانی عوام اور باشعور شہری ان سازشی عناصر اور ملکی امن و امان

کے دُشمن افراد کی چالوں کو بھانپ کر دوست و دُشمن کی تمیز کریں اور فرقہ واریت کی آگ کا ایندھن نہ بنیں، ورنہ دُشمن ان کے جذبات سے کھیلتے ہوئے ہمیشہ ان پر ناکردہ گناہوں کا بوجھ ڈال کر ان کو دباتا اور اپنے مقاصد حاصل کرتا رہے گا۔

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ!

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۶ ش:۲۴، ۶/جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ)

شاتمِ رسول رُشدی کی پذیرائی
ملکۂ برطانیہ کا قابلِ نفرت اقدام!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

بلاشبہ جس طرح انسان کی زندگی میں بعض ایسے غیر معمولی اور غیر متوقع حالات، واقعات اور سانحات پیش آتے ہیں کہ اس کے حواس ماؤف ہوجاتے ہیں، اس کی سوچنے، سمجھنے اور بولنے کی قوّت معطل ہوجاتی ہے، وہ گم صم ہوتا ہے، اور اپنے اندر دُکھ، درد، تکلیف اور اَذیت کے اظہار و بیان کی طاقت نہیں رکھتا، ٹھیک اسی طرح بعض اوقات دِین و مذہب کے خلاف کی جانے والی سازشوں، ریشہ دوانیوں، فتنہ سامانیوں، فتنہ پردازیوں اور فتنہ پروَروں کی پیدا کردہ صورتِ حال سے انسان ایسا بے حال ہوتا ہے کہ اس کو کچھ سجھائی نہیں دیتا کہ وہ کیا کرے؟ اور کرے تو کیسے کرے؟

اس تکلیف دہ صورتِ حال سے وہ اس قدر متأثر ہوتا ہے کہ اپنے قلب و جگر کی آزردگی، شکستگی، بے چینی، بے اطمینانی، بے سکونی اور اس سے پہنچنے والی اذیت، تکلیف، اندرونی زخم اور گھاؤ کسی کو دِکھا سکتا ہے اور نہ اس کو اِظہار و بیان کا جامہ پہنا سکتا ہے، ایسے میں زبان و بیان اور قلم و قرطاس بھی اس کی ترجمانی سے قاصر نظر آتے ہیں، وہ اپنے آپ کو دِین، مذہب، خدا، رسول، اپنے اکابر اور مقدس شخصیات بلکہ اپنے ضمیر کا مجرم گردانتا ہے۔

اس کو سمجھ نہیں آتا کہ وہ اس صورتِ حال سے کیونکر عہدہ برآ ہو؟ اور اپنی

ذمہ داریوں کو کیسے نبھائے؟ بلکہ وہ اپنے آپ کو اور اپنی زندگی کو بے مصرف جانتا ہے، اس کا ضمیر اس کو کسی کروَٹ چین نہیں لینے دیتا اور ملامت کرتا ہے کہ تیرے جیتے جی تیرے دِین، مذہب، نبی، رسول، اور مقدس شخصیات پر ناروا اور رکیک حملے کئے جاتے ہیں اور تو اس کا دِفاع نہیں کرسکتا تو تیرے زندہ رہنے کا کیا مصرف ہے؟

دراصل مسلمان اپنی ذات، جان مال، عزّت آبرو، آل اولاد اور خاندان کی حد تک ہر قسم کی توہین و تنقیص برداشت کرسکتا ہے اور اس سلسلے کی ہر قربانی دے سکتا ہے، لیکن اگر اس کے دِین، مذہب، خدا، رسول، مقدس شخصیات اور شعائرِ اِسلام پر کوئی حرف آنے لگے یا ان کی توہین و تنقیص کی جائے تو وہ اس پر کسی قسم کی سودے بازی، نرمی اور مداہنت کا روادار نہیں ہوتا۔

بلاشبہ تجربہ اور مشاہدہ بھی یہی ہے کہ جب کسی شخص کی متاعِ عزیز پر حملہ کیا جائے تو وہ اس کے دِفاع، حفاظت اور صیانت کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہوتا ہے، اس وقت دُنیا وما فیہا سے بے نیاز، اس کا ایک ہی مقصد ہوتا ہے کہ کسی طرح اس کی متاعِ عزیز کی حفاظت و صیانت ہو۔

چنانچہ وہ حملہ آور سے نفرت کے اظہار کے لئے اپنے تمام وسائل بروئے کار لاتا ہے اور اپنی زبان و بیان بلکہ حرکت و سکون سے حملہ آور اور اس کی اس گھناؤنی کارروائی کی قباحت و شناعت کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ دیکھنے اور سننے والے اس کو مجنون و پاگل سمجھتے ہیں، مگر دیکھا جائے تو وہ اس میں معذور ہے، کیونکہ وہ اپنے جذبہ ایمان و اِیقان اور خلوص و اِخلاص کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے۔

جیسا کہ محدث العصر حضرت مولانا سیّد محمد یوسف بنوری قدس سرہٗ، فتنۂ قادیانیت کے خلاف اِمام العصر حضرت مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ کی نفرت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں نے اپنی زندگی میں کسی بزرگ اور عالم کو اس

فتنے پر اتنا دردمند نہیں دیکھا، جتنا کہ حضرت اِمام العصرؒ کو، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ دِل میں ایک زخم ہوگیا ہے، جس سے ہر وقت خون ٹپکتا رہتا ہے، جب مرزا غلام احمد قادیانی کا نام لیتے تو فرمایا کرتے تھے: ''لعین ابن اللعین لعینِ قادیان'' اور آواز میں عجیب درد کی کیفیت محسوس ہوتی، فرماتے تھے کہ: لوگ کہیں گے کہ یہ گالیاں دیتا ہے، فرمایا کہ: ہم اپنی نسل کے سامنے اندرونی دردِ دِل کا اظہار کیسے کریں؟ ہم اس طرح قلبی نفرت اور غیظ و غضب کے اظہار کرنے پر مجبور ہیں، ورنہ محض تردید وتنقید سے لوگ سمجھیں گے کہ یہ تو علمی اختلافات ہیں، جو پہلے سے چلے آتے ہیں۔'' (پیش لفظ، ''خاتم النبییّن'' ص:۲۴)

ٹھیک اسی طرح اس موقع پر ہم ملعون سلمان رُشدی، اس کی شیطانی آیات اور ملکۂ برطانیہ کے اس اقدام کے خلاف اپنی نفرت کے اظہار پر مجبور ہیں اور ہمارے خیال میں دُنیا جہان کی لغات میں ایسے کوئی الفاظ نہیں، جن کے ذریعے ہم ان سے اپنی نفرت کا اظہار کرسکیں، بلکہ دُنیا جہان میں سبّ وشتم کا کوئی لفظ اور نفرت و بیزاری کا کوئی جملہ ایسا نہیں، جس کے استعمال سے ہم سمجھیں کہ ہم نے دُشمنانِ رسول کی گستاخی کا بدلہ چکادیا ہے۔

بلاشبہ ایک ملعون و مردود شخص، حیاباختہ انسان، بلکہ انسان نما درندے اور اُمتِ مسلمہ کے جذبات مشتعل کرنے والے ''لعین ابن اللعین لعینِ برطانیہ'' کو تاجِ برطانیہ کی علم بردار، نام نہاد ملکۂ برطانیہ نے اس کی دِل آزار اور غلیظ کتاب پر ''سر'' کا خطاب دے کر اپنی اسلام دُشمنی کی سابقہ رَوِش کی یاد تازہ کردی ہے، کیونکہ اس سے قبل ملکۂ برطانیہ کے آباء و اجداد نے بھی متحدہ ہندوستان سے ایک ایسے ہی انسان نما بھیڑیے مرزا غلام احمد قادیانی کو مسلمانوں کی دِل آزاری کے لئے کھڑا کیا تھا، بلاشبہ

سلمان رُشدی، اس کی دِل آزار کتاب اور اس پر برطانیہ کی جانب سے نوازشات کی بارش، بھی اسی تاریخی تسلسل کا ایک حصہ ہے۔

ملعون سلمان رُشدی یا بالفاظِ دیگر شیطان رُشدی اور اس کی بدبودار کتاب ''شیطانی آیات'' نا قابلِ تعارف ہیں، اس لئے کہ ان کا تعارف کرانا اپنے قلم و قرطاس کو غلاظت سے ملوّث کرنے کے مترادف ہے۔

پھر یہ بھی ملحوظ رہے کہ تعارف کسی قابلِ ذکر چیز کا کرایا جاتا ہے، غلاظت و گندگی کے کیڑے اور گوبر کے گبریلے کا کوئی تعارف نہیں کرایا کرتا۔

مگر اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ ''لکل ساقطۃ لاقطۃ'' ...ہر گری پڑی چیز کا کوئی نہ کوئی اُٹھانے والا ہوتا ہے... کے مصداق ملعون رُشدی اور اس کی ''شیطانی آیات'' کا بہرحال ایک حلقہ ہے، اس کے چاہنے والوں، اس کی ہمت افزائی اور تحسین کرنے والوں کی ایک بڑی تعداد ہے، اور اس کو داد دینے والوں کے حلقے میں چھوٹے موٹے نہیں، ''بڑے بڑے'' لوگ شامل ہیں، حتیٰ کہ تاجِ برطانیہ اور امریکا ...جیسی سپر طاقت... بھی اس کے مداحوں میں سے ہے، بلکہ اس کو اپنا ترجمان و نمائندہ باور کرتے ہیں۔

اگر آپ کو گٹر کے لال بیگ، غلاظت و گندگی کے کیڑے اور گوبر کے گبریلے کی شکل و شباہت اور تعفن و بدبو سے گھن آتی ہے، یا آپ انہیں دیکھ کر اُبکائی کرنے لگتے ہیں، تو ضروری نہیں کہ دُوسروں کے لئے بھی وہ ایسے ہی قابلِ نفرت ہوں، اس لئے کہ غلاظت خور جانور اور گندگی پسند حیوانات انہیں بہت ہی شوق سے کھاتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح اگر ملعون سلمان رُشدی اور اس کی غلیظ کتاب ''شیطانی آیات'' سے دُنیا بھر کے مسلمانوں، غیر جانب دار اِنسانوں اور اِنصاف پسند غیر مسلموں کو گھن آتی ہے، یا اس کا نام سن کر وہ اپنی ناک پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں، تو بہت

سے غلاظت و گندگی کے دِلدادہ، شرافت و دیانت، تہذیب و تمدن، عقل و شعور سے عاری اور دِین و مذہب کے باغی، نہ صرف ان کو عزیز رکھتے ہیں، بلکہ ملعون رُشدی، اس کی غلیظ سوچ اور اس کی دِل آزار کتاب، ان کے دِل کی آواز اور ذہن و فکر کی ترجمان ہیں۔

قطع نظر اس کے کہ غلاظت و گندگی کا ذکر و تذکرہ لطیف مزاج انسانوں کے لئے سننا اور پڑھنا مشکل ہوتا ہے، کیونکہ غلاظت و گندگی کے تذکرے سے بھی بہرحال ایک قسم کے تعفن اور بدبو کا احساس ہوتا ہے۔

تاہم جس طرح قرآنِ کریم اور دُوسری مقدس کتب میں اعدائے اسلام کا تذکرہ اوران کے سڑے ہوئے عقائد ونظریات کا ذکر کیا گیا ہے، اسی طرح یہاں بھی اُمت کی راہ نمائی کے لئے ملعون رُشدی کی شخصیت، اس کا آبائی پس منظر، اس کی تعلیم وتربیت، فطری جذبات، مذہب بیزاری وغیرہ سے نقاب کشائی کی جاتی ہے۔

سلمان رُشدی یا شیطان رُشدی اصلاً ہندوستانی ہے، وہ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کے مشہور ساحلی شہر بمبئی میں پیدا ہوا، پیدائشی طور پر اس کی طبیعت و سرشت میں شرارت، خباثت، ذہنی آوارگی کے جراثیم تھے۔ ۱۹ سال کا ہوا تو والدین پاکستان منتقل ہوگئے، مگر یہ پھر بھی بمبئی میں رہا، آخر میں برطانیہ منتقل ہوگیا۔ کیمبرج سے گریجویشن کی، برطانوی مادر پدر آزاد ماحول، انگریزی تہذیب وتمدن نے جلتی پر تیل کا کام کیا، تو سلمان رُشدی سو فیصد مذہب دُشمن ہوگیا، اس کی پہلی تصنیف ۱۹۷۵ء میں وجود میں آئی تو اس کی متنازعہ کتاب "Stanic Verses" ...شیطانی آیات.. ۱۹۸۸ء میں منظرِ عام پر آئی۔

ملعون رُشدی نے اپنی اس کتاب میں حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام، خصوصاً اِمام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، حضراتِ صحابہ کرام اور اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف جو زبان استعمال کی ہے، کوئی باغیرت مسلمان

ان کو لکھنا اور سننا گوارا نہیں کر سکتا۔

کتاب اور اس کے مصنف کے خلاف ایک ادنیٰ مسلمان کے کیا جذبات ہیں؟ اس کا ہلکا سا اندازہ قومی اسمبلی کے اسپیکر جناب امیر حسین گیلانی کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے کہ: ''اگر ملعون رُشدی میرے سامنے آجائے تو میں اسے قتل کردوں گا!''

بلاشبہ ہر مسلمان کے اس ملعون اور اس کی دِل آزار کتاب کے بارے میں یہی جذبات ہیں، اے کاش! کہ وہ برطانیہ کی گود اور سرپرستی میں نہ ہوتا تو راجپال کے اس جانشین کو کوئی غازی علم الدین کب کا ٹھکانے لگاچکا ہوتا۔

ہمیں اس پر ذرّہ بھر کوئی تعجب و حیرت نہیں کہ: ملکۂ برطانیہ نے اس ملعون کو ''سر'' کا خطاب کیوں دیا ہے؟ اس لئے کہ حکومتِ برطانیہ کا ہمیشہ سے یہی وتیرہ رہا ہے، کیونکہ مسلمانوں کے دِین و ایمان پر حملہ اس کا محبوب مشغلہ رہا ہے، چنانچہ کبھی اس نے مسلمانوں کے خلاف میر جعفر و صادق کھڑے کئے، تو کبھی مرزا غلام احمد قادیانی، کبھی لارنس آف عربیہ کو اُٹھایا تو کبھی غلام احمد پرویز کو، کبھی یوسف کذّاب کو کندھا دیا تو کبھی ریاض احمد گوہر شاہی کو، کبھی تسلیمہ نسرین کی پیٹھ ٹھوکی تو کبھی سلمان رُشدی کی۔

غرض اسلام دُشمنی، برطانیہ اور اَقوامِ مغرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اگر وہ اسلام دُشمنی چھوڑ دیں تو ان کا کھانا ہضم نہ ہوگا، یا ان کے پیٹ میں مروڑ اُٹھیں گے، یا برطانیہ اپنا قدیم تشخص کھو بیٹھے گا، اس لئے کہ ''لڑاؤ اور حکومت کرو'' اس کا پُرانا اُصول ہے اور وہ اس کے بغیر ناممکن ہے۔

اس موقع پر ہم پاکستان بھر کے تمام شہریوں، مذہبی، سیاسی لیڈروں، علماء اور دانش وروں حتیٰ کہ قومی وصوبائی اسمبلی اور سینیٹ ممبران کو مبارک باد دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے تئیں برطانیہ بہادر سے اس لائقِ شرم کارنامے پر بھرپور اِحتجاج کیا ہے، بلکہ صحیح معنی میں احتجاج کا حق ادا کردیا ہے۔

ہمارے خیال میں جن لوگوں نے اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزّت و ناموس کے تحفظ کی خاطر کسی بھی درجے میں آواز اُٹھائی ہے، انہوں نے اپنی نجاتِ اُخروی کا سامان کرلیا ہے، اور جو لوگ اس سے محروم رہے ہیں، وہ ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئے، اِلَّا یہ کہ توبہ و اِستغفار کرکے اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کریں۔

بہرحال مسلمانوں کو اَب جان جانا چاہئے کہ ان کا اصلی دُشمن کون ہے؟ اور کس کے اشارے پر یہ مہرے حرکت کرتے ہیں؟ دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں کو نابود کرنے والے ہی دراصل سب سے بڑے دہشت گرد ہیں، اس لئے سب سے پہلے ان کے خلاف کارروائی کرنے کی ضرورت ہے، لہٰذا اس کے لئے ضروری ہے کہ مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوں، دوست دُشمن کو پہچانیں، دوستوں کو ساتھ ملائیں اور دُشمنوں کے خلاف مورچہ سنبھالیں، تو اِن شاء اللہ بہت تھوڑے وقت میں دُودھ کا دُودھ اور پانی کا پانی ہوجائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۶ ش:۲۶، ۲۴؍جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ)

برطانوی حکومت کی اسلام دشمنی!

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

تاجِ برطانیہ کے وارثوں نے ہمیشہ سے اسلام، پیغمبرِ اِسلام اور مسلمانوں کو اپنا حریف اور دُشمن جانا اور سمجھا ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اسلام، پیغمبرِ اِسلام، مسلمانوں اور ان کی مقدس شخصیات کی توہین و تنقیص اور تحقیر و تذلیل کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا، صرف یہی نہیں بلکہ پورا مغرب، مغربی دُنیا، امریکا، اس کے اتحادی اور دُنیا بھر کے عیسائی، یہودی کم ازکم اس نقطے پر متحد و متفق ہیں۔

چنانچہ اپنے متفقہ دُشمن کو نیچا دِکھانے، اسے ذلیل کرنے، ذہنی اذیت میں مبتلا کرنے، اسے صفحۂ ہستی سے مٹانے اور نابود کرنے کے معاملے میں کبھی ان کی ایک سے دو رائیں نہیں ہوئیں۔ اندرونی اعتبار سے اگرچہ وہ ایک دُوسرے کے جانی دُشمن کیوں نہ ہوں، مگر ظاہری طور پر وہ متحد ہیں اور ان کو متفق و متحد کرنے والی ایک ہی چیز ہے، اور وہ ہے اسلام، پیغمبرِ اِسلام اور مسلمان دُشمنی!

غالباً انہیں اس کا پورا پورا یقین ہے کہ ہم میں سے اکیلا کوئی بھی مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اس لئے جہاں وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑانے، ان میں عصبی، گروہی اور مذہبی اختلافات پیدا کرنے اور ان کو کمزور کرنے کی حکمتِ عملی پر عمل پیرا ہیں، وہاں وہ ایسے تمام افراد، گروہوں اور جماعتوں کو بھی اپنا معاون، محسن، ترجمان اور نمائندہ سمجھتے اور جانتے ہیں جو ان مقاصد میں ان کی ہم نوائی کرسکے۔

مغرب کی تاریخ اُٹھا کر دیکھئے تو اندازہ ہوگا کہ اسلام، پیغمبرِ اِسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھونکنے والی ہر زبان، خاراشگاف قلم، اور غلیظ دِل و دِماغ کو ان کی سرپرستی، تائید اور ہر طرح کا اعتماد و تعاون حاصل رہا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی سے لے کر ملعون سلمان رُشدی تک ہر ایک ان کی گود میں بیٹھ کر اِسلام کے خلاف مورچہ بند رہا ہے، اور ہر ایک پر انہوں نے اپنی نوازشات کی بارش کی ہے۔

جب مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ اپنے انجام کو پہنچا اور مسلمانوں نے متفقہ طور پر قادیانیت کے شجرۂ خبیثہ کو بیخ و بن سے اُکھاڑ پھینکا تو شیطانِ مغرب نے ملعون رُشدی کو اس کام کے لئے منتخب کیا، چنانچہ اس نے جب ۱۹۸۸ء میں شائع ہونے والی اپنی ''شیطانی آیات'' میں فحش گالیوں، شہوت انگیز مضامین کے علاوہ سیّدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام، آقائے دوعالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، اَزواجِ مطہرات اور حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے خلاف انتہائی دِل آزار، گھٹیا، سوقیانہ اور غلیظ زبان استعمال کی، اس کی اس ناپاک جسارت و خباثت پر پورے عالمِ اسلام نے شدید اِحتجاج کیا اور اس شرمناک و ناپاک کتاب کی ضبطی، پابندی اور ملعون رُشدی کو اس ہرزہ سرائی پر بھرپور سزا دینے کا مطالبہ کیا گیا، مگر افسوس! کہ اہلِ مغرب نے پوری دُنیا کے مسلمانوں کے احتجاج کو مسترد کرتے ہوئے ملعون رُشدی اور اس کی ملعون شیطانی کتاب کو تحفظ دیا بلکہ ملعون رُشدی کو بھرپور سرپرستی اور تحفظ سے نوازا، چنانچہ وہ برطانوی اسپیشل برانچ پولیس کی نگرانی میں زندگی بسر کرنے لگا، اخباری رپورٹ کے مطابق حکومتِ برطانیہ اب تک ملعون رُشدی کی سیکورٹی پر تقریباً ایک کروڑ برطانوی پاؤنڈ خرچ کرچکی ہے۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ معاملہ کسی قدر ذہنوں سے اوجھل ہونے لگا تھا کہ اس سال ملکہ الزبتھ دوم نے اپنی سالگرہ کے موقع پر ملعون رُشدی کو اَدب کے

نام پر ''سر'' کا خطاب دے کر ایک بار پھر مسلمانوں کے قلوب کو چھلنی کر دیا، جس پر دُنیا بھر کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں نے بھرپور اِحتجاج کیا اور حکومتِ برطانیہ سے مطالبہ کیا کہ اس خطاب سے مسلمانوں کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچی ہے، لہٰذا ملعون رُشدی سے یہ خطاب و اعزاز واپس لیا جائے، اس قضیہ کو آج تقریباً دس روز ہونے کو آئے ہیں، مسلم حکومتیں، سیاسی مذہبی راہ نما، عوام اور تاجر برادری نے اپنی دِینی، ملّی غیرت و حمیت کا ثبوت دیتے ہوئے اس پر بھرپور اِحتجاج کیا اور تاحال یہ احتجاج جاری ہے، مگر افسوس کہ برطانوی حکومت ابھی تک اپنی اسلام دُشمنی پر مبنی ناپاک رَوِش پر نہایت ڈھٹائی اور بے شرمی سے قائم ہے، اس سلسلے میں کراچی کی حد تک اخبارات میں جو احتجاجی بیانات، جلسے، جلوس اور اِحتجاج ہوئے یا معاصر اَخبارات نے ادارتی کالم لکھے ہیں، مناسب معلوم ہوتا ہے ان میں سے منتخب بیانات، احتجاج اور ادارتی نوٹس کو تاریخ وار ذیل میں درج کر دیا جائے:

روزنامہ ''اسلام'' کراچی:

(۱)

''لندن (ثناء نیوز) ملکہ الزبتھ نے اپنی سالگرہ کے اعزازات کی لسٹ میں ملعون ناول نگار سلمان رُشدی کو اَدب کی خدمات کے صلے میں نائٹ ہوڈ یعنی ''سر'' کا خطاب دے دیا، یاد رہے کہ سلمان رُشدی کو اپنی کتاب ''اسٹینک ورسس'' کی اشاعت کے بعد کفر کے فتوے کے بعد کئی سال روپوشی کی زندگی گزارنی پڑی تھی اور برطانیہ کی سیکورٹی پولیس کو اس کی حفاظت کرنی پڑی تھی، اس کی کتاب نے دُنیا بھر میں مسلمانوں کی دِل آزاری کی تھی، تاہم ۱۹۹۹ء میں دوبارہ منظرِ عام پر آنے کے بعد بھی بھارتی نژاد مصنف نے تنازعات کا ساتھ نہیں چھوڑا، اس نے مسلمان عورتوں کے حجاب کے مسئلے میں کامنز کے رہنما جیک اسٹرا کی حمایت کی اور اسلامی ٹوٹلیریزم یا مرکزی مطلق العنانیت کے متعلق خبردار کیا۔'' (روزنامہ ''اسلام'' کراچی ۱۷/جون ۲۰۰۷ء)

(۲)

''کراچی (اسٹاف رپورٹر) وزیر اعلیٰ سندھ نے شاتمِ رسول سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب ملنے پر اس اقدام کی پرزور الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ شاتمِ رسول سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے سے مسلم اُمہ کے جذبات مجروح ہوئے ہیں، جبکہ اب کسی بھی مسلمان کے لئے اپنے لئے یا اپنے کسی جدِ اَمجد کے نام پر ''سر'' کے خطاب کا استعمال نا قابلِ برداشت بن گیا ہے۔ وزیر اعلیٰ سندھ نے تمام مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ احتجاج کے طور پر اور ناموسِ رسالت سے محبت کا اظہار کر کے ''سر'' کا خطاب برٹش حکومت کو واپس کریں، کیونکہ اب کوئی بھی غیرت مند مسلمان ''سر'' کا لقب شاتمِ رسول سلمان رُشدی کو دینے کے بعد اپنے لئے عزّت نہیں بے عزتی سمجھتا ہے۔'' (روزنامہ ''اسلام'' کراچی ۱۷رجون ۲۰۰۷ء)

(۳)

''لاہور (ثناء نیوز) پنجاب اسمبلی نے برطانوی حکومت کی جانب سے ملعون سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے کی مذمت کرتے ہوئے مطالبہ کیا ہے کہ سلمان رُشدی سے ''سر'' کا خطاب واپس لیا جائے، پنجاب اسمبلی کے اجلاس کے دوران پوائنٹ آف آرڈر، پر ایم ایم اے کے رکن اسمبلی احسان اللہ وقاص نے ایوان کی توجہ اس امر کی طرف مبذول کروائی، جس پر اسپیکر چوہدری افضل ساہی نے رولنگ دی کہ پورے ایوان کی طرف سے اس واقعے کی مذمت کی جاتی ہے، پورا ایوان اس معاملے پر معزّز رکن کے ساتھ ہے۔'' (روزنامہ ''اسلام'' کراچی ۱۸رجون ۲۰۰۷ء)

(۴)

''اسلام آباد (آن لائن) قاضی حسین احمد نے شاتمِ رسول ملعون سلمان رُشدی کو برطانیہ کی ملک الزبتھ کی طرف سے ''سر'' کا خطاب دینے پر شدید تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس اقدام سے برطانیہ کے اندر مسلم مخالف سوچ کا اظہار ہوتا ہے،

سلمان رشدی کو سر کا خطاب دینے پر اپنے رَدِّ عمل میں قاضی حسین احمد نے کہا کہ ملکہ کے اس اقدام سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں، انہوں نے کہا کہ ملکہ الزبتھ اور اس کے اردگرد کے لوگ بخوبی آگاہ تھے کہ مسلمان، سلمان رُشدی کے خلاف کس قسم کے جذبات رکھتے ہیں اور سلمان رُشدی کی متنازعہ کتاب کے خلاف احتجاج کے بارے میں بھی جانتے تھے، لیکن ان تمام باتوں کو نظر انداز کرکے اسے ''سر'' کا خطاب دینا برطانوی ملکہ کے دِل میں موجود مسلم ممالک کے خلاف جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔'' (روزنامہ ''اسلام'' کراچی ۱۸/جون ۲۰۰۷ء)

(۵)

''ڈیرہ غازی خان (اے این این) متحدہ مجلس عمل کے مرکزی سیکریٹری جنرل اور قومی اسمبلی میں قائدِ حزب اختلاف مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ برطانوی حکومت نے شاتمِ رسول سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دے کر اُمتِ مسلمہ کے جذبات اور اس کے عقیدے کا مذاق اُڑایا ہے، برطانیہ نے پہلے سلمان رُشدی کو رسول آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی پر پناہ دی اور اب ''سر'' کے خطاب سے نوازا ہے، یہ خطاب فوری طور پر واپس لیا جائے اور مسلمانوں سے معافی مانگی جائے، اُمتِ مسلمہ اس پر سراپا احتجاج ہے، دُنیا کے مسلمانوں سے اپیل ہے کہ وہ جمعہ کو یومِ احتجاج منائیں، عراق، افغانستان اور قبائلی علاقہ جات کی صورتِ حال پر مسلمانوں میں پائے جانے والے اشتعال میں اس سے اضافہ ہوگا اور تنازعات کا حل بات چیت سے نکالنے کی کوششوں کو دھچکا لگے گا، افغانستان کے مسئلے کا سیاسی طور پر حل ہونا چاہئے، سوموار کے روز ڈیرہ واپسی کے موقع پر ہوائی اڈے پر صحافیوں سے گفتگو کے دوران مولانا فضل الرحمٰن نے کہا کہ قبائلی عوام امن چاہتے ہیں اور پاکستان سے گہری محبت رکھتے ہیں لیکن افغانستان کی صورتِ حال سے قبائلی متأثر ہورہے ہیں، مغربی دُنیا ہم سے چاہتی ہے کہ ہم قبائل کو افغانستان کی صورتِ حال سے علیحدہ کریں

لیکن وہ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ برطانیہ نے ڈیورنڈ لائن، پولیٹیکل ایجنٹ کا نظام اور ایف سی آر کا قانون اس لئے وضع کیا تھا کہ وہ افغانستان اور قبائل کو علیحدہ کرنے میں ناکام ہوگیا تھا، انگریز اگر یہاں سو سال حکومت کر کے بھی اس میں کامیاب نہیں ہوا تو ہم کیسے ہوسکتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ لندن میں بلائی گئی آل پارٹیز کانفرنس میں ٹھوس فیصلے ہوں گے اور اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ تمام پارٹیاں متحد ہوکر حکمرانوں کے مقابلے پر آئیں، انہوں نے کہا کہ ملک کی سیاسی صورتِ حال سے قبائل کو علیحدہ نہیں کیا جاسکتا، مغربی سرحدوں کی صورتِ حال میں ایک مکمل سیاسی ایجنڈا نہیں بن سکے گا، بینظیر نے پہلی مرتبہ فوج سے فاصلے کی بات کی ہے، میں اس پر بیان دے کر ان کے اور فوج کے فاصلوں میں کمی بیشی کا موجب نہیں بننا چاہتا، بظاہر ووٹوں کے اندراج میں اس مرتبہ ۲ کروڑ ووٹ کم رجسٹرڈ ہوئے، جس پر ہمیں تشویش ہے، حکومت وضاحت کرے کہ ایسا کیوں ہوا؟'' (روزنامہ ''اسلام'' ۱۹؍جون ۲۰۰۷ء)

(۶)

روزنامہ اسلام کا ادارتی نوٹ:

''برطانیہ کی ملکہ الزبتھ نے اپنی سالگرہ کے اعزازات کی لسٹ میں ملعون ناول نگار سلمان رُشدی کو ''ادب کی خدمات'' کے صلے میں نائٹ ہوڈ یعنی ''سر'' کا خطاب عطا کیا ہے، یاد رہے کہ بھارتی نژاد مرتد مصنف سلمان رُشدی اپنی شیطانی کتاب ''اسٹینک ورسس'' کی اشاعت اور اِرتداد کے فتوے کے بعد کئی سال رُوپوشی کی زندگی گزار رہا تھا اور برطانیہ کی سیکورٹی پولیس اس کی خصوصی حفاظت کرتی رہی، اس کی کتاب نے دُنیا بھر کے مسلمانوں کی دِل آزاری کی تھی تاہم ۱۹۹۹ء میں مغربی حکومتوں کی آشیرباد سے دوبارہ منظرِ عام پر آنے کے بعد ملعون رُشدی نے اسلام کے خلاف دوبارہ ہرزہ سرائی شروع کردی، اس نے مسلمان عورتوں کے حجاب کے مسئلے میں کامنز کے رہنما جیک اسٹرا کی حمایت کی اور ''اسلامک ٹوٹلیریزم'' کا پروپیگنڈا

جاری رکھا۔

ملکہ الزبتھ کی جانب سے ملعون سلمان رُشدی کو''سر'' کا خطاب دیئے جانے پر اِسلامی دُنیا میں شدید رَدِّعمل کا اظہار کیا گیا ہے، دُنیا بھر کی اسلامی تنظیموں اور مسلم رہنماؤں نے اس اقدام کی مذمت کرتے ہوئے اسے اسلام دُشمنی کی تاجِ برطانیہ کی روایت کا تسلسل قرار دیا ہے، پاکستانی دفتر خارجہ نے اس پر تعجب کا اظہار کیا ہے، جبکہ سندھ کے وزیرِ اعلیٰ ڈاکٹر ارباب رحیم نے کہا ہے کہ ملکہ برطانیہ کے اس اقدام سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں، ان تمام مسلمانوں کو جنہیں ''سر'' کا خطاب ملا ہے، اب یہ خطاب واپس کردینا چاہیئے، تاجِ برطانیہ کی اسلام دُشمنی تاریخ سے واقف کسی بھی شخص سے مخفی نہیں ہے، خلافتِ عثمانیہ اور ہندوستان کی مغل سلطنت کا خاتمہ برطانیہ کی اسلام دُشمنی کی دو بڑی تاریخی علامتیں ہیں، موجودہ دور میں بھی برطانیہ اسلام دُشمنی میں کسی سے پیچھے نہیں ہے، موجودہ صلیبی جنگ میں برطانیہ کا ''پوڈل'' کا کردار تاریخ میں یاد رکھے جانے کے قابل ہے اور برطانیہ کی ملکہ نے دُنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی دِل آزاری کے مرتکب ملعون شخص کو''نائٹ ہوڈ'' کا خطاب دے کر یہ ثابت کردیا ہے کہ زمانے کے تمام تر تغیرات کے باوجود تاجِ برطانیہ کی اسلام دُشمن ذہنیت میں ذرّہ برابر بھی کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے، یہ صورتِ حال پوری دُنیا کے مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ اور مسلم حکمرانوں کی آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہونی چاہیئے۔''

(روزنامہ ''اسلام'' کراچی، ادارتی صفحہ ۱۸؍جون ۲۰۰۷ء)

(۷)

روزنامہ ''اُمت'' کراچی:

''لندن (اُمت نیوز) ملکہ الزبتھ نے اپنی سالگرہ کے اعزازات کی فہرست (برتھ ڈے اونرز لسٹ) میں ناول نگار سلمان رُشدی کو اَدب کی خدمات کے صلے میں ''نائٹ ہوڈ'' یعنی ''سر'' کا خطاب عطا کیا ہے۔ یاد رہے کہ گستاخِ رسول بھارتی

مصنف سلمان رُشدی کو اپنی کتاب ''اسٹینک ورسس'' کی اشاعت کے بعد اِیران کے آیت اللہ خمینی کے عائد کردہ کفر کے فتوے کے بعد کئی سال رُوپوشی کی زندگی گزارنی پڑی تھی اور برطانیہ کی سیکورٹی پولیس کو اس کی حفاظت کرنی پڑی تھی، توہینِ رسالت پر مبنی رُشدی کی اس کتاب نے دُنیا بھر میں مسلمانوں کی دِل آزاری کی تھی اور ۱۹۸۹ء میں ایرانی فتوے کے بعد اس کے سر پر اِنعام رکھا گیا تھا، تاہم ۱۹۹۹ء میں دوبارہ منظرِ عام پر آنے کے بعد بھی بھارتی نژاد مصنف نے تنازعات کا ساتھ نہیں چھوڑا، ملعون رُشدی نے مسلمان عورتوں کے حجاب کے مسئلے میں کامنز کے رہنما جیک اسٹرا کی حمایت کی اور اسلامی ٹوٹلیر یزم یا مرکزی مطلق العنانیت کے متعلق خبردار کیا، سلمان رُشدی نے انگلینڈ میں رگبی اسکول سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد کیمبرج یونیورسٹی میں تاریخ پڑھی، اس کے بعد لندن میں اشتہارات کے پیشے سے منسلک رہنے کے بعد وہ فل ٹائم مصنف بن گیا، اپنے سر کے خطاب کے متعلق رَدِّ عمل ظاہر کرتے ہوئے رُشدی نے کہا کہ: ''میں یہ اعلیٰ اعزاز حاصل کرنے کے بعد بہت خوشی اور عاجزی محسوس کررہا ہوں، میں مشکور ہوں کہ میرے کام کو اس طرح پذیرائی ملی ہے'' ملعون رُشدی کے علاوہ یہ اعزاز پانے والے دُوسرے لوگوں میں مشہور کرکٹر اور نامور آل راؤنڈر آئن بوتھم بھی شامل ہیں۔'' (روزنامہ ''اُمت'' کراچی ۱۷رجون ۲۰۰۷ء)

(۸)

''اسلام آباد، کراچی، لاہور (نمائندگان/ اسٹاف رپورٹر) پاکستان نے ملعون سلمان رُشدی کو ملکہ برطانیہ کی جانب سے ''سر'' کا خطاب دیئے جانے کے فیصلے کو حیران کن قرار دیا ہے، دفتر خارجہ کی ترجمان تسنیم اسلم نے اپنے رَدِّ عمل میں کہا کہ حیرت کی بات ہے کہ برطانیہ نے مسلمانوں کے جذبات کو یکسر نظرانداز کرکے ایسا اعزاز عطا کیا ہے جس سے مسلمانوں کے دِلوں میں برطانیہ کے خلاف ناخوشگوار تأثرات پیدا ہوں گے، دُوسری جانب وکلا تنظیموں، سیاسی و مذہبی جماعتوں اور وزیرِاعلیٰ

سندھ سمیت مختلف سماجی حلقوں نے برطانیہ کی جانب سے شاتمِ رسول کو ''سر'' کا خطاب دیئے جانے کے فیصلے پر رَدِّ عمل اورغم و غصّے کا اظہار کیا ہے جبکہ عوامی حلقوں میں شدید اشتعال پایا جاتا ہے، ادھر وکلاء تنظیموں اور مذہبی سیاسی و سماجی حلقوں نے برطانیہ کو تنبیہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر برطانیہ نے مذموم فیصلہ واپس نہ لیا تو پاکستان سمیت مسلم ممالک پر برطانیہ کے ساتھ سفارتی تعلقات ختم کرنے کے لئے دباؤ ڈالنے کے علاوہ ہر سطح پر احتجاج کیا جائے گا، ایم ایم اے کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر حافظ حسین احمد نے کہا کہ برطانیہ کے اس امر نے مہرِ تصدیق ثبت کردی ہے کہ وہ مسلمانوں کی دِل آزاری کرنے والوں کی سرپرستی کرتا ہے، سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے پر رَدِّ عمل کا اظہار کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جو بھی اسلام دُشمنوں کی خدمت کے لئے سر جھکاتا ہے اسے ''سر'' کا خطاب ملتا ہے، ایسے لوگوں کے سر مسلمانوں کے نزدیک تن سے جدا کرنے کے لائق ہیں۔ وزیراعلیٰ سندھ ڈاکٹر ارباب غلام رحیم نے شاتمِ رسول سلمان رُشدی کو سر کا خطاب ملنے کی پرزور الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے تمام مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ وہ احتجاج کے طور پر اور ناموسِ رسالت سے محبت کا اظہار کرکے ''سر'' کا خطاب برٹش حکومت کو واپس کریں، کیونکہ اب کوئی بھی غیرت مند مسلمان سر کا لقب شاتمِ رسول سلمان رُشدی کو دینے کے بعد اپنے لئے بے عزتی سمجھتا ہے۔ وکلاء برادری نے ملعون رُشدی کو سر کا خطاب دینے کی شدید مذمت کرتے ہوئے سخت رَدِّ عمل ظاہر کیا ہے، سندھ ہائی کورٹ بار کے جنرل سیکریٹری منیرالرحمٰن نے کہا کہ ملکہ برطانیہ کی جانب سے سلمان رُشدی کو سر کا خطاب دینے کا اعلان اسلام دُشمنی ہے، حکومتِ پاکستان سمیت تمام مسلم ممالک کو مطالبہ کرنا چاہئے کہ سلمان رُشدی کو اِیران کے حوالے کیا جائے اور اگر حکومتِ برطانیہ نے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی کوشش کی تو برطانیہ سے سفارتی تعلقات کو منقطع کردیا جائے گا، سابق صدر کراچی بار ایسوسی ایشن محمودالحسن نے کہا کہ یہ کروڑوں

مسلمانوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچانے کی سازش ہے، مغرب ایک طرف مسلمانوں سے دہشت گردوں کے خلاف جنگ میں مدد چاہ رہا ہے اور دُوسری طرف مسلمانوں کے سب سے بڑے دُشمن کو سر کا خطاب دے رہا ہے، مغرب کی اسلام دُشمنی واضح ہورہی ہے، اسلامک لائرز موومنٹ کے صدر سیّد عبدالواجد ایڈووکیٹ اور سینئر وکیل شعاع النبی ایڈووکیٹ نے کہا ہے کہ مسلمانوں نے سلمان رُشدی کو واجب القتل قرار دیا ہے، اسلامک لائرز مووومنٹ اس حوالے سے برطانوی سفارت خانے میں مذمتی یادداشت پیش کرکے مطالبہ کرے گی کہ اس اعلان کو واپس لیا جائے، اگر برطانوی حکومت نے اس پر سنجیدہ جواب نہ دیا تو ہم تحریک چلائیں گے کہ برطانیہ سے سفارتی تعلقات منقطع کئے جائیں، نائب امیر جماعت اسلامی پاکستان پروفیسر غفور احمد نے کہا کہ مغربی ممالک کا مسلمانوں سے دُہرا رویہ ہے، انہیں مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی فکر نہیں ہے، برطانیہ کا احترام کیا جاتا تھا لیکن اب یہ احترام خاک میں مل جائے گا، جمعیت علمائے اسلام کے رہنما مفتی عثمان یار خان نے اُمت کو بتایا کہ ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ برطانیہ کی حکومت سیکولر ہے تمام مذاہب کے عقائد کا احترام کرتی ہے لیکن اب یہ علم ہوا کہ برطانیہ بھی یک طرفہ فیصلہ کرکے مسلمانوں کی دِل آزاری کررہا ہے، جمعیت علمائے اسلام (ف) کے مرکزی سیکریٹری اطلاعات مولانا امجد خان نے کہا ہے کہ ملکہ برطانیہ کے اس اقدام سے اسلام دُشمنی واضح ہوگئی ہے اور پوری دُنیا کو پتا چل گیا ہے کہ اسلام کے خلاف جو بھی ہرزہ سرائی کرتا ہے، یہی لوگ اس کی سرپرستی کرتے ہیں۔ جمعیت علمائے پاکستان (نورانی) کے مرکزی سیکریٹری جنرل قاری زوّار بہادر نے کہا کہ جتنے بھی گستاخانِ رسول ہیں، ان سب کی پرورِش برطانیہ کرتا ہے، شعبہ تعلقات عامہ ذرائع ابلاغ جامعہ اشرفیہ کے سیکریٹری اور ممتاز عالم دِین مولانا نجیب الرحمٰن انقلابی نے کہا ہے کہ ملکہ برطانیہ کی جانب سے ملعون سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب پورے عالم اسلام کے جذبات مجروح کرنے کے مترادف ہے،

برطانیہ شروع سے اسلام دُشمنوں اور مسلمانوں کی مقدس ہستیوں کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والوں کا سرپرست رہا ہے، مرکزی جمعیت اہلحدیث کے مرکزی ترجمان مولانا امجد اجمل نے کہا کہ شروع سے ہی انگریز کی جانب سے اسلام کی مخالفت چلی آرہی ہے، اسی مخالفت کی بنا پر برطانیہ نے نقلی نبی مرزا قادیانی کو کھڑا کیا تھا اب ایک گستاخِ رسول کو ''سر'' کا خطاب دیا ہے، یہی ان کی تاریخ ہے۔''

(روزنامہ ''امت'' کراچی ۱۷/جون ۲۰۰۷ء)

(۹)

''اسلام آباد/ کراچی (نمائندہ اُمت/اسٹاف رپورٹر) قومی اسمبلی اور سندھ اسمبلی نے پیر کے روز شاتمِ رسول ملعون رُشدی کو برطانیہ کی جانب سے ''سر'' کا خطاب دینے کے خلاف قراردادِ مذمت متفقہ طور پر منظور کرلیں، قومی اسمبلی میں قراردادِ مذمت وزیر پارلیمانی اُمور ڈاکٹر شیر افگن نیازی نے پیش کی، جسے ایوان نے متفقہ طور پر منظور کیا، تاہم مسلم لیگ (ن) کے خواجہ آصف نے مطالبہ کیا کہ پہلے حکومتِ پاکستان برطانیہ کے ساتھ اپنے تعلقات اور پالیسی کو واضح کرے، ایوان میں قراردادِ مذمت پیش کرتے ہوئے وفاقی وزیر پارلیمانی اُمور ڈاکٹر شیر افگن نیازی نے کہا کہ برطانوی حکومت نے شاتمِ رسول سلمان رُشدی کو سر کا خطاب دے کر مسلمانوں کی دِل آزاری کی ہے اور اس اقدام سے پوری دُنیا کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کیا ہے، انہوں نے کہا کہ یہ ایوان حکومتِ برطانیہ سے مطالبہ کرتا ہے کہ مذہبی منافرت پیدا کرنے والے اپنے اس اقدام کو فوری طور پر واپس لے، قرارداد میں سلمان رُشدی کی برطانوی شہریت منسوخ کرنے کا بھی مطالبہ کیا گیا، ڈپٹی اسپیکر سردار یعقوب نے قرارداد کو بحث کے لئے ایوان میں پیش کیا تو مسلم لیگ (ن) کے خواجہ آصف نے قرارداد پر بحث کرتے ہوئے کہا کہ موجودہ حکمراں چار برسوں سے دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ میں برطانیہ کا اتحادی ہیں، اگر اپنے ہی اتحادی کے خلاف قرارداد

پیش کرتے ہیں تو حکومت کا تضاد سامنے آتا ہے، جس پر شیر افگن نیازی نے کہا کہ خواجہ آصف کا بیان نامناسب ہے، گستاخی کرنے والوں کو روکنا فرض ہے قرارداد کو غلط رُخ دیا جارہا ہے، چوہدری شجاعت نے کہا کہ ہم ٹونی بلیئر کے اس اقدام کی مذمت کرتے ہیں، یہ ایسی قرارداد ہے جس پر سیاست نہیں کرنی چاہیئے، فرحانہ خالد نے کہا کہ سلمان رُشدی کو سر کا خطاب دے کر مسلمانوں کے منہ پر طمانچہ مارا گیا ہے، چوہدری شہباز نے کہا کہ کوئی مسلمان قرارداد کی مخالفت نہیں کرسکتا، لیاقت بلوچ نے کہا کہ برطانیہ کے اس اقدام سے پوری دُنیا کے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں، ہم برطانیہ کے اس اقدام کی مذمت کرتے ہیں، قرارداد کے حق میں مولانا عبدالغفور حیدری، ریاض پیرزادہ نے بھی رائے دی، جس پر ڈپٹی اسپیکر نے ووٹنگ کرائی تو کسی نے قرارداد کی مخالفت نہیں کی، جس پر مذمتی قرارداد کو منظور کرلیا گیا۔ دریں اثنا سندھ اسمبلی نے بھی برطانوی حکومت کی جانب سے متنازعہ مصنف سلمان رُشدی کو سر کا خطاب دینے کی مذمت کی ہے اور قرارداد کے ذریعے کہا کہ برطانوی حکومت کے اس فیصلے سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں، لہٰذا ملعون رُشدی سے سر کا خطاب واپس لیا جائے، پیر کو سندھ اسمبلی کے اجلاس میں متحدہ مجلس عمل کے رکن اسمبلی حمیداللہ ایڈووکیٹ نے نقطۂ اِعتراض پر ملعون سلمان رُشدی کو برطانیہ کی جانب سے دیئے گئے سر کے خطاب کے خلاف مذمتی قرارداد پیش کرنے کی اجازت طلب کرتے ہوئے کہا کہ برطانیہ کے اعلان سے ایک ارب مسلمانوں کی دِل آزاری ہوئی ہے، پنجاب اور قومی اسمبلی میں بھی برطانیہ کے فیصلے کے خلاف مذمتی قرارداد منظور ہوئی ہے، اس لئے سندھ اسمبلی بھی برطانیہ کے فیصلے کے خلاف مذمتی قرارداد منظور کرے، اس سے حکومت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، جس پر چیئرمین اقبال قادری نے حمیداللہ ایڈووکیٹ کو کہا کہ سندھ اسمبلی کی بات کریں، اس موقع پر صوبائی وزیر قانون چوہدری افتخار نے کہا کہ اپوزیشن مذہبی معاملے کو سیاسی رنگ دے رہی ہے، یہ اسلام

کے ٹھیکیدار بننے کی کوشش کررہے ہیں، ہم بھی مسلمان ہیں، برطانیہ کی جانب سے ملعون سلمان رُشدی کو سر کے لقب کے خلاف مذمتی قرارداد پیش کرنا چاہتے ہیں، اس موقع پر متحدہ مجلس عمل کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر نصراللہ شجیع نے کہا کہ مشترکہ طور پر قرارداد منظور کی جائے، بعدازاں صوبائی وزیر قانون چوہدری افتخار احمد اور حمیداللہ ایڈووکیٹ اور مخدوم جمیل الزماں نے مشترکہ قرارداد ایوان میں پیش کی، جس کو ایوان نے متفقہ طور پر منظور کرلیا۔'' (روزنامہ ''اُمت'' کراچی ١٩/جون ٢٠٠٧ء)

(١٠)

''لاہور/ ڈیرہ اسماعیل خان (ایجنسیاں) سیاسی و مذہبی رہنماؤں نے ملعون رشدی کو اِعزاز دینے کے برطانوی اقدام کی شدید مذمت کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''سر'' کا لفظ توہینِ رسالت کی علامت بن چکا ہے۔فوج، پارلیمنٹ، تعلیمی اداروں اور دفاتر میں اس کا استعمال ترک کردیا جائے،قومی اسمبلی میں قائدِ حزبِ اختلاف مولانا فضل الرحمٰن نے ڈیرہ اسماعیل خان ایئرپورٹ پر صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ برطانیہ کو عالمِ اسلام سے معافی مانگنی چاہیۓ، جمعہ کو ملک بھر میں برطانیہ کے اس اقدام پر احتجاج کیا جائے گا، جماعت الدعوۃ کے مرکزی رہنما مولانا امیر حمزہ نے کہا کہ گستاخِ رسول سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے سے ثابت ہوگیا ہے کہ توہینِ رسالت پر مبنی خاکوں کی اشاعت کے پیچھے بھی برطانیہ جیسے ملکوں کا ہی ہاتھ تھا، پاکستانیوں سمیت پوری ملتِ اسلامیہ کو چاہیۓ کہ ''سر'' کا لفظ توہینِ رسالت کی علامت بننے کی وجہ سے اس کا استعمال بند کردیں۔ دفاتر، تعلیمی اداروں،فوج و پارلیمنٹ میں بھی کوئی کسی کو ''سر'' کہہ کر مخاطب نہ کرے، انہوں نے کہا کہ حکومتِ پاکستان کو توہینِ رسالت کی واردات میں ملوّث ملکوں کا اتحادی بننے سے انکار کردینا چاہیۓ۔''

(روزنامہ ''اُمت'' کراچی ١٩/جون ٢٠٠٧ء)

(١١)

''اسلام آباد (نمائندہ اُمت) وفاقی وزیر مذہبی اُمور اعجازالحق نے شاتمِ

رسول کو سزا دینے کے لئے خودکش حملہ جائز قرار دیتے ہوئے ملعون سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے پر برطانیہ سے سفارتی تعلقات منقطع کرنے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ مغرب کی ایسی حرکتیں ہی حالات کو خراب کررہی ہیں، برطانیہ ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی دِل آزاری پر معافی مانگے اور ''سر'' کا خطاب واپس لے، وہ پیر کو قومی اسمبلی میں بجٹ سیشن کے دوران خطاب کررہے تھے، انہوں نے کہا کہ ایک طرف مغرب انتہا پسندی کے خاتمے کی بات کرتا ہے اور دُوسری طرف توہینِ رسالت کے مرتکب شخص کو اپنے اعلیٰ ترین اعزازات دیئے جاتے ہیں۔ مسلمانوں میں انتہاپسندی کی بنیادی وجوہات اس طرح کا دوغلاپن ہے، ایسے اقدامات کے بعد اگر کوئی شاتمِ رسول پر خودکش حملہ کرتا ہے تو حق بجانب ہوگا۔ اے پی پی کے مطابق انہوں نے کہا کہ برطانوی اقدام ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے، تمام مسلم ممالک کو برطانیہ کے ساتھ سفارتی تعلقات پر نظرِ ثانی کرنی چاہئے، اگر آج مسلم اِکٹھے نہ ہوئے تو اس سے مغرب کی ایسے مزید اقدامات کے لئے حوصلہ افزائی ہوگی، انہوں نے کہا کہ قومی اسمبلی نے اس بارے میں جو قرارداد پاس کی ہے وہ زیادہ سخت ہونی چاہئے تھی اور اس ایوان کے تمام رکن برطانوی ہائی کمیشن کی تقریبات کا بھی بائیکاٹ کریں، بعد اَزاں ذاتی وضاحت پر وفاقی وزیر نے کہا کہ میں نے خودکش حملوں کے حوالے سے یہ کہا ہے کہ اس کی وجوہات مسلمانوں کی دِل آزاری ہے، میں نے سلمان رُشدی کا نام نہیں لیا۔''

(روزنامہ ''اُمت'' کراچی ۱۹/جون ۲۰۰۷ء)

(۱۲)

روزنامہ ''اُمت'' کراچی، کا ادارتی نوٹ:

''پاکستان نے شاتمِ رسول، ملعون سلمان رُشدی کو ملکہ برطانیہ کی جانب سے سر کا خطاب دینے پر حیرت کا اظہار کیا ہے، دفتر خارجہ کی ترجمان تسنیم اسلم نے مسلمانوں کے جذبات کو یکسر نظراَنداز کئے جانے پر برطانوی حکومت سے احتجاج

کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سے مسلمانوں کے دِلوں میں برطانیہ کے خلاف ناخوشگوار اثرات مرتب ہوں گے، ملکہ برطانیہ نے اپنی سالگرہ کے سلسلے میں اعزازات کی جو فہرست جاری کی ہے، اس میں سلمان رُشدی اور انگلینڈ کے ایک سابق کرکٹر آئن بوتھم کے نام سرِفہرست ہیں، آئن بوتھم انگلستان کا سب سے مقبول آل راؤنڈر کھلاڑی رہا ہے، جس نے ۱۹۷۷ء سے ۱۹۹۲ء کے دوران پانچ ہزار دوسو رن بنا کر اور ۳۸۳ وکٹیں لے کر بڑی شہرت حاصل کی تھی، اس کے علاوہ بچوں کے کینسر کا علاج کرانے کی مہم میں اس نے لاکھوں پونڈ کے عطیات وصول کئے، اپنے ملک کے لئے آئن بوتھم کی خدمات پر اسے ''سر'' کا خطاب دینے پر کسی کو اِعتراض کا حق حاصل نہیں ہے۔ لیکن سلمان رُشدی نے دُنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کے سوا برطانیہ یا انسانیت کی کیا خدمت کی ہے، جس پر اسے یہ اعزاز دیا جائے؟ سوائے اس کے کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے پُرانے بغض وعناد کی بنیاد پر برطانیہ نے مسلمانوں کو اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہستی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کو اِعزاز کے قابل سمجھا، برطانیہ کو سیکولر ملک ہونے کا دعویٰ ہے، لیکن جہاں اسلام اور مسلمانوں کا معاملہ آتا ہے، اس کا کٹر اور متعصب مسیحی مملکت ہونا چھپائے نہیں چھپتا، تاجِ برطانیہ نے ہندوستان میں مسلمانوں سے حکومت چھین کر ان پر جو مظالم ڈھائے اور ان کے خلاف بدترین دُشمنی کا جو اِظہار کیا وہ جدید تاریخ کا ایک قابلِ نفرت باب ہے، اس سے مسیحی حکمرانوں کی اعتدال پسندی اور روشن خیالی کی ''حقیقت'' ظاہر ہوجاتی ہے، تقسیمِ ہند سے قبل اور قیامِ پاکستان کے بعد لندن مسلمانوں کے خلاف سازش کا گڑھ رہا ہے۔ ''لندن پلان'' کے نام سے کئی منصوبے پاکستان کو کمزور کرنے کے لئے مشہور ہوئے اور اکثر پاکستان کو ہدف بنا کر غیرمسلم دُنیا دراصل اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنے بغض وکینہ کا اظہار کرتی ہے، افغانستان اور عراق کی تباہی میں برطانیہ نے امریکا کے ساتھ مل کر جو کردار ادا کیا، وہ بھی برطانیہ

کی روایتی مسلم دُشمنی کا اظہار ہے۔

گستاخِ رسول سلمان رُشدی بھارتی مصنف ہے جو اپنی ''شیطانی آیات'' کے بعد پاکستان ہی نہیں، دُنیا بھر کے مسلمانوں کی نفرت وملامت کا مستحق قرار پایا۔ ۱۹۸۹ء میں جب ایران کے انقلابی رہنما آیت اللہ خمینی نے اسے مرتد قرار دے کر اسے قتل کرنے والے کے لئے انعام کا اعلان کیا تو یہ ملعون کافی عرصے تک رُوپوش رہا، بالآخر دُنیا بھر کے بھگوڑوں بالخصوص اسلام دُشمنوں کو پناہ دینے والے ملک برطانیہ نے اسے بھی ٹھکانا فراہم کیا اور اس کی حفاظت کے خصوصی انتظامات کئے اور اب ملکہ برطانیہ اسے ''سر'' کا خطاب دے کر مسلمانانِ عالم کے مذہبی جذبات کو شدید ٹھیس پہنچارہی ہیں، اس کی غیر ذمہ دارانہ حرکت پر پاکستان کو صرف زبانی احتجاج نہیں کرنا چاہئے بلکہ مختلف سطحوں پر برطانیہ کی تقریبات اور اشیاء کا بائیکاٹ کرکے ناموسِ رسالت سے اپنی غیر متزلزل وابستگی کا ثبوت دینا چاہئے۔ ہم اگر برطانیہ کو یہ اطلاع دیں کہ اس مذموم حرکت کی وجہ سے مسلمانوں کے دِلوں میں برطانیہ کے خلاف ناخوشگوار اثرات مرتب ہوں گے تو گویا ہم نے نبی صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار نہیں کررہے بلکہ برطانیہ کی ہمدردی میں یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ مسلم دُنیا میں اپنے خلاف ناخوشگوار تأثرات کو پھیلنے سے روکنے کے لئے ملعون سلمان رُشدی کی سرپرستی نہ کرے، دُوسرے لفظوں میں اگر مسلمانوں کو کوئی اعتراض نہ ہو تو برطانیہ کسی بھی شاتمِ رسول اور دُشمنِ اسلام کو اعلیٰ خطابات و اعزازات سے نواز سکتا ہے، دفترِ خارجہ کے احتجاج کا یہ پھسپھسا انداز بجائے خود قابلِ اعتراض ہے، ہمیں تو دو ٹوک طریقے سے برطانیہ پر یہ واضح کردینا چاہئے کہ کوئی پاکستانی مسلمان اپنے اور اللہ کے محبوب ترین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں معمولی گستاخی بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہے، مسلمانوں کی دِل آزاری کرنے والے تمام لوگوں کو برطانوی حکومت اپنے ملک سے فی الفور بے دخل کرے ورنہ شمعِ رسالت کے پروانوں سے دُنیا

بھر میں برطانوی مفادات کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچ سکتا ہے۔

قبل ازیں برطانوی سرزمین سے مرزا غلام احمد قادیانی کی جعلی نبوّت کا فتنہ کھڑا کیا گیا تھا جس نے مسلمانوں کے دِلوں سے باطل کے خلاف رُوحِ جہاد سلب کرنے کی کوشش کی، اس نے جسدِ اُمت میں نقب لگانے پر پورا زور صرف کردیا لیکن حکومتِ برطانیہ کی سرپرستی کے باوجود کامیاب نہ ہوسکا، اس کے پیروکار آج بھی ہر جگہ راندۂ درگاہ ہیں، شاتمِ رسول کو ''سر'' کا خطاب دیئے جانے پر پاکستان کے تمام مسلمان سراپا احتجاج ہیں، اس سلسلے میں وزیراعلیٰ سندھ ڈاکٹر ارباب رحیم کا یہ مطالبہ سب سے زیادہ لائقِ توجہ اور قابلِ ستائش ہے کہ جن مسلمانوں کو اَب تک برطانیہ نے ''سر'' کے خطاب سے نوازا ہے وہ سب اپنے اس اعزاز کو حکومتِ برطانیہ کے منہ پر ماردیں، اوّل تو ملعون رُشدی کو یہ خطاب ملنے کے بعد اس کے ساتھ ''سر'' کے اعزاز میں شریک ہونا ان کے لئے باعثِ افتخار نہیں رہے گا بلکہ لعنت کا طوق بن کر ان کے گلے میں پڑا رہے گا، دوم یہ کہ برطانیہ نے پاک و ہند کے جن لوگوں کو بھی ایسے خطابات دیئے، وہ بیشتر اپنے ملک اور قوم سے غداری اور حکومتِ برطانیہ کی کسی ناجائز خدمت کے صلے میں تھے، یہ اپنوں سے دُشمنی اور غیروں کی غلامی اختیار کرنے کے مترادف ہے، لہٰذا ایسے خطابات سے اپنی دُنیا و عاقبت کو خراب کرنا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا، جو شخص بھی اسلام دُشمنی کے صلے میں ''سر'' کا خطاب پائے اس کا سر بلند ہونے کے بجائے خاک میں ملنے کے قابل ہے، اہلِ مغرب کی اسلام دُشمنی قدم قدم پر واضح ہونے کے بعد تمام مسلم ممالک کو دہشت گردی کے خلاف امریکا کی نام نہاد مہم سے اپنا تعلق ختم کرلینا چاہئے، امریکا، برطانیہ اور دیگر ممالک کی جانب سے مسلمانوں کی مقدس ترین شخصیات اور مقامات کی بے حرمتی کرنے والوں کی سرپرستی اب ناقابلِ برداشت ہوگئی ہے، پانی سر سے اُونچا ہونے سے پہلے اگر ان مذموم سرگرمیوں کی گرفت نہ کی گئی تو دُشمنوں کے حوصلے مزید بلند ہوں گے اور وہ مسلمانانِ عالم کے

جذبات کو ٹھیس پہنچانے کے علاوہ ان کے خلاف سازشوں میں بھی تیزی لاتے چلے جائیں گے۔“ (روزنامہ ”اُمت“ کراچی ۱۸؍جون ۲۰۰۷ء)

(۱۳)

روزنامہ نوائے وقت:

”لندن (آصف محمود سے) برطانوی اراکین پارلیمنٹ نے گستاخِ رسول سلمان رُشدی کو ملکہ برطانیہ کی طرف سے ”سر“ کا خطاب دینے کی شدید مذمت کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوئے ہیں، برطانوی ہاؤس آف لارڈز کے رکن لارڈ نذیر احمد نے کہا کہ سلمان رُشدی کو سر کا خطاب دینے کے لئے ٹونی بلیئر نے بھی سفارش کی تھی، بلیئر نے جان بوجھ کر ایسا کیا وہ مسلمانوں کے جذبات سے کھیل رہا ہے، انہوں نے کہا کہ وار آن ٹیرر ایک سیاسی جنگ تھی، اُسامہ بن لادن نے کبھی نہیں کہا کہ اس کی جنگ عیسائیوں کے خلاف ہے، انہوں نے کہا کہ بلیئر ایک انتہا پسند آدمی ہے، اس نے بغداد اور کابل کو فتح کرنے کے لئے لاکھوں مسلمان اور ہزاروں انگریز مروائے، انہوں نے کہا کہ سلمان رُشدی وہ شخص ہے جس نے مارگریٹ تھیچر کو کتیا کہا تھا، اس جیسے شخص کو عزّت دینا پوری برطانوی قوم کی بے عزتی ہے اور ان کے لئے قابلِ شرم ہے اور اس اقدام سے مسلمانوں اور اہلِ مغرب کے درمیان فاصلے بڑھ سکتے ہیں، برطانوی رکن پارلیمنٹ محمد سرور چودھری نے کہا کہ سلمان رُشدی نے دُنیا کے 1.2 ملین مسلمانوں تک تکلیف پہنچائی، برطانوی حکومت کو سوچنا چاہئے تھا کہ اس نے مسلمانوں پر وار کیا، ہم رُشدی کو ”سر“ کا خطاب دیئے جانے والے برطانوی حکومت کے فیصلے کی بھرپور مذمت کرتے ہیں، خالد محمد ایم پی نے بلیئر کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ ٹونی بلیئر کا اس میں کردار نہیں، انہوں نے کہا کہ رُشدی کو ”سر“ کا خطاب دینا مناسب نہیں تھا۔“

(روزنامہ ”نوائے وقت“ کراچی ۱۸؍جون ۲۰۰۷ء)

(۱۴)

روزنامہ نوائے وقت کا ادارتی نوٹ:

''ملکہ برطانیہ الزبتھ دوم نے شاتمِ رسول اور شیطانی آیات کے مصنف ملعون سلمان رُشدی کو اپنی سالگرہ کے موقع پر ''سر'' کے خطاب سے نوازا ہے، ملعون رُشدی اپنی کتاب کی اشاعت سے اب تک برطانوی اسپیشل برانچ پولیس کی حفاظت و نگرانی میں زندگی بسر کررہا ہے اور ایک اندازے کے مطابق اس کی سیکورٹی پر برطانوی حکومت اب تک کروڑوں پونڈ خرچ کرچکی ہے۔ سلمان رُشدی کی بدنامِ زمانہ کتاب ''اسٹینک ورسس'' کو معقول امریکی اور یورپی مصنّفین بھی غیر معیاری و لچر تصنیف قرار دے چکے ہیں اور اسے مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کی گھٹیا حرکت قرار دے کر رَدّ کیا جاچکا ہے، اس کے باوجود روشن خیال، رواداری اور سیکولرزم کے علم بردار امریکا اور یورپ کے حکمرانوں نے ملعون سلمان رُشدی کی ہمیشہ پذیرائی کی اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ ملعون کی اس حرکت کو پورے یورپ اور امریکا کی تائید و حمایت حاصل ہے، جب کتاب منظرِ عام پر آنے کے بعد یورپی دُنیا کے مسلمان احتجاج کررہے تھے اور ایران کے مذہبی رہنما آیت اللہ خمینی نے گستاخِ رسول کے قتل کا فتویٰ جاری کیا، تو امریکا نے صرف اس فتوے کی مذمت ہی نہیں کی بلکہ کچھ عرصے بعد امریکی صدر نے ملعون رُشدی کو وائٹ ہاؤس بلاکر تھپکی دی، جبکہ مسلمانوں کے رَدِّعمل کو جذباتی قرار دیا گیا، بعدازاں دِل آزار کارٹونوں کے ذریعے مسلمانوں کے جذبات مجروح کئے گئے، جس پر دُنیا بھر میں احتجاج ہوا، اب ملکہ برطانیہ نے جو خود بنیاد پرست اور چرچ آف انگلینڈ کی سرپرست اعلیٰ ہیں، ملعون کو ''سر'' کا خطاب عطا کرکے اپنی اسلام دُشمنی کا ثبوت دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور مسلمانوں کی دِل آزاری کے سوا ملعون رُشدی نے کوئی ایسا کارنامہ سرانجام نہیں دیا، جس پر اسے ''سر'' کے خطاب سے نوازا گیا ہو، جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ ملکہ

برطانیہ اور برطانوی حکومت یعنی بش کے پوڈل ٹونی کو پورے عالمِ اسلام کے علاوہ برطانیہ میں بسنے والے لاکھوں مسلمانوں کے جذبات و احساسات کی کوئی پروانہیں اور شہزادہ چارلس کی طرف سے مختلف مذاہب کے مابین مکالمہ اور مذاکرات کے دعوے فریب کاری کے سوا کچھ نہیں، امریکا اور یورپ کی طرف سے مسلمانوں کو اِنتہا پسند اور بنیاد پرست قرار دیا جاتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا مسلمانوں کے عقیدے کا حصہ ہے، کوئی مسلمان ان کی شان میں گستاخی کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا، ملکہ برطانیہ کا یہ فیصلہ پورے عالمِ اسلام کی توہین اور تہذیبوں کے تصادم کی راہ ہموار کرنے کے مترادف ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (توہین آمیز) خاکوں کی طرح یہ اقدام بھی مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے کے لئے دانستہ کیا گیا ہے، جس پر پورے عالمِ اسلام کو بھرپور اِحتجاج کرنا چاہئے، سعودی عرب، پاکستان، مصر اور اس طرح کے، امریکا و یورپ کے قریبی دوستی کے عِلم بردار مسلمان ممالک کو بطور خاص رَدِّ عمل ظاہر کرنا چاہئے، کیونکہ یہ ہمارے ایمان کا معاملہ ہے، محض رسمی احتجاج کافی نہیں۔ ''سر'' کا خطاب حاصل کرنے والے مسلمانوں کو بھی جیسا کہ وزیرِاعلیٰ سندھ ارباب غلام رحیم نے کہا ہے، یہ خطاب واپس کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی گہری وابستگی کا ثبوت فراہم کرنا چاہئے، مسلمانوں کا جاندار مشترکہ ردِّعمل ہی امریکا و یورپ بالخصوص برطانیہ کو اِسلام دُشمنی پر مبنی اس رویے پر نظرِثانی کے لئے مجبور کرسکتا ہے، برطانوی حکومت نے یہ حماقت کر کے شاتمِ رسول کو پھر مسلمانوں کے نشانے پر لا کھڑا کیا ہے، اس طرح اس ملعون کی بھی کوئی خدمت یا عزّت افزائی نہیں کی۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' کراچی ۱۸/جون ۲۰۰۷ء)

(۱۵)

''کراچی (اسٹاف رپورٹر) سٹی کونسل میں اپوزیشن اور حزبِ اِقتدار کے کونسلروں نے مطالبہ کیا ہے کہ برطانیہ سے سفارتی تعلقات ختم کئے جائیں اور سفیر کو

واپس بلایا جائے، کونسل کا اجلاس کنوینر مسعود محمود کی صدارت میں ہوا، جس میں برطانیہ کی جانب سے سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے کے خلاف قرارداد منظور کی گئی، بعدازاں پیپلز پارٹی ،متحدہ قومی موومنٹ اور جماعتِ اسلامی کے کونسلروں نے سلمان رُشدی کے خلاف مظاہرہ کیا اور نعرہ بازی کی۔ ایوان میں بحث کے دوران سعید غنی نے مطالبہ کیا کہ سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے پر برطانیہ سے سفارتی تعلقات ختم کئے جائیں، جس کی قائدِ ایوان آصف صدیقی اور دُوسرے کونسلروں نے تائید کی اور مطالبہ کیا کہ تمام مسلمان ''سر'' کا خطاب واپس کردیں۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' ۱۹؍جون ۲۰۰۷ء)

(۱۶)

''لاہور (خبر نگار خصوصی) اسپیکر پنجاب اسمبلی چوہدری افضل ساہی نے کہا ہے کہ گستاخِ رسول واجب القتل ہے، اس کو قتل کیا جائے، اس کی ہزاروں مثالیں موجود ہیں، بعض اوقات شاتمِ رسول کو قتل کرنے والے نے بعد میں خود کو بھی شوٹ کرلیا، اس امر کا اظہار انہوں نے پنجاب اسمبلی میں قائد حزب اختلاف قاسم ضیاء اور پیپلز پارٹی کے رکن رانا آفتاب کے اس مطالبہ پر رولنگ دیتے ہوئے کیا، اپوزیشن ارکان نے اسپیکر سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ رولنگ دیں کہ کیا اسلام میں خودکش حملہ جائز ہے یا نہیں؟ اسپیکر افضل ساہی نے کہا کہ میں نے ہمیشہ تمام ارکانِ اسمبلی کو کھل کر بات کرنے کا موقع دیا ہے، لیکن چند اَراکین کے علاوہ باقی تمام اراکین نے قواعد وضوابط سے ہٹ کر بات کی ہے لیکن میں نے پھر بھی سب کچھ برداشت کیا جو بات کسی پارٹی کے پارلیمانی لیڈر یا رکن نے روایت سے ہٹ کر کی میں نے حذف کیا، ہم نے حلف اُٹھایا ہے کہ اسمبلی کو قواعد وضوابط کے مطابق چلائیں گے، لیکن آج کا ایشو عام ایشو نہیں ہے، اس ایشو پر میں سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں، قائدِ حزب اختلاف قاسم ضیاء نے رولنگ مانگی ہے کہ اسلام میں خودکش حملہ جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے

کہا کہ میں کوئی عالمِ دِین نہیں ہوں لیکن یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ گستاخِ رسول واجب القتل ہے اس کو قتل کیا جائے، افضل ساہی سے ان کی اس رولنگ پر ڈپٹی قائدِ حزبِ اختلاف رانا ثناء اللہ خان نے کہا کہ اس کے بعد آپ پر کھانا پینا حرام ہے، لہٰذا آپ پہلے کام کریں، پنجاب اسمبلی کے اسپیکر افضل ساہی نے گزشتہ روز رولنگ دیتے ہوئے کہا ہے کہ قائدِ حزبِ اختلاف قاسم ضیاء نے جو حکومتی موقف لینے کے لئے مجھ سے یہ پوچھا ہے کہ بتایا جائے کہ کیا اسلام میں خودکش حملہ جائز ہے؟ تو میں اس میں ان کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ میں کوئی عالم فاضل نہیں ہوں، مگر جو پچھلے تین چار دنوں سے ایوان میں جو مذہبی ایشو زیرِ بحث آرہا ہے، شاتمِ رسول سلمان رُشدی کے حوالے سے اس پر کوئی بھی مسلمان کمپرومائز نہیں کرسکتا اور میں سمجھتا ہوں کہ جو بھی گستاخِ رسول ہے وہ واجب القتل ہے اور اگر کوئی گستاخِ رسول ان کے سامنے آیا تو میں اس کو قتل کردوں گا، اجلاس میں حکومتی ارکان یہ نعرہ لگاتے رہے کہ: ''سلمان رُشدی کی تصویر پر بینظیر بے نظیر''، ''سلمان رُشدی کا جو یار ہے غدار ہے، غدار ہے''، جبکہ اپوزیشن والے وزیراعلیٰ پنجاب کی آمد کے ساتھ ہی ''عذابِ اِلٰہی، پرویز اِلٰہی'' کے نعرے بلند کرتے رہے، ایک مرتبہ حکومتی ارکان بینظیر بھٹو کے سلمان رُشدی کے بیان پر ایوان سے واک آؤٹ کرکے چلے گئے جبکہ تین منٹ بعد واپس آنے پر اپوزیشن کے ارکان واک آؤٹ کرکے جانے لگے تو ان کو حکومتی ارکان نے روک لیا۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' کراچی ۲۲؍جون ۲۰۰۷ء)

(۱۷)

روزنامہ ''جنگ'' کراچی:

''کراچی (پ ر) برطانیہ کی جانب سے سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے پر مذہبی و سیاسی رہنماؤں نے سخت رَدِّعمل کا اظہار کرتے ہوئے اسے تمام مسلمانوں کی توہین اور ان کے زخموں پر نمک پاشی قرار دیا ہے، جماعت اہلِ سنت

کراچی کے امیر علامہ شاہ تراب الحق قادری نے کہا کہ گستاخانِ رسول کو پروٹوکول فراہم کرنا یورپ کا وتیرہ بن چکا ہے، انہوں نے مطالبہ کیا کہ برطانیہ خطاب واپس لے کر مسلمانوں سے معافی مانگے، جماعتِ اسلامی سندھ کے امیر و رکن قومی اسمبلی مولانا اسد اللہ بھٹو نے قبا آڈیٹوریم میں اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ملکہ برطانیہ کی جانب سے ملعون رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینا نہ صرف اُمتِ مسلمہ کے زخموں پر نمک پاشی ہے بلکہ اس سے مغرب کے اسلام دُشمن عزائم کی عکاسی ہوتی ہے، امیر جماعت اسلامی کراچی ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی نے کہا کہ سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دے کر ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی توہین کی گئی ہے، انہوں نے کہا کہ توہینِ رسالت کے مجرموں کو عزّت دے کر اہلِ مغرب اُمتِ مسلمہ سے اعتماد کا رشتہ کبھی قائم نہیں کرسکتے، تاجِ برطانیہ نے ایک ایسے ملعون کو ''سر'' کے خطاب سے نوازا ہے جسے اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرنے والا کوئی بھی شخص رہتی دُنیا تک پسند نہیں کرسکتا، انہوں نے مطالبہ کیا کہ ملعون سلمان رُشدی سے سر کا خطاب فوری طور پر واپس لیا جائے اور برطانیہ پوری مسلم دُنیا سے دِل آزاری پر معافی مانگے، جماعت غربائے اہلحدیث کے امیر مولانا عبدالرحمٰن سلفی نے کہا کہ برطانوی حکومت کا یہ رویہ انتہائی شرمناک ہے، حکومتِ برطانیہ نے عالمِ اسلام کے تمام مسلمانوں کی دِل آزاری کی ہے، حکومتِ پاکستان سفارتی ذرائع سے حکومتِ برطانیہ سے بھرپور احتجاج کرے۔''

(روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۰ جون ۲۰۰۷ء)

(۱۸)

''کراچی (اسٹاف رپورٹر) جمعیت علمائے پاکستان کراچی کے ناظم اعلیٰ شبیر ابوطالب نے کہا ہے کہ دُشمنانِ اسلام کو نوازنا اور دہشت گردوں کو پناہ دینا ہمیشہ سے برطانیہ کا وتیرہ رہا ہے، برطانوی حکومت نے پہلے تو شاتمِ رسول کو پناہ دی اور اب اسے ''سر'' کے خطاب سے نوازا گیا ہے جو برطانوی حکومت کی اسلام دُشمنی کا کھلا ثبوت

ہے، انہوں نے کہا کہ برطانیہ سمیت دیگر دُشمنانِ اسلام مذہبِ اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے خوفزدہ ہیں اور اسی وجہ سے وہ اسلام کے خلاف کسی بھی سازش کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، کفر کی طاقتیں اسلام کے خلاف متحد ہوکر برسرِ پیکار ہیں، لیکن مسلمان حکمران سوئے ہوئے ہیں، اجلاس میں مطالبہ کیا گیا کہ فوری طور پر حکومتِ برطانیہ شاتمِ رسول سلمان رُشدی سے سر کا خطاب واپس لے اور اُمتِ مسلمہ کے جذبات مجروح کرنے پر تمام مسلمانوں سے معافی مانگے، اس موقع پر اعلان کیا گیا کہ جے یو پی صوبہ سندھ کی ہدایت پر جمعہ کے روز کراچی بھر میں ملعون رُشدی کو برطانیہ کی جانب سے سر کا خطاب ملنے کے خلاف بھرپور احتجاج کیا جائے گا۔''

(روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۰؍جون ۲۰۰۷ء)

(۱۹)

''لاہور (اے ایف پی + مانیٹرنگ سیل) برطانیہ کی وزیر خارجہ مارگریٹ بیکٹ نے کہا ہے کہ سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے پر ناراض مسلمانوں سے تکلیف پہنچنے پر ہم معذرت خواہ ہیں، تاہم انہوں نے کہا کہ یہ خطاب رُشدی سے واپس نہیں لیا جائے گا، ادھر دُوسری جانب برطانوی وزیر دفاع جان ریڈ نے کہا ہے کہ یہ فیصلہ کافی سوچ سمجھ کر کیا ہے کہ کسی سے معافی نہیں مانگیں گے۔ تفصیلات کے مطابق وزیر خارجہ مارگریٹ بیکٹ نے کہا ہے کہ اگر کسی کو تکلیف ہوئی ہے تو اس پر معذرت خواہ ہیں لیکن یہ خطاب رُشدی کو ان کی ادبی خدمات پر دیا گیا، وہ عراقی وزیر خارجہ ہوشیار زیبری کے ہمراہ مشترکہ پریس کانفرنس کر رہی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ رُشدی بہت سارے مسلمانوں میں سے ایک ہے جس کو اس خطاب سے نوازا گیا، ہمارے ملک میں رہنے والے مسلمان بھی اسی طرح خطاب حاصل کرسکتے ہیں، جس طرح دُوسرے شہری حاصل کرسکتے ہیں، دُوسری طرف برطانوی وزیر دفاع جان ریڈ نے کہا ہے کہ رُشدی کو خطاب دینے پر حکومت کسی سے معافی نہیں مانگے گی۔ انہوں نے کہا

کہ ہم نے اس بارے میں کافی سوچ بچار کی لیکن اس معاملے پر ہم معافی نہیں مانگیں گے، یہاں پر کسی کو اپنا نقطۂ نظر کہنے اور اِظہار کرنے کی آزادی ہے، جان ریڈ نے مزید کہا کہ بعض اوقات سر کا خطاب حاصل کرنے والوں کا انتخاب مشکل معاملہ بن جاتا ہے لیکن ہمیں اپنے معاشرے میں دُوسروں کے نقطۂ نظر کو بھی دیکھنا چاہئے۔''

(روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۱/جون ۲۰۰۷ء)

(۲۰)

''کراچی (پ ر) پاسبان کراچی کے صدر شفیق اللہ اسماعیل نے تمام سیاسی، مذہبی، سماجی، غیرسیاسی اور سماجی تنظیموں سے اپیل کی ہے کہ وہ ملعون سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے کے خلاف جمعہ ۲۲/جون کو ریگل چوک پر متحد ہوکر اِحتجاج کریں اور برطانیہ سمیت ان تمام ممالک جن کے اقدامات سے گستاخِ رسول کو تحفظ حاصل ہے اور مسلمانوں کی دِل آزاری کے واقعات ہوتے رہے ہیں، ان ممالک کو یہ باور کرائیں کہ مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کرسکتے۔''

(روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۱/جون ۲۰۰۷ء)

(۲۱)

''کراچی (اسٹاف رپورٹر) سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے کے خلاف سنی تحریک کی جانب سے کراچی پریس کلب کے باہر احتجاجی مظاہرہ کیا گیا، مظاہرے سے خطاب کرتے ہوئے سنی تحریک علماء بورڈ کے رکن علامہ خضرالاسلام نقشبندی نے کہا کہ ملکہ برطانیہ کی جانب سے ملعون سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دے کر اربوں مسلمانوں کی دِل آزاری کی گئی، تاکہ مسلمانوں کے دِلوں سے محبتِ رسولؐ نکال کر اِسلام دُشمن قوّتیں اپنے ناپاک عزائم پورے کرسکیں، انہوں نے کہا کہ مسلم ممالک کے سربراہان برطانیہ کی مصنوعات کا مکمل بائیکاٹ کریں اور سخت احتجاج کریں۔ سلمان رُشدی شاتمِ رسول ہے اس نے جو عمل کیا وہ شیطانی قوّتوں سے بھی

بڑھ کر ہے، آج جبکہ دُنیا میں چاروں طرف بدامنی، جنگ کی صورتِ حال ہے، اس موقع پر برطانیہ نے دانستہ متعصب اقدام کیا، اس موقع پر خطاب کرتے ہوئے رکن رابطہ کمیٹی محمد آفتاب قادری نے کہا کہ سلمان رُشدی کو عالمِ اسلام بُری نگاہ سے دیکھتا ہے اس نے جو عمل کیا وہ شیطانی قوّتوں سے بھی بڑھ کر ہے، اس کے خلاف جمعہ کو سنی تحریک پورے ملک میں یومِ مذمت منائے گی، پاکستان کی اسمبلیوں کی طرح دُنیا بھر کے مسلمان ممالک کو اِحتجاج کرنا چاہئے، شاتمِ رسول کو ''سر'' کا خطاب دیا جانا، بلاشبہ مسلم اُمہ کے جذبات کو مجروح کرنے کا باعث بنا ہے۔''

(روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۱؍جون ۲۰۰۷ء)

(۲۲)

''کراچی (اسٹاف رپورٹر) متحدہ مجلس عمل کے تحت ملعون سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے کے خلاف ملک گیر یومِ احتجاج کے سلسلے میں کراچی میں بھی متعدّد مقامات پر اِحتجاجی مظاہرے ہوں گے، اس سلسلے کا مرکزی احتجاجی مظاہرہ ۲ بجے دن نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد بنوری ٹاؤن کے باہر ہوگا، مظاہرے سے متحدہ مجلس عمل کے مرکزی رہنما و جماعتِ اسلامی پاکستان کے نائب امیر پروفیسر غفور احمد، متحدہ مجلس عمل کراچی کے صدر محمد صدیق راٹھور، جماعتِ اسلامی کراچی کے امیر ڈاکٹر معراج الہدیٰ صدیقی، جمعیت علمائے اسلام کے قاری عثمان بھی خطاب کریں گے۔''

(روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۱؍جون ۲۰۰۷ء)

(۲۳)

روزنامہ ''جنگ'' کراچی کا ادارتی نوٹ:

''اسلام آباد میں برطانوی ہائی کمشنر رابرٹ برنکلے کو دفترِ خارجہ میں طلب کرکے ان کے ساتھ سلمان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب دینے کے برطانوی فیصلے کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا اور اِحتجاجی یادداشت میں برطانیہ سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ

شاتمِ رسول سے سر کا خطاب واپس لے، برطانوی ہائی کمشنر کو بتایا گیا کہ پاکستانی عوام سمیت پوری دُنیا کے مسلمان برطانیہ کے اس اقدام کی مذمت کرتے ہیں، قومی اسمبلی بھی اس کے خلاف قرارداد مذمت منظور کرچکی ہے، سینیٹ اور سرحد اسمبلی میں بھی متفقہ طور پر مذمتی قراردادوں کی منظوری دی جاچکی ہے، سرحد اسمبلی کی قرارداد میں حکومتِ پاکستان اور اسلامی ملکوں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ برطانیہ سے سفارتی تعلقات منقطع کرلیں، ایران کی ایک این جی او نے سلمان رُشدی کے سر کی قیمت ایک لاکھ ڈالر سے بڑھا کر ڈیڑھ لاکھ ڈالر کرنے کا اعلان کیا ہے، ایک طرف مغربی حلقے تمام مذاہب کے احترام پر زور دیتے ہیں تو دُوسری طرف برطانوی حکومت نے پوری اُمت کے جذبات کو بُری طرح مجروح کیا ہے۔ حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام مسلمانوں کی عقیدت و محبت کوئی راز کی بات نہیں، اور گستاخِ رسول رُشدی کی کتاب کے خلاف اُمتِ مسلمہ کا رَدِّ عمل بھی سامنے آچکا ہے، اسے سر کے خطاب سے نوازنے کا واضح مقصد صرف مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنا ہے، اس حوالے سے حکومتِ پاکستان نے برطانوی سفیر کو دفترِ خارجہ میں طلب کرکے اس سے شدید اِحتجاج کرتے ہوئے پاکستانی عوام کے جذبات کی ترجمانی کی ہے، سینیٹ اور سرحد اسمبلی کی قراردادیں بھی برطانوی فیصلے کے خلاف نہ صرف پاکستان بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ برطانیہ دُنیا بھر کے مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے یہ فیصلہ واپس لے۔‘‘

(روزنامہ ’’جنگ‘‘ کراچی ۲۱؍جون ۲۰۰۷ء)

(ہفت روزہ ’’ختمِ نبوّت‘‘ کراچی، ج:۲۶ ش:۲۶)

امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی کی شرانگیز رپورٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

مشہور کہاوت ہے کہ: ''الکفر ملّة واحدة'' ...کفر ایک ہی ملت ہے...یعنی کفر اور کافر خواہ کہیں کا ہو، وہ ایک ہی ہے۔ بلاشبہ کافر چاہے امریکا کا ہو یا یورپ کا، ہندوستان کا ہو یا پاکستان کا، عرب کا ہو یا عجم کا، یہودی ہو یا نصرانی، قادیانی ہو یا مجوسی، ان سب کا مفاد مشترک ہے، وہ مسلمانوں کے مقابلے میں یک جان ہیں اور ان کی فکر وسوچ میں بلا کا اِتحاد و اِتفاق ہے، اگر ان میں سے کہیں کسی کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو ان کی پوری برادری چیخ اُٹھتی ہے۔

اس کے برعکس اگر مسلمانوں کے حقوق پامال کئے جائیں، ان پر بمباری کی جائے، ان کی آبادیوں کی آبادیاں صفحۂ ہستی سے مٹادی جائیں، سرِ راہ ان کی عفت مآب ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزّت وعصمت تار تار کی جائے، ان کے مردوں کو جانوروں کی طرح پنجروں میں بند کردیا جائے، ان کو بے لباس کردیا جائے، ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر زبردستی پیشاب پلانے کی کوشش کی جائے، ان کے سامنے ان کی مقدس شخصیات کو ننگی گالیاں دی جائیں، ان کی مقدس کتاب کو پاؤں میں روندا جائے، اسے بیت الخلا میں پھینکا جائے، ان کے سامنے مقدس اَوراق سے اِستنجا کیا جائے،

ان کے منہ اور داڑھیوں پر ماہواری کا غلیظ خون ملا جائے، ان پر اِنسانیت سوز تشدّد کیا جائے، ان کو مار مار کر ادھ موا کر دیا جائے یا موت سے ہمکنار کر دیا جائے، حتیٰ کہ ان پر قیامت ہی کیوں نہ ٹوٹ جائے، ان کے نزدیک یہ قابلِ ذکر یا باعثِ تشویش نہیں، اس لئے کہ مسلمان دہشت گرد، مجرم اور ہر سزا کے مستحق ہیں، اس پر نہ ''یونائیٹڈ اسٹیٹس کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجیس فریڈم'' کو تشویش ہوتی ہے اور نہ بین الاقوامی انسانی حقوق کی تنظیمیں حرکت میں آتی ہیں، لیکن اگر کوئی مسلمان یا اسلامی ملک، اسلام اور پیغمبرِ اِسلام کے خلاف بھونکنے والی زبان کو لگام دینے کی کوشش کرے یا اس دریدہ دہنی کے خلاف ...اپنی ایمانی غیرت سے مجبور ہوکر... آواز اُٹھائے، تو امریکا سمیت تمام اسلام دُشمن ممالک اور قوّتیں بیک زبان اس کے خلاف صف آرا ہوجاتی ہیں۔

تازہ ترین صورتِ حال یہ ہے کہ ملعون رُشدی جیسا دریدہ دہن، جس نے حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام، حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور اَزواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن ایسی مقدس شخصیات کی توہین وتنقیص پر مبنی ''شیطانی آیات'' نامی کتاب لکھی تھی اور ۱۹۸۹ء سے رُوپوشی کی زندگی گزار رہا ہے اور برطانیہ جیسے نام نہاد سیکولر ملک نے اسے اپنی گود میں پناہ دے رکھی تھی، محض مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے، انہیں مشتعل کرنے، انہیں ذہنی اذیت میں مبتلا کرنے اور ان کے دِین و مذہب پر حملہ کرنے کی غرض سے ملکہ برطانیہ نے اُسے ''سر'' کا خطاب دے کر گویا دُنیا بھر میں ہونے والی مذہبی شدّت پسندی اور اِشتعال انگیزی کو اپنی سرپرستی کا یقین دِلایا ہے۔

اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ اس خطاب اور اِعزاز کا اس کے سوا کوئی مقصد نہیں کہ جو لوگ اسلام، پیغمبرِ اِسلام اور مسلمانوں کی توہین وتنقیص کے مرتکب ہوں یا ان کے جذبات سے کھیلیں، وہ نہ صرف ہمارے نمائندے اور ترجمان ہیں بلکہ ہماری تمام ہمدردیاں ان کے ساتھ ہیں، اور ایسے تمام دریدہ دہنوں کو ہم اِعزاز و

اِختصاص کا مستحق گردانتے ہیں، اوران کی پشت پر ہمارے تعاون کا ہاتھ ہے۔

کیا امریکا، برطانیہ اور مغرب کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کے بھی کچھ جذبات ہیں اور وہ بھی کوئی حقوق رکھتے ہیں؟ یا وہ بھی اپنے اندر ملّی، دِینی اور مذہبی غیرت رکھتے ہیں؟ اور وہ اس قسم کی دریدہ دہنیوں اور ہرزہ سرائیوں سے مشتعل ہوسکتے ہیں؟ اگر جواب اِثبات میں ہے اور یقیناً اِثبات میں ہے تو وہ دُنیا بھر کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی بجائے صرف قادیانیوں، مرزائیوں اور عیسائیوں کے مذہبی حقوق کے بارے میں ہی اس قدر بے چین، مضطرب اور حساس کیوں ہیں؟ کہ امریکا کی وزیرخارجہ کونڈولیزارائس کے نام ایک خط میں ایسے تمام مسلمان ممالک کو خصوصی تشویش والے ممالک کی فہرست میں شامل کیا گیا ہے، جو ان کے نام نہاد مذہبی لوگوں کی ریشہ دوانیوں کے خلاف متحرک ہیں، اس کے برعکس ان دریدہ دہنوں کی ہرزہ سرائیوں سے پیچ وتاب کھانے والے ڈیڑ ارب مسلمانوں کے مذہبی وملّی جذبات پر پامالی کی ان کو ذرّہ بھر کوئی پروا ہے نہ کوئی اِضطراب واحساس! آخر کیوں...؟

اس سلسلے میں ''امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی'' کی ۲رمئی ۲۰۰۷ء کی ویب سائٹ کی ایک رپورٹ ملاحظہ فرمایئے اور اندازہ کیجئے کہ امریکا اور مغرب عیسائیوں اور قادیانیوں کے بارے میں کس قدر حساس اور مسلمانوں کے بارے میں کس قدر بے حس ہے؟ چنانچہ ''امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی'' کی شرانگیز ویب سائٹ کی رپورٹ پڑھئے اور دادِ اِنصاف دیجئے۔

حکومتِ امریکا کے ادارہ ''یونائیٹڈ اسٹیٹس کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجیس فریڈم'' ...امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی... نے ۲رمئی ۲۰۰۷ء کو اپنی ویب سائٹ پر ایک رپورٹ جاری کی، جس کے مطابق اس ادارے نے بین الاقوامی مذہبی آزادی ایکٹ مجریہ ۱۹۹۸ء کی روشنی میں امریکی وزیرخارجہ کونڈولیزارائس کے نام ایک خط میں ۲۰۰۷ء کے لئے مذہبی حوالے سے ''خصوصی تشویش والے ممالک'' میں شمار

کئے جانے کے قابل ممالک کے لئے ان کو اپنی سفارشات پیش کیں۔ بین الاقوامی مذہبی آزادی ایکٹ مجریہ ۱۹۹۸ء کے مطابق یہ ضروری ہے کہ امریکا ان ممالک کو ''خصوصی اہمیت کے ممالک'' قرار دے، جن کی حکومتیں عقیدہ یا مذہب کی آزادی کے بین الاقوامی حق کی باضابطہ پامالی میں یا تو خود ملوّث ہیں یا اس پر خاموش ہیں۔

اس حوالے سے جن گیارہ ممالک کا نام امریکی کمیشن کی ۲۰۰۷ء کی سفارشات میں شامل ہے، ان میں پاکستان بھی شامل ہے۔

ویب سائٹ پر جاری کردہ امریکی وزیرخارجہ کے نام کمیشن کے خط کے مطابق پاکستان کا نام ''خصوصی تشویش والے ممالک'' کی امریکی فہرست میں اب تک شامل نہیں، لیکن کمیشن مسلسل مشاہدہ کر رہا ہے کہ پاکستان مذہبی آزادی کے بین الاقوامی حق کی باضابطہ پامالی میں یا تو خود ملوّث ہے یا اس پر خاموش ہے، اور یہ کہ کمیشن امسال بھی تجویز دیتا ہے کہ پاکستان کو ''خصوصی تشویش والے ممالک'' میں شامل کیا جائے۔ اس خط میں کمیشن نے امریکی وزیرخارجہ کو لکھا ہے کہ:

> ''فرقہ وارانہ اور مذہبی وجوہات پر مشتمل فسادات پاکستان میں رُونما ہو رہے ہیں، بالخصوص شیعہ، احمدی، عیسائی اور ہندو۔ اور اس مسئلے پر حکومت کا رَدِّعمل گوکہ بہتر ہوا ہے، لیکن اب تک کافی نہ ہوسکا اور نہ ہی مکمل طور پر کارگر۔ مزید براں ملک کے کئی قوانین ...بشمول احمدی کمیونٹی کو محدود کرنے کے حوالے سے قانون سازی اور توہینِ رسالت کے قوانین...... عام طور پر ان کا نتیجہ یا تو مذہب یا عقیدے کی بنیاد پر قید کی صورت میں نکلتا ہے یا پھر ملزم کے خلاف فساد کی شکل میں۔ صرف گزشتہ ماہ پنجاب کے ایک شہر میں چھ عیسائیوں کے خلاف انتہائی اِستفہامیہ حالات میں توہین کی دفعہ عائد کی گئی، اس

علاقے کے دیگر (عیسائی) رپورٹ کے مطابق حملے کے خطرے
کے پیشِ نظر رُوپوش ہوگئے۔ یہ مذہبی آزادی کی تشویش جاری
ہے، اس درمیان میں کہ پاکستان میں جمہوریت کی عدم موجودگی
بڑی پریشانی ہے ...... ایک ایسی رُکاوٹ جس کا مداوا موجودہ
حکومت نے بہت کم کیا ہے۔''

بین الاقوامی مذہبی آزادی کے حوالے سے مصر کے خلاف کمیشن کا کہنا ہے کہ:

''اسلام کو ترک کر کے عیسائیت قبول کرنے والے
افراد کو بھی مملکت کی سیکوریٹی سروسز کی توجہ کا سامنا ہے، اور
شناختی دستاویز پر مذہبی وابستگی تبدیل کرنے کی کوشش پر ان اَفراد
کو گرفتار کرلیا گیا۔ ....حکومت (مصر) کو چاہئے کہ وہ ان
افراد کو سزا دے جو حالیہ سالوں میں مذہبی فسادات کو بڑھانے
میں ملوّث ہیں اور میڈیا اور تعلیمی نظام میں یہودیت کے خلاف
عدمِ برداشت کا مقابلہ کرے۔''

بنگلہ دیش کے خلاف اپنے ریمارکس دیتے ہوئے کمیشن نے امریکی
وزیرِخارجہ کو لکھا کہ:

''کمیشن نے ۲۰۰۵ء میں بنگلہ دیش کو اپنی واچ لسٹ
پر رکھا، بوجہ بڑھتی ہوئی اسلامی شدّت پسندی اور فسادات اور
مذہبی اقلیتوں بشمول ہندو، عیسائی اور احمدیوں کے خلاف امتیاز۔
مذہبی اقلیتی کمیونٹیوں نے تشویش کا اظہار کیا ہے ووٹر لسٹوں سے
اخراج پر، خوفزدہ کرنا، اگلے عام انتخابات سے نشانہ بنانا اقلیت
کے خلاف فساد کا جیسا کہ گزشتہ عام انتخابات کے بعد ہوا۔''

انڈونیشیا کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کرتے ہوئے امریکی
وزیرِخارجہ کونڈولیزا رائس کے نام اپنے خط میں کمیشن نے لکھا کہ:

''احمدی مسلمانوں کو نشانہ بنانے والے فسادات میں حالیہ سالوں میں قابلِ ذکر اِضافہ ہوا ہے، اور شدّت پسند گروپس (افراد کو) بھرتی کرنے، تربیت دینے اور مرکزی اور شمالی سولاویسی میں عملاً کام کرنے کے حوالے سے جانے جاتے ہیں۔ گزشتہ سال کم از کم نو پروٹسٹنٹ چرچ، چار احمدی مساجد اور ایک ہندو مندر بند کردیئے گئے یا انہیں نقصان پہنچا، مغربی جاوا، شمالی سماٹرا، جنوبی سولاویسی اور مغربی نوساٹینگارا میں شدّت پسند گروپوں کے اثرات کے نتیجے میں جو مجمعوں کو اُکساتے ہیں یا مقامی حکام کو خوفزدہ کرتے ہیں۔''

کمیشن نے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

''خصوصی تشویش کے حامل وہ تمام ممالک جن کا تذکرہ اس خط میں کیا گیا ہے، ان کے حالات کا خلاصہ کمیشن کی سالانہ رپورٹ میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے، جو لف ہے، جسے اس خط کے ساتھ جاری کیا جائے گا۔''

''کمیشن نے ان ممالک کے حوالے سے خاص پالیسی تجاویز دی ہیں اور ہم آپ (امریکی وزیرخارجہ) کی حوصلہ افزائی کریں گے کہ آپ ان تجاویز پر خصوصی توجہ دیں، جو کہ ہماری رپورٹ میں بھی درج ہیں، ہم وزارتِ خارجہ پر بھی زور دیں گے کہ وہ بین الاقوامی مذہبی آزادی ایکٹ پر عمل درآمد کرانے کے لئے ضروری ایکشن لے۔''

''کمیشن اس بات کا اظہار جاری رکھے گا کہ مذہبی آزادی کا مسئلہ امریکی خارجہ پالیسی کے متعدّد مسائل سے ٹکراتا ہے، عقیدہ یا مذہب کی آزادی کی شدید پامالی کے ہمارے سیاسی

اور قومی سلامتی کے مفادات پر اَثرات ہیں اور ساتھ ساتھ دُنیا بھر میں سیاسی استحکام پر بھی۔''

''جب ہماری حکومت مذہبی آزادی کو شدّت سے اُجاگر کرتی ہے، تو ہم دُنیا کے لئے خطرہ بننے والی شدّت پسندی کے خاتمے کے لئے کام کرتے ہیں، اس مرکزی انسانی حق کی پیش رفت میں ہم امن کی ترویج اور تمام اقوام ...بشمول ہماری اپنی قوم... کی سلامتی کے لئے کام کرتے ہیں۔''

کیا دُنیا بھر کے مسلمان ''عزّت مآب'' امریکا اور اس کے اتحادیوں سے یہ پوچھنے کی ''گستاخی'' کرسکتے ہیں کہ دُنیا بھر کے عیسائیوں، قادیانیوں، ہندوؤں اور دُوسری اقلیتوں کے غم میں گھلنے والے ان سورماؤں کو دُنیا بھر میں مظلومیت کی چکی میں پستی، چیختی، چلاّتی اور بلبلاتی بے بس مسلم اقلیت کا آسمان سے باتیں کرتا نوحہ سنائی نہیں دیتا...؟ کیا انہیں عراق و افغانستان میں زبردستی مسلط ہونے والی عیسائیت اور عیسائیت کے مظالم دِکھائی نہیں دیتے؟ کیا گوانتاناموبے میں مسلمانوں کے خلاف روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم پر ''امریکی مذہبی آزادی کا کمیشن'' کچھ نہیں کہتا؟ کیا ان کو اس پر تشویش نہیں ہوتی؟ کیا امریکا اور اس کے اتحادی کسی قانون کے پابند نہیں؟ کیا امریکا کے ''کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی'' کے دائرے میں اِسلام اور مسلمانوں کے دُشمن نہیں آتے؟ کیا دُنیا میں عیسائیت، قادیانیت اور ہندومت کے علاوہ دُوسرا کوئی مذہب نہیں؟ کیا دُنیا میں مسلمانوں کو ہراساں نہیں کیا جاتا؟ کیا ان کے خلاف تشدّد سے کام نہیں لیا جاتا؟ کیا ان کے خلاف نسلی امتیاز نہیں برتا جاتا؟ اگر جواب اِثبات میں ہے اور یقیناً اِثبات میں ہے تو کیا امریکا بہادر نے اپنے مذہبی آزادی کے کمیشن میں ظلم کے شکار ایسے کسی مسلمان کے حق میں بھی آواز اُٹھائی ہے؟ یا ان کے مذہبی جذبات کی پامالی کے خلاف بھی کوئی قانون بنایا ہے؟ کیا

امریکا نے اسلام، پیغمبرِ اِسلام اور مسلمانوں کے مجرم مرزا غلام احمد قادیانی، سلمان رُشدی اور تسلیمہ نسرین ایسے دریدہ دہنوں کے خلاف بھی اپنی کسی تشویش کا اظہار کیا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا کہا جائے کہ خود امریکا بہادر اِسلام اور مسلمانوں کا حریف اور قادیانیوں کا سرپرست نہیں؟ کیا وہ خود اس مذہبی تشدّد کا موجد نہیں؟ کیا امریکا کے خلاف بھی کوئی کمیشن بنایا جاسکتا ہے؟ کیا امریکا کے خلاف بھی کوئی آواز اُٹھاسکتا ہے؟ اگر نہیں تو کیوں...؟

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۶ ش:۲۸، ۱۰/رجب ۱۴۲۸ھ)

اُسوۂ حسینی کے علَم برداروں کو سلام!

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

لال مسجد اور مدرسہ حفصہ للبنات اسلام آباد کے معصوم طلبہ، طالبات، اساتذہ، معلّمات اور شیر خوار بچوں پر آگ و آہن کی بارش کر کے اگر ایک طرف فوج، حکومت اور پرویز مشرف نے ظلم، تشدّد اور بربریت کی سیاہ تاریخ کا ریکارڈ قائم کیا ہے، تو دُوسری طرف دِین و شریعت کے نفاذ، عریانی، فحاشی، جسم فروشی، بدکاری کے سدِّباب اور مساجد و مدارس کے تحفظ ایسے مبنی برحق و سچ اور جائز مطالبات کی پاداش میں علماء، طلبہ، طالبات اور معصوم بچوں نے اپنی جانیں قربان کر کے مسلمانانِ عالم اور خصوصاً مسلمانانِ پاکستان کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔

ایک طرف اگر حکومت اور اَربابِ اقتدار نے ۱۸۵۷ء کی انگریزی بربریت کو شرما دیا ہے، تو دُوسری طرف شہدائے لال مسجد نے بھی اپنے اکابرین کی قربانیوں کی یادیں تازہ کردیں ہیں۔

اگر اَربابِ اِقتدار کو فرعونیت، رعونت، غرور و تکبر اور اَمریکا کی خوشنودی نے اس درندگی پر مجبور کیا ہے، تو دُوسری جانب ان جاں نثارانِ اسلام کو بھی اُسوۂ حسینی نے ہی جبر و تشدّد کے سامنے نہ جھکنے پر مجبور کردیا تھا۔

جس طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے سچے موقف پر ڈَٹ کر اپنے تمام رُفقا سمیت جامِ شہادت نوش کیا تھا اور کسی قسم کی مداہنت سے انکار کردیا تھا، اسی

طرح شہدائے لال مسجد نے بھی اپنے صحیح اور مبنی برحق موقف پر کسی مصالحت و مداہنت سے کام نہیں لیا، یہ دُوسری بات ہے کہ ابتدا میں مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی شہید کے طریقۂ کار سے علماء نے اختلاف کیا تھا، مگر بعد میں پیش آمدہ حالات کے تناظر میں دیکھا جائے تو لگتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک طے شدہ منصوبے کا حصہ تھا، اوران کو ایک خاص حکمتِ عملی کے تحت مجرم بنایا گیا اور ان کو اس بند گلی میں لاکھڑا کیا گیا تھا، تاکہ دِین، اہلِ دِین، مدارس اور مساجد کو نشانہ بنانے اور ان کے خلاف فوج کشی کرنے کا جواز اور بہانہ تراشا جائے۔

بہرحال اس موقع پر جس طرح قرآن پاک، دِینی کتب، مسجد اور مدرسے کا تقدس پامال کیا گیا، علماء، صلحاء، طلبہ، طالبات اور معصوم بچوں کو آتشیں اسلحے سے بھونا گیا، کم از کم مہذّب دُنیا میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

بایں ہمہ ستم بالائے ستم یہ کہ ہزاروں معصوموں کو قتل کرکے جس بے دردی سے ان کو ٹھکانے لگایا گیا، پھر اس پر جس قدر مبارک، سلامت اور خوشی و مسرّت کا جشن منایا گیا، کم از کم کسی مسلمان ملک کے مسلمان حکمران اور اس کی مسلم فوج سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔

ہمارے خیال میں اس مذموم سازش اور شیطانی کھیل کے مہروں کا اللہ، رسول اور قیامت کی جزا و سزا پر اِیمان نہیں ہے، ورنہ ان کو اتنا شعور ہوتا کہ ایک مسلمان کی ناحق جان لینا یا اس کو قتل کرنا، پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے، اور اس جرم کی پاداش میں ایسے مجرم کو طویل عرصہ تک جہنم میں جلنا ہوگا، اور اگر کوئی شخص مسلمان کے قتل کو حلال جان کر اس کو قتل کرتا ہے تو اس کو ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ کا سامنا کرنا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ اَربابِ اقتدار کو ہدایت نصیب فرمائے اور ان معصوموں کی قربانیوں کو قبول فرماکر ان کے مقاصد کو پورا فرمائے۔ بلاشبہ نفاذِ اسلام، مدارس و

مساجد کے تحفظ اور عریانی، فحاشی، زنا کاری، جسم فروشی اور بدکاری کے سدِباب کے سلسلے میں ان سے جتنا ہوسکتا تھا، انہوں نے کر دِکھایا، حتیٰ کہ اپنی جانیں تک قربان کردیں، اَب بعد والوں کا فرض ہے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور اپنے فرائض کو نبھائیں۔

ہمارے خیال میں جنابِ صدر اور اَربابِ اِقتدار کے بدخواہوں نے اس کارروائی کے ذریعے ان کے دُشمنوں اور بدخواہوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

اس لئے کہ موجودہ صورتِ حال میں اس آپریشن سے جتنا لوگ، افراد اور خاندان متأثر ہوئے ہیں، اور جن کے جگر گوشے زخمی یا شہید ہوئے ہیں، یا جن کو پابندِ سلاسل کیا گیا ہے، ظاہر ہے وہ سب کے سب اَربابِ اِقتدار، حکومت، فوج اور جنابِ صدر صاحب کے معتقد تو نہیں ہوں گے، اور نہ ہی وہ ان کے ہاتھ چومیں گے، بلکہ ان کی کوشش ہوگی کہ کسی طرح وہ ان کے انتقام کا نشانہ بن جائیں، بلاشبہ یہ انداز عوام کو براہِ راست فوج سے ٹکرانے اور لڑانے کی بدترین سازش ہے۔

دیکھا جائے تو یہ صورتِ حال معاشرے کو براہِ راست سوِل نافرمانی کی راہ پر ڈالنے کی بدترین کوشش اور سازش ہے، خدا نہ کرے کہ ایسی صورتِ حال پیدا ہوجائے، ورنہ ملک وقوم کے حق میں نہایت نقصان دہ ہوگی۔

ہم اس موقع پر غمگین ہیں اور پورا مسلم معاشرہ سوگوار ہے، اور ہمارا دِل خون کے آنسو رورہا ہے، اللہ تعالیٰ ان تمام شہداء کی مغفرت فرمائے اور ان کو جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے پسماندگان کی کفایت و کفالت فرمائے، اور حکومت اور اربابِ اقتدار کو عقل وشعور نصیب فرمائے اور ملک وملت کو بدخواہی سے بچائے، آمین!

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۶ ش:۲۹، ۸/رجب ۱۴۲۸ھ)

یہودی مفادات کے محافظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

آٹھ سال قبل ڈرامائی انداز میں منتخب حکومت کو چلتا کرکے ملکی اقتدار پر قابض ہونے والے فوجی جنرل نے اپنے دورِ اقتدار میں جو جو ''کارہائے نمایاں'' انجام دیئے اور ملک وقوم کو جس کرب و اِضطراب میں مبتلا کیا، وہ کسی سے پوشیدہ ہے اور نہ ہی اس کے بیان و تذکرے کی ضرورت۔ بلاشبہ مطلق العنان حکمرانوں اور فوجی آمروں کی تاریخ کا یہ ایسا دور تھا کہ اس کے دستِ ستم سے کوئی بھی محفوظ نہیں رہا، اس دور میں افغانستان سے عراق تک کے مسلمانوں کے خون سے غداری کی گئی، مساجد و مدارس اور دِینی اقدار پر حملے کئے گئے۔ دِین دار مسلمانوں اور علماء کو ذبح کیا گیا، مغرب اور مغربی مفادات کا تحفظ کیا گیا، ایٹمی پروگرام کے رُوحِ رواں اور ملک کو ایٹمی صلاحیت سے مالا مال کرنے والے ہیروز کو پابندِ سلاسل کیا گیا، امریکی و مغربی جارحیت اور مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے والے مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر دُشمن کے حوالے کیا گیا، جہاد سے وابستہ افراد یا اس کے حق میں کلمۂ خیر کہنے والے مسلمانوں کو چن چن کر ختم کیا گیا، چادر اور چار دیواری کے تحفظ کی دھجیاں بکھیری گئیں، اسلامی شعائر کی توہین وتضحیک کی گئی، مساجد ڈھائی گئیں، مدارس گرائے گئے، ہزاروں معصوم طلباء و طالبات کو گولیوں سے بھونا گیا، اور فرعونیت و رعونت کی نئی تاریخ رقم کی گئی، دُوسری طرف ملک کو معاشی بدحالی، بدامنی اور اِضطراب و بے چینی سے

دوچار کیا گیا، جلسوں، جلوسوں اور دِینی و سیاسی اجتماعات پر حملے کرائے گئے اور انہیں نام نہاد خودکش حملوں کا نام دیا گیا، اس سے بڑھ کر اپنے ہی ملک کے ایک حصے اور اپنے ہی شہریوں کے خلاف فوج کشی کی گئی، مسلمانوں کو دہشت گرد و تشدّد پسند باور کرایا گیا اور امریکی و اتحادی افواج کو ملک میں گھس کر مسلمان آبادیوں کے تاراج کرنے کی اجازت دی گئی۔

یہ اور اس طرح کے دُوسرے معاملات دیکھ کر سمجھ نہیں آتا کہ یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہو رہا ہے؟ اور کون کرا رہا ہے؟ کیا کسی ملک کا سربراہ اپنے ہی شہریوں کے خلاف ایسا بھی کرسکتا ہے؟ کیا کوئی سربراہِ مملکت اپنے ملک وقوم کا ایسا بدخواہ بھی ہوسکتا ہے؟ کیا کسی اسلامی مملکت کا مسلمان حکمران ...چاہے نام کا ہی ہو... اس قدر آگے جاسکتا ہے؟ کیا کہا جائے کہ یہ سب ملک وملت اور دِین وشریعت سے غداری ہے یا وفاداری؟ کیا یہ قوم و ملت سے عداوت و بغاوت اور مغرب و مغربی مفادات سے وفاداری اور ان کی نمائندگی نہیں؟ اگر جواب اِثبات میں ہے، تو کیوں؟ کیا یہ ملک اس لئے بنا تھا؟ کیا ہمارے اکابر نے اسی لئے قربانیاں دی تھیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو اس کا کیا جواز ہے؟

یہ وہ پریشان کن صورتِ حال اور مخمصہ تھا کہ جس کا کوئی حل اور جواب سمجھ نہیں آتا تھا، اتنے میں فوجی وردی اور منصبِ صدارت کے دونوں عہدوں کے یکجا ہونے اور نہ ہونے کی گرما گرم بحثیں ہونے لگیں، ایک مرحلے پر ایسا بھی محسوس ہوا کہ شاید موجودہ حکمران اب ان دونوں عہدوں سے محروم ہوجائیں گے، مگر یکایک حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ موجودہ اسمبلیوں کے ''بیدار مغز'' اراکینِ اسمبلی اور ''نمائندگانِ قوم'' نے بھاری اکثریت سے اگلے پانچ سال کے لئے جناب پرویز مشرف کو پاکستان کی صدارت کے لئے نامزد کردیا۔ اس پر دُنیا بھر کے سنجیدہ حلقوں میں عموماً اور پاکستان کے اِعتدال پسند طبقے میں خصوصاً اِضطراب کی لہر دوڑ گئی۔

تاہم یہ گتھی اس وقت سلجھی جب امریکا کی یہودی کمیونٹی کا یہ بیان اخبارات کی زینت بنا کہ: ''اگر پرویز مشرف کو ہٹایا گیا تو دُنیا خطرناک دلدل میں پھنس جائے گی'' چنانچہ روزنامہ ''نوائے وقت'' اور دُوسرے معاصر اخبارات کی یہ خبر پڑھیئے اور سر دھنیئے!

''واشنگٹن (آن لائن) امریکی یہودی کمیونٹی نے کہا ہے کہ صدر مشرف کو اِقتدار سے ہٹانے پر دُنیا خطرناک دلدل میں دھنس جائے گی۔ صدر مشرف امریکا میں یہودی کمیونٹی میں مقبول رہنما ہیں، جو سمجھتے ہیں کہ صدر مشرف کا اقتدار میں رہنا ضروری ہے۔ امریکن یہودی کانگریس کونسل برائے ورلڈ جیوری کے چیئرمین جیک روسین نے یروشلم پوسٹ میں لکھا ہے کہ اگر پاکستانی لیڈر کو اِقتدار سے ہٹایا گیا تو دُنیا خطرناک دلدل میں دھنس سکتی ہے، جیک روسین کا دعویٰ ہے کہ ان کے گزشتہ چند سالوں سے صدر مشرف کے ساتھ قریبی تعلقات ہیں۔ امریکی اخبار کے مطابق جیک روسین نے ۲۰۰۵ء میں دورۂ نیویارک کے دوران صدر مشرف اور امریکی یہودی اور یہودی رہنماؤں کی ملاقات کی میزبانی کی تھی اور روسین نے اب تک متعدّد دفعہ اسلام آباد کے دورے بھی کئے ہیں۔ روسین نے مزید لکھا ہے کہ پاکستان میں اسلام پرست اچھی طرح مسلح اور اچھی طرح سے مالیات رکھتے ہیں، ان کے نہ صرف پاک فوج بلکہ انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ساتھ قریبی تعلقات ہیں بلکہ یہ حکومت میں قابلِ قدر اثر و رُسوخ رکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان اسلام پرستوں اور پاک فوج کے درمیان تعلقات ۱۹۸۰ء کی دہائی میں اس وقت پیدا ہوئے جب امریکی سربراہی میں سوویت یونین

کے خلاف افغانستان میں جنگ لڑی گئی اور سعودی عرب اور دیگر اسلامی ممالک سے مجاہدین اس جنگ میں حصہ لینے کے لئے آئے، جیک روسین کے مطابق ۱۹۹۰ء میں حکومتِ پاکستان نے بھارت کے خلاف مقبوضہ کشمیر میں جہاد کے لئے مجاہدین کو تربیت دی اور انہیں فنڈز فراہم کئے۔ اخبار کے مطابق امریکی حکام کو یقین تھا کہ نائن الیون کے موقع پر ان اِنتہاپسند اسلام پرستوں کے پاک فوج اور پاکستان کی انٹیلی جنس ایجنسیوں میں خطرناک حد تک اثر ورُسوخ، اور ہمدردی حاصل ہوگئی تھی۔ اخبار کے مطابق امریکی یہودی روسین نے کہا کہ صدر مشرف جو کہ معتدل قوّتوں کے ایک مضبوط نشان ہیں اگر انہیں اقتدار سے ہٹایا جاتا ہے تو یہ اِنتہاپسند اسلامی لوگ نہ صرف مزید پاکستان میں بااختیار ہوجائیں گے بلکہ مغرب کے لئے بھی خطرناک ثابت ہوں گے۔'' (روزنامہ ''نوائے وقت'' کراچی ۱۹/اکتوبر ۲۰۰۷ء)

اس خبر سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب صدر، مسلمانوں کے نہیں، یہودی مفادات کے محافظ ہیں، اگر ان کے عہدۂ صدارت یا وردی کو کوئی گزند پہنچا تو نہ صرف امریکا کی یہودی کمیونٹی اور اس کے مفادات کو نقصان پہنچے گا، بلکہ یہودی کمیونٹی کے بقول ''پوری دُنیا دلدل میں پھنس جائے گی۔''

غالبًا یہی وہ حقِ وفاداری تھا جس کی ادائیگی کے لئے پاکستان، پاکستانی مفادات، قومی ملکی سلامتی، امن و امان اور مسلمانوں کی جان و مال اور دِینی اقدار اور شعائرِ اِسلام کو اس کی بھینٹ چڑھایا گیا۔

بہرحال کسی مسلمان کے لئے یہ بات لائقِ شرم ہے کہ ملک و قوم اور مسلمانوں سے زیادہ اس کے ساتھ اغیار کی اُمیدیں وابستہ ہوں اور اسے مسلمانوں

سے زیادہ یہودی اور عیسائی بلکہ مغربی اقوام کا نمائندہ تصوّر کیا جائے، کیا کوئی غیرت مند انسان یہ گوارا کرسکتا ہے کہ اسے اپنے ملک و قوم کی بجائے امریکا، برطانیہ یا یہودی اور عیسائی اقوام کا نمائندہ یا ان کے مفادات کا محافظ تصوّر کیا جائے؟ نہیں، ہرگز نہیں! اگر نہیں تو ضروری ہے کہ جناب جنرل پرویز مشرف کو اپنی پوزیشن واضح کرنا چاہئے اور اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہئے کہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا نہیں بلکہ مسلمانوں کا نمائندہ اور ان کے حقوق کا محافظ ہوں، ورنہ بصورتِ دیگر ان کو پاکستان اور مسلمانوں پر حکمرانی کا حق نہیں۔

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۶ ش:۴۱، ۱۹رشوال ۱۴۲۸ھ)

دین دار مسلمانوں کے خلاف سازش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

روزنامہ ''جنگ'' کراچی کی ایک خبر کے مطابق: مذہبی رُجحانات رکھنے والے سیکورٹی اہل کاروں کو وی وی آئی پی پروٹوکول سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے۔ روزنامہ ''جنگ'' کی خبر کا متن ملاحظہ ہو:

> ''اسلام آباد (آن لائن) شدید مذہبی رُجحانات کے حامل پولیس اور دیگر سیکورٹی اداروں کے اہل کاروں کو وی وی آئی پی شخصیات کے پروٹوکول سے ہٹانے کا فیصلہ کرلیا گیا ہے اور پولیس و دیگر سیکورٹی اداروں کو وزارتِ داخلہ میں رپورٹ پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
>
> ذرائع کے مطابق وی وی آئی پی شخصیات، صدر جنرل پرویز مشرف، وزیر اعظم شوکت عزیز، وفاقی وزیر داخلہ آفتاب احمد شیر پاؤ، وزیر ریلوے شیخ رشید اور دیگر اہم شخصیات کی سیکورٹی کو مزید مؤثر بنانے کے لئے وزارتِ داخلہ میں اجلاس منعقد ہوا، وفاقی وزیر داخلہ آفتاب احمد شیر پاؤ کی زیرِ صدارت اجلاس میں فیصلہ کیا گیا ہے کہ ان وی وی آئی پی شخصیات کی حفاظت اور پروٹوکول ڈیوٹی پر مامور شدید مذہبی رُجحانات کے حامل

پولیس اہل کاروں و دیگر سیکورٹی اداروں کے اہل کاروں کو ہٹادیا جائے اور اس ضمن میں ان اداروں اور پولیس کو ہدایت دے دی گئی ہے۔" (روزنامہ "جنگ" کراچی ۲۳/اکتوبر ۲۰۰۷ء ص:۴)

بظاہر یہ معمول کے سیکورٹی انتظامات کی چھوٹی سی، معمولی اور غیراہم خبر ہے، لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو اس سے بہت سے پوشیدہ حقائق اور سربستہ رازوں سے پردہ اُٹھتا ہے، مثلاً:

۱:... اس خبر سے اندازہ ہوتا ہے کہ مستقبل قریب میں دِین و مذہب سے گہری وابستگی رکھنے والے مسلمان ملازمین کو اعلیٰ عہدوں سے روکا جائے گا۔

۲:...ان کو حساس پوسٹوں خصوصاً سیکورٹی کے مقامات سے ہٹایا جائے گا۔

۳:... آئندہ کے لئے ان پر عدم اعتماد کی چھاپ لگ جائے گی، اور ان کو شکوک وشبہات کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

۴:...آئندہ ان کے خلاف سخت چیکنگ کی جائے گی۔

۵:...آئندہ ان کی شدید اور کڑی نگرانی کی جائے گی۔

۶:... عین ممکن ہے کہ مستقبل میں ان پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے ہی بند کردیئے جائیں۔

۷:...موجودہ ملازمین کے لئے شدید مشکلات پیدا کی جائیں گی تاکہ وہ خود ہی اپنی ملازمت سے استعفیٰ دے کر ان پوسٹوں اور ملازمتوں کو دِین و مذہب سے باغی افراد کے لئے خالی کردیں۔

۸:...آئندہ حساس جگہوں اور سیکورٹی مقامات کے لئے ایسے افراد کا چناؤ کیا جائے گا جو دِین و مذہب سے بیزار ہوں، چاہے وہ قادیانی، عیسائی، یہودی اور ہندو ہی کیوں نہ ہوں، مگر ان کا خدا و رسول سے کوئی واسطہ نہ ہو۔

۹:... حکومت اور حکومتی اداروں کو کسی قادیانی، عیسائی، یہودی، ہندو اور

غیر مسلم سے کوئی خطرہ نہیں، شاید اسی لئے سیکورٹی مقامات سے ایسے کسی فرد یا افراد کے ہٹائے جانے کا کوئی منصوبہ زیرِ غور نہیں۔

۱۰:... گویا حکومت اور حکومتی مشینری دِین و مذہب اور دِینی و مذہبی افراد کے علاوہ کسی سے برسرِ پیکار نہیں، یہی وجہ ہے کہ اس کو کسی بیرونی دُشمن کا سامنا نہیں ہے۔

۱۱:... گویا حکومت اور حکومتی ادارے اپنی اسلام دُشمنی کا اعتراف کرتے ہوئے یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم نے جن طبقات کے خلاف میدان سنبھال رکھا ہے، وہی ہمارے دُشمن ہیں اور ان سے ہی ہمیں خطرات ہیں، اس لئے ان پر پابندی عائد کی گئی ہے۔

۱۲:... ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ مسلمانوں کو دِین و مذہب سے دُور کرنے اور مذہب و ملت سے باغی بنانے کی اس سازش و منصوبہ بندی کا تسلسل ہے، جس میں ایسٹ انڈیا کمپنی نے متحدہ ہندوستان پر تسلط حاصل کرتے ہی یہ اعلان کردیا تھا کہ حکومتی اور دفتری زبان انگریزی ہوگی لہٰذا جو لوگ انگریزی زبان نہ جانتے ہوں وہ ہمارے ہاں ملازمت کے اہل نہیں۔ گویا جس طرح ان تمام حضرات پر، جو عربی، فارسی یا اُردو جانتے تھے، بیک جنبشِ قلم ملازمت کے دروازے بند کردیئے گئے تھے اور مجبوراً اپنی دِینی، مذہبی زبان کو چھوڑ کر انگریزی کی طرف متوجہ ہوئے اور ان پر انگریزیت کے اثرات آنا شروع ہوگئے، ٹھیک اسی طرح ان تمام حضرات کو جو دِین و مذہب کے ساتھ گہری وابستگی رکھتے ہیں، اس فیصلے کے ذریعے دِین و مذہب سے بیزاری پر مجبور کیا جارہا ہے۔

۱۳:... دُوسرے الفاظ میں اس فیصلے سے دِین دار مسلمانوں کو باور کرایا گیا ہے کہ اگر سرکاری ملازمت کرنی ہے یا حساس پوسٹوں پر فائز ہونا ہے تو دِین و مذہب سے دِلی وابستگی کو خیرباد کہنا ہوگا۔

۱۴:... اس فیصلے کے ذریعے مسلمانوں کی نئی نسل کو ڈرانا اور دھمکانا مقصود

ہے کہ آئندہ تمہارے ظاہر و باطن میں دِین و مذہب سے وابستگی کے آثار و نشانات کا پتا نہیں چلنا چاہئے ورنہ مشکلات تمہارا اِستقبال کریں گی۔

۱۵:...اس فیصلے سے گویا نئی نسل کے دِل و دِماغ سے دِینی اور ملّی وابستگی کے آثار ونشانات کو کھرچ کھرچ کر صاف کرنے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

۱۶:...اس فیصلے کے ذریعے امریکا اور ان کے اتحادیوں کو یہ پیغام دیا جارہا ہے کہ ہمیں تمہاری معاونت و ہم نوائی پر اس قدر مشکلات کا سامنا ہے کہ ملک بھر کا دِین دار طبقہ ہمارے خلاف ہے، حتیٰ کہ ہماری فورسز میں شامل دِین دار اَفراد سے بھی ہمیں شدید خطرات ہیں، لہٰذا اس مشکل وقت میں ہمیں تنہا نہ چھوڑا جائے اور ہماری ہر طرح کی مدد کی جائے۔

پاکستان ،اسلامی جمہوریہ ہے اور اِسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا، سوال یہ ہے کہ اگر اَربابِ اِقتدار اس کو انہی خطوط پر چلاتے جن پر یہ ملک حاصل کیا گیا تھا، تو مسلم عوام حکمرانوں سے بیزار کیوں ہوتی؟ اور اَربابِ اِقتدار کو اپنی ہی عوام سے خطرہ کیوں ہوتا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کو اپنے مقصدِ تخلیق سے ہٹادیا گیا ہے اور اَب اربابِ اِقتدار کا قبلہ صحیح رُخ پر نہیں رہا، چونکہ موجودہ اربابِ اِقتدار مسلمانوں کے بجائے کفار کے ہم نوا اور ان کے مفادات کے محافظ ہیں، اس لئے فطری طور پر مسلم عوام ان کے اس طرزِ عمل سے ناخوش ہے۔ کیونکہ مسلمان چاہتے ہیں کہ پاکستان میں ان مقاصد کی تکمیل کی جائے، جن کے لئے یہ معرضِ وجود میں آیا تھا، مگر افسوس کہ حکمران اس کے لئے تیار نہیں، اس لئے وہ ایسے تمام مسلمانوں کو اپنا دُشمن اور حریف سمجھتے ہیں اور ان کی سرکوبی اپنا فرض سمجھتے ہیں جو قیامِ پاکستان کے مقاصد کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں۔ چنانچہ مدارس، مساجد کے خلاف معاندانہ کارروائیاں، دِین دار مسلمانوں کے خلاف کریک ڈاؤن، شمالی وزیرستان میں آپریشن وغیرہ سب اسی کا نتیجہ اور شاخسانہ ہے۔

اسلامی تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسا حکمران ہوا ہو، یا کسی دور میں ایسے اربابِ اِقتدار آئے ہوں، جنہوں نے غیر مسلموں سے بڑھ کر مسلمانوں کو اپنا حریف اور دُشمن سمجھا ہو، یا دِین دار مسلمانوں کی جگہ بے دِینوں، ملحدوں اور دہریوں کو اپنا خیرخواہ باور کیا ہو، مگر اے کاش! کہ ہم ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ ہمارے اربابِ اِقتدار اپنے اَزلی دُشمن ہندو بنیئے، عیسائی، یہودی اور قادیانی اور دُوسرے غداروں سے بڑھ کر دِین دار مسلمانوں کو اپنا حریف اور دُشمن سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ وہی مسلمان ہیں جن کے آباء و اَجداد نے اس سرزمین کے حصول کے لئے جانی اور مالی قربانیاں دیں تھیں اور خون کی ندیاں عبور کرکے اس سرزمین پر آئے تھے اور آتے ہی سجدہ میں گر گئے تھے، مگر آج ان کی اولادوں کے ساتھ یہ ستم ڈھایا جارہا ہے، چنانچہ ان کو کہا جاتا ہے کہ تم ملک و ملت کے خیرخواہ نہیں، تم قابلِ اعتماد نہیں، تم سے ناخدایانِ ملک کو شدید خطرات ہیں، تم حساس پوسٹوں پر نہیں جاسکتے، تم وی وی آئی پی پروٹوکول کے اہل نہیں۔ اے اللہ! ہم کہاں جائیں اور اپنا زخمی سینہ اور چھلنی قلوب کس کو دِکھائیں اور اس ظلم و تعدی کی دہائی کس کے سامنے دیں اور کس سے انصاف مانگیں...؟

ہے کوئی جو ان ''بہی خواہانِ'' ملک و ملت سے پوچھے کہ آج تک کس دِین دار اور دِین و مذہب سے گہری وابستگی رکھنے والے مسلمان نے قوم و ملت سے غداری کی؟ یا کسی نے ملکی سرحدوں کی خلاف ورزی کی؟ یا ...نعوذ باللہ... کسی ملک دُشمن سرگرمیوں میں ملوّث پایا گیا؟ یا اس نے ملکی مفادات کے خلاف کوئی اقدام کیا؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے ... کیونکہ بحمداللہ! اس کی کوئی ایک آدھ مثال اور ثبوت نہیں پیش کیا جاسکتا کہ دِین و مذہب سے گہری وابستگی رکھنے والے کسی مسلمان نے ایسی کوئی حرکت کی ہو، اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے...تو پھر ان پر اس قدر قدغن اور پابندیاں کیوں...؟

اس کے برعکس ایسے افراد اور طبقات جنہوں نے قیامِ پاکستان کے وقت

باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنے علاقے کو پاکستان کا حصہ بنانے کی بجائے ہندوستان میں شامل کرانے پر زور دیا، انہوں نے پاکستان کے اَزلی دُشمن اِنڈیا سے روابط مضبوط کیے، اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھا، اپنی میتوں کو پاکستان میں یہ کہہ کر اَمانتاً دابا کہ جب پاکستان ٹوٹ جائے اور دوبارہ اکھنڈ بھارت ہوجائے تو ہماری میتیں ہندوستان لے جائی جائیں، انہوں نے اسرائیل میں اپنے خفیہ مشن کھولے، اسرائیل کی فوج میں شامل ہوکر عربوں پر بارود برسایا، اور انہوں نے پاکستان کے ایٹمی پلان کے نقشے دُشمنوں کو مہیا کیے، ان پر تو کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں، بلکہ وہ ہر طرح کے وی وی آئی پی پروٹوکول میں شامل ہوسکتے ہیں، نہیں، نہیں! بلکہ ان کو تو وی آئی پی پروٹوکول دیا جاتا ہے۔ کیا کہا جائے ایسے لوگ پاکستان یا مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں...؟

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۶ ش:۴۲، ۲۶رشوال ۱۴۲۸ھ)

ٹی وی پر علمائے کرام کا آنا مثبت ومنفی پہلو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ آج کل میڈیا اور ٹی وی چینلوں پر یہودی لابی، ان کے وفاداروں اور نمک خواروں کا قبضہ ہے، وہ اسلام اور اَحکامِ اسلام کو مسخ کر کے پیش کرتے ہیں، وہ مسلمانوں کو تشدّد پسند، دہشت گرد اور اِسلام کو ناقابلِ عمل دِین و مذہب باور کراتے ہیں، اسی طرح وہ روزہ مرّہ مسائل اور عقائد ونظریات پر جو مکالمے دِکھاتے ہیں، اس میں بھی باطل اور باطل پرستوں کے عقائد ونظریات کو حق وصواب اور اہلِ حق کے موقف کو اس طرح بے وزن کر کے پیش کرتے ہیں کہ ایک سیدھا سادا قاری حق و سچ اور باطل وجھوٹ میں امتیاز نہیں کر پاتا، وہ حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھنے لگتا ہے، بلکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے لوگ اور اہلِ حق سے وابستہ افراد بھی اپنے عقائد ونظریات کے سلسلے میں شکوک وشبہات کا شکار ہوجاتے ہیں، اور یہ سوچنے لگتے ہیں کہ ہمیں جو کچھ بتلایا اور پڑھایا گیا تھا، شاید حقائق اس سے مختلف ہیں، ایسی پریشان کُن صورتِ حال سے بے چین ہوکر، دِین کا درد رکھنے والے مسلمانوں کی خواہش اور شدید تقاضا ہے کہ اہلِ حق علماء کو ان ٹی وی پروگراموں میں آنا چاہئے اور اس فتنے کا مقابلہ اس میدان میں اُتر کر کرنا چاہئے اور عوام کو اصل حقائق سے آگاہ کرنا چاہئے، اور ٹی وی، سی ڈیز اور کیبل چینلز کے جواز کا فتویٰ دے دینا چاہئے، چنانچہ ایسے ہی ملّی درد رکھنے والے بعض علماء سے بھی سنا گیا ہے کہ اب تو ٹی وی، سی ڈیز اور

کیبل چینلز کی اس دلدل اور کیچڑ میں گھس کر اس میں غرق ہونے والے مسلمانوں کو نکالنا چاہئے، اگر اس سے تغافل برتا گیا تو وہ دن دُور نہیں جب اسلام اور اسلامی اقدار کا تشخص نابود ہو جائے۔

ان ہمدردانِ قوم و وطن اور دِین و ملت کا اصرار ہے کہ اگر یہ ممکن نہ ہو تو کوئی ایسا اسلامی چینل کھولا جائے جس کو دیکھ کر مسلمان اپنا دِین، مذہب اور اِیمان و عقیدہ محفوظ رکھ سکیں، اور اس کے ذریعے مادر پدر آزاد اور لادِین ٹی وی چینلوں کے زہر اُگلتے پروگراموں سے نئی نسل کو محفوظ کیا جاسکے اور دِین و مذہب، اِیمان و عقیدہ اور علم و عمل کو قرآن و سنت کی کسوٹی پر رکھ کر دُنیا بھر کی مسلم اُمہ کی راہ نمائی کی جاسکے۔

دیکھا جائے تو ان "مخلصین" کی فکر و سوچ اِخلاص پر مبنی ہے، اور ان کا جذبہ صادق ہے، اور بادی النظر میں ایسا کرنے کی ضرورت بھی ہے، اس لئے کہ ٹی وی اور سی ڈیز کے مادر پدر آزاد پروگرام، لچر و واہیات ڈرامے، ننگی فلمیں اور حیا سوز مناظر اتنا نقصان نہیں پہنچارہے، جتنا یہ نام نہاد دِینی پروگرام مسلمانوں کے عقائد و نظریات کو برباد کررہے ہیں، اس لئے کہ کوئی شخص فلم کو نیکی اور ثواب سمجھ کر نہیں دیکھتا، اور نہ ہی اس کے کرداروں کو حق و صواب جان کر اپناتا ہے، بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی ان کو قبیح، بُرا اور گناہ سمجھ کر دیکھتا ہے، جبکہ اس کے برعکس ان نام نہاد پروگراموں کو دِینی اور مذہبی پروگرام سمجھ کر دیکھا جاتا ہے اور ان کی روشنی میں ہی ناظرین اپنی زندگی کے خطوط متعین کرتے ہیں، اس لئے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ موجودہ ٹی وی چینلوں کے نام نہاد دِینی پروگرام نئی نسل کے لئے ننگی اور بلیو پرنٹ فلموں سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس کا سدِباب کیونکر اور کیسے ہو؟ اس سلسلے میں دو قسم کی آرا پائی جاتی ہیں، ایک طبقے کا خیال ہے کہ ٹی وی چینل میں ثقہ علماء کو آنا چاہئے اور ٹی وی کے میدان میں اُتر کر دشمنانِ دِین سے دوبدو مقابلہ کرنا چاہئے یا پھر اپنا الگ ٹی

وی چینل قائم کرکے اس کا توڑ کرنا چاہئے، جیسا کہ سطورِ بالا میں عرض کیا جاچکا ہے۔

مگر علمائے اُمت کی ایک قابلِ اعتماد جماعت کو اس سے نہ صرف اختلاف ہے بلکہ شدید ترین اختلاف ہے، ان کا موقف ہے اور بالکل بجا موقف ہے کہ:

۱:... "ان السیئة لا تدفع بالسیئة"... گناہ کا ازالہ گناہ سے نہیں کیا جاسکتا... لہٰذا ٹی وی پر آکر ٹی وی کی خباثتوں کا سدِباب کرنا، ایسا ہی غلط ہے جیسے پیشاب کی غلاظت کو پیشاب سے دھونا یا پیشاب کی ناپاکی کو پیشاب سے پاک کرنا، جیسے یہ غلط ہے ایسے وہ بھی غلط ہے۔

۲:... ٹی وی اور سی ڈیز کا کوئی پروگرام تصویر کے بغیر نہیں ہوتا اور تصویر بنانا یا بنوانا مطلقاً ناجائز اور حرام ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے، تصویر خواہ پُرانے اور دقیانوسی زمانے کے لوگوں کے ہاتھ کی بنائی ہوئی ہو، یا جدید سائنسی اور ترقی یافتہ دور کی، اس کی حرمت پر پوری اُمت کا اِجماع ہے۔

۳:... تصویر سازی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدترین عذاب کی وعید ارشاد فرمائی ہے، اور فرمایا ہے کہ: قیامت کے دن تصویر بنانے والوں سے کہا جائے گا کہ دُنیا میں تم نے جاندار کی تصویر بنا کر میری ہمسری اور برابری کی کوشش کی تھی، لہٰذا آج اس تصویر میں رُوح پھونک کر اور اس کو زندہ کرکے دِکھلاؤ، ظاہر ہے یہ انسانی اختیار میں نہیں ہوگا تو اس کی پاداش میں ان کو سخت ترین عذاب سے دوچار ہونا پڑے گا۔ اس وضاحت کے بعد کیا کوئی عقل مند اِنسان اس کی جرأت کرسکتا ہے کہ جان بوجھ کر عذابِ اِلٰہی کو گلے لگائے؟

۴:... چونکہ ٹی وی اور ڈی وی ڈی کی وضع اور ساخت ہی لہو ولعب کے لئے ہے، اس لئے ان کو دِینی مقاصد کے لئے استعمال کرنا نہ صرف غلط ہے، بلکہ دِین کی توہین و بے حرمتی کے مترادف ہے۔ اس لئے کہ اگر شریعتِ مطہرہ نے شراب کے مخصوص برتن مثلاً حنتم، دباء، نقیر، مزفت کو پاک کرکے استعمال کرنے کی اجازت نہیں

دی، بلکہ ان کو توڑنے کا صرف اس لئے حکم فرمایا کہ وہ شراب کی علامت اور ایک حرام مشروب کے لئے مخصوص وموضوع تھے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبدالقیس کی آمد پر بطورِ خاص ان برتنوں کے استعمال سے منع فرمایا، جیسا کہ ارشاد ہے:

”ونھاھم عن اربع: عن الحنتم والدباء والنّقیر والمزفت“ (بخاری ج:۱ ص:۱۳)

”یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو شراب کے لئے مخصوص و موضوع چار قسم کے برتنوں: حنتم، دبا، نقیر، اور مزفت کے استعمال سے منع فرمایا تھا۔“

اگر شریعتِ مطہرہ اور پیغمبرِ اِسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حرام و ناپاک مشروب کے لئے مخصوص برتنوں یا شراب کی علامت شمار ہونے والے ظروف کو استعمال کرنے یا ان سے نفع اُٹھانے کی اجازت نہیں دی، تو ٹی وی، ڈی وی ڈی یا اس طرح کی دُوسری چیزیں جو لہو ولعب کے علاوہ کسی دُوسرے مقصد کے لئے استعمال ہی نہیں ہوتیں، ان سے نفع اُٹھانے کی کیونکر اِجازت ہوگی؟ یا ان کے ذریعے دعوت و تبلیغ کی اجازت کیونکر دی جاسکتی ہے؟

۵:... اسی طرح یہ منطق بھی ناقابلِ فہم ہے کہ دُوسروں کو گناہ اور گمراہی سے بچانے کے لئے خود اسی گناہ اور گمراہی کی راہ اختیار کرلی جائے، جس سے دُوسروں کو منع کیا جارہا تھا، کیا کوئی معمولی عقل وفہم کا انسان یہ گوارا کرسکتا ہے کہ ایک گناہ کو دُور کرنے کے لئے دُوسرے گناہ کا ارتکاب کیا جائے؟ جب کوئی شخص دُوسرے کی زندگی بچانے کے لئے اپنی دُنیاوی زندگی داؤ پر نہیں لگاسکتا تو محض اس اِمکان پر کہ شاید دُوسرا راہِ راست پر آجائے، کیا اپنی آخرت کی دائمی زندگی برباد کی جاسکتی ہے؟ یا اس کو داؤ پر لگایا جاسکتا ہے؟ یا کوئی اس کے لئے تیار ہوگا؟ اگر کوئی عقل مند ایسا کرے تو

شرعاً، اخلاقاً اس کی گنجائش ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو علماء کو اس خودکشی کا درس کیوں دیا جاتا ہے؟ اور اگر جواب اِثبات میں ہے تو کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک کی چودہ صدیوں سے اس کی کوئی ایک آدھ مثال پیش کی جاسکتی ہے؟ کہ کسی نے دُوسرے کی ہدایت کی خواہش پر خود گمراہی اختیار کرلی ہو، اگر ایک لمحہ کے لئے اس کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو کیا شریعت اس کی اجازت دیتی ہے؟ یا انسان اس کا مکلّف ہے؟ نہیں، نہیں، ہرگز نہیں...!

۶:... اگر علمائے کرام اور مقتدیانِ ملت ٹی وی پر آنا شروع کردیں تو سوال یہ ہے کہ پھر عوام کو اس آلہ لہو ولعب کی تباہ کاریوں سے کیسے بچایا جاسکے گا؟ بلکہ اس وقت تو معاملہ اور بھی مشکل اور سنگین ہوجائے گا، جب علمائے کرام خود ٹی وی کی اِسکرین پر تشریف فرما ہوں گے اور دُوسروں کو اس کے دیکھنے اور اِستعمال کرنے سے منع فرما رہے ہوں گے، کیا اس وقت ان کا روکنا ممکن ہوگا؟ یا ان کی تلقین مؤثر ہوگی؟

اسی طرح دُنیا بھر میں اُمتِ مسلمہ کی ایک قابلِ قدر جماعت آج تک اس کے استعمال کو ناجائز اور نئی نسل کے لئے مہلک و سمِ قاتل سمجھتی آئی ہے، کیا اس اجازت یا نرمی سے وہ متأثر نہیں ہوگی؟ کیا ان گھروں میں جدید تہذیب یا بے دِینی کے داخلے کے ذمہ دار وہ علماء نہیں ہوں گے جو ٹی وی کے جواز کے لئے کوشاں ہیں؟

۷:... بالفرض اگر علمائے کرام عوام کو اس سے روکنا بھی چاہیں، تو کیا عوام کو یہ کہنے کا حق نہیں ہوگا کہ جس طرح آپ دِینی پروگراموں کے لئے ٹی وی پر تشریف لاتے ہیں ...اور یہ جائز ہے تو... اگر ہم نے محض دِینی پروگرام دیکھنے کی غرض سے ٹی وی لیا ہے، اور اس غرض سے ٹی وی دیکھتے ہیں، تو یہ کیونکر ناجائز ہے؟ بتلایا جائے اس کا کیا جواب ہوگا؟

اگر بالفرض علمائے کرام جائز پروگرام دیکھنے کے لئے ٹی وی کو جائز قرار دے دیں اور ٹی وی گھروں میں گھس جائے تو پھر اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس پر لچر،

واہیات، فحش اور اِیمان سوز پروگرام نہیں دیکھے جائیں گے؟ یا اس پر دُنیا جہاں کی ننگی فلمیں نہیں دیکھی جائیں گی؟ کیا اس سے گناہ اور بدکاری کی راہ نہ کھل جائے گی؟ کیا گھر میں ٹی وی آجانے کے بعد جائز و ناجائز کی تحقیق ثانوی درجے میں نہیں چلی جائے گی؟

۸:... اگر علمائے کرام ٹی وی پروگراموں میں آنا شروع کردیں اور ٹی وی مباحثوں میں شریک بھی ہونا شروع کردیں تو اس کی کیا ضمانت ہے کہ یہود و ہنود کی اولاد، علماء کے افکار و ارشادات کو ہوبہو ٹی وی میں نقل بھی کردیں؟

جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ بارہا ایسا ہوا ہے کہ جب کسی عالمِ دِین نے حقائق کا اظہار کرنا شروع کیا تو نہ صرف اس کو بولنے کا موقع نہیں دیا گیا، بلکہ اس کی جو بات ٹی وی اور بین الاقوامی قوّتوں کے ذوق و مزاج کے خلاف تھی، اسے سنسر کردیا گیا۔ چنانچہ طالبان حکومت کے موقع پر حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ اسی قسم کے ایک مکالمے میں شریک ہوئے، تو انہوں نے خود بتلایا کہ مذاکرے کا میزبان پہلے تو مجھے بولنے نہیں دے رہا تھا، جب میں نے بولنا شروع کیا تو اس نے بارہا میری بات کاٹنے کی کوشش کی، لیکن جب میں نے اس پر برہمی کا اظہار کیا تو اگرچہ اس نے مداخلت تو بند کردی، لیکن میرے انٹرویو کے وہ حصے جو حکومت اور بین الاقوامی قوّتوں کے ذوق و مزاج کے خلاف تھے، حذف کردیئے گئے، چنانچہ حضرت مفتی صاحب مرحوم نے خود فرمایا کہ: ”میں نے سوچا تھا کہ شاید اس طرح عوام کے سامنے حقائق آجائیں گے ...اور اسی لئے میں شریک بھی ہوا تھا...مگر بعد میں اندازہ ہوا کہ میری سوچ صحیح نہیں تھی اور ایسے پروگراموں میں شریک ہونا دُرست نہیں، کیونکہ ان مذاکروں کا مقصد حقائق کی نشاندہی نہیں، بلکہ حقائق کو مسخ کرنا ہوتا ہے۔“

۹:... دُنیا جانتی ہے کہ ٹی وی اور سی ڈیز کا مقصد اصلاح نہیں، بگاڑ ہے، بلکہ دیکھا جائے تو ٹی وی اور ڈی وی ڈی کا مقصد مغربی تہذیب و تمدن اور لادِین کلچر کا

فروغ ہے، ظاہر ہے جس پروگرام میں دِین وشریعت اور اِسلامی تہذیب وتمدن کی صحیح صحیح نشاندہی کی جائے گی، اسے یہودی لابی اور ان کے ایجنٹ کیونکر برداشت کرسکیں گے؟

۱۰:... اگر بالفرض مسلمان اپنا ٹی وی چینل ایجاد کرلیں تو سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ جانداروں کی تصویر کے ہوتے ہوئے وہ کیونکر جائز ہو جائے گا؟ اور تصویر کے بارے میں حکم شرعی پہلے آچکا ہے۔

چلو اگر ایک منٹ کے لئے تصویر کو برداشت بھی کرلیا جائے تو کیا عام ناظرین ایسے ٹی وی چینل کو دیکھنا پسند کریں گے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو بتلایا جائے کہ محراب ومنبر کی آواز پر کان کیوں نہیں دھرے جاتے؟ حالانکہ محراب ومنبر سے بھی یہی بات کہی جاتی ہے، آپ ہی بتلائیے کہ جو بات محراب ومنبر سے کہنے پر نہیں سنی جاتی وہ ٹی وی سے کیوں سنی جائے گی؟ دراصل لوگ ٹی وی دیکھتے ہی صرف اس لئے ہیں کہ ٹی وی اسکرین پر اور ''بہت کچھ دیکھنے کو ملتا ہے'' جو محراب ومنبر سے نہیں دیکھا جاسکتا، لہٰذا ایسا ٹی وی جس میں عوام کی مطلوبہ رنگینی نہیں ہوگی اس کو کوئی بھی نہیں دیکھے گا۔

عوام کی اس رنگین مزاجی پر میراثی کا وہ لطیفہ بالکل فٹ بیٹھتا ہے، جس میں اس نے اہلِ جنت وجہنم کی نشاندہی کرتے ہوئے اپنے سامعین کو مخاطب کرکے کہا:

> ''ارے سنتے ہو! ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ میں مر گیا ہوں، مجھے دفن کردیا گیا، میرا حساب وکتاب ہوا تو فرشتوں نے کہا: تیرے گناہ اور نیکیاں برابر ہیں، جہاں چاہے، تجھے بھیج دیتے ہیں، میں نے مولویوں سے سن رکھا تھا کہ جنت بہت اچھی جگہ ہے، اس لئے میں نے کہا: مجھے جنت بھیج دو، جب مجھے جنت لے جایا گیا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا، وہاں کوئی رونق

تھی نہ راگ و رنگ تھا اور نہ تفریحِ طبع کا دُوسرا سامان، بس مسجد کے میاں جی، چند داڑھیوں والے جن کے ہاتھ میں لوٹے اور مصلے تھے، یا پھر علاقے کے غریب غربا اور بس۔

میں نے فرشتوں سے کہا: اس سے کوئی اچھی جگہ بھی ہے؟ انہوں نے کہا اس سے اچھی جگہ تو کوئی نہیں، البتہ اگر چاہو تو تمہیں جہنم دِکھا سکتے ہیں، میں نے کہا: ضرور! چنانچہ جب مجھے جہنم لے جایا گیا تو کیا دیکھتا ہوں: اپنے گاؤں کے چوہدری صاحب، ملک صاحب، خان صاحب علاقے کے سارے نامی گرامی لوگ موجود تھے، وہاں کچھ گلوکارائیں گانا گا رہی تھیں اور کچھ اداکارائیں ناچ بھی رہی تھیں، محفل جمی ہوئی تھی، چلم بھری تھی اور سارے روشن خیال اور ترقی پسند دوست و احباب جمع تھے، وہاں جاکر تو مزہ ہی آ گیا۔“

اگرچہ یہ ایک لطیفہ ہے، لیکن اگر غور کیا جائے تو عوام آج کل اس رنگینی کی تلاش میں ہیں چاہے اس کے لئے ان کو جہنم ہی کیوں نہ جانا پڑے اور ان کو سادگی اور خالص دِین و شریعت کے پروگرام ناقابلِ قبول ہیں، چاہے اس کے عوض جنت ہی کیوں نہ ملتی ہو۔

چلو اس کو بھی مان لیا جائے کہ لوگ ”خالص دِینی اور شرعی ٹی وی“ کو دیکھیں گے تو سوال یہ ہے کہ یہودی ایجنٹ اور بین الاقوامی لابیاں اس چینل کو چلنے بھی دیں گی؟ نہیں، ہرگز نہیں، چنانچہ ”الجزیرہ“ ٹی وی کی نشریات کا جام کیا جانا سب کے سامنے ہے، اس کے علاوہ کیا وہ ٹی وی چینل پوری دُنیا کے ٹی وی قوانین کی مخالفت مول لے کر اپنا کام جاری رکھ سکے گا؟ نہیں، نہیں، ہرگز نہیں، چنانچہ اس کے لئے افغانستان کی طالبان حکومت بطورِ مثال کافی ہے کہ امریکا بہادر اور اس کے اتحادیوں

نے اس کی اِینٹ سے اِینٹ صرف اور صرف اس لئے بجائی کہ وہ بین الاقوامی کافرانہ نظام کا حصے بننے کے لئے تیار نہیں تھی، ٹھیک اسی طرح ایسے ٹی وی چینل کا بھی حشر ہوگا۔

۱۱:... رہی یہ بات کہ اربابِ کفر و اِلحاد نے اگر ٹی وی کو اِسلام کے خلاف بطورِ ہتھیار استعمال کیا ہے تو کیوں نہ ہم بھی اس کو اِشاعتِ اسلام کے لئے استعمال کریں؟ نظر بظاہر یہ جذبہ نیک ہے، مگر اس میں مشکل وہی پیش آتی ہے کہ اشاعتِ اسلام کے لئے کسی ناجائز اور حرام ذریعے کو اِستعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

اگر اِشاعتِ اسلام کے لئے ناجائز ذرائع کے اپنانے کی اجازت ہوتی تو چوروں کی اصلاح کے لئے چوروں اور زانیوں کی اصلاح کے لئے زانیوں کے گروہ میں شامل ہونا بلکہ کافروں کی اصلاح کے لئے کافروں کے گروہ میں شامل ہونا بھی جائز ہوتا، مگر دُنیا جانتی ہے کہ دُنیا کا کوئی مہذّب قانون اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اس کے علاوہ اگر بالفرض اشاعتِ اسلام کے لئے کسی منکر، ناجائز اور حرام کو اَپنانے کی اجازت بھی دے دی جائے تو کیا آئندہ کے لئے نہی عن المنکر کا دروازہ بند نہیں ہوجائے گا؟ اس لئے کہ ہر مجرم اپنے جرم کی یہی تأویل اور جواز پیش کرے گا کہ میں نے یہ سب کچھ اسلام کی اشاعت کے لئے کیا ہے، چنانچہ جہاں کہیں کوئی چور، ڈاکو، زانی، شرابی یا قاتل رنگے ہاتھوں پکڑا جائے گا، وہ یہ کہہ کر چھوٹ جائے گا کہ میں چور، زانی، ڈاکو، شرابی اور قاتل نہیں ہوں، بلکہ میں نے تو ان لوگوں کی اصلاح کے لئے یہ شکل اختیار کر رکھی ہے، بتلایا جائے اس سے سارا معاشرہ جرائم اور گناہوں کی آماج گاہ نہیں بن جائے گا؟

۱۲:... اشاعتِ اسلام کے لئے ہم اس کے تو مکلّف ہیں کہ جتنا حلال و جائز اسباب و ذرائع مہیا ہوں ان کو ممکنہ حد تک استعمال کریں اور کفر و باطل کی راہ روکنے کی کوشش کریں، لیکن اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ ہم خواہ مخواہ نت نئے انداز اور جائز و

ناجائز حربے استعمال کرنے کی سعی وکوشش میں ہلکان ہوا کریں۔

اگر اس کی ضرورت ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اجازت دیتے اور وہ تمام اسباب و ذرائع جو کفر وشرک کی اشاعت میں استعمال ہوتے ہیں، ان کی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اجازت ہوتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اغوائے انسانی کے لئے اولادِ آدم کے قلوب میں وساوس ڈالنے، دُور بیٹھ کر ان پر تسلط حاصل کرنے کا اختیار دیا ہے، مگر نبی آخرالزمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار نہیں دیا گیا، اسی طرح حدیثِ نبوی کے مطابق: شیطان انسان کے بدن میں ایسے دوڑتا ہے جیسے خون دوڑتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِنسانی خون میں دوڑنے کی اجازت تھی؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

ایسے ہی شیطان انسانی قلوب و اذہان کی اسکرین پر اپنے وساوس کے ذریعے گناہوں اور بدکاریوں کی ننگی اور بلیو پرنٹ فلم دِکھا کر ان کو گناہوں اور بدکاریوں پر آمادہ کرتا ہے، جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اِنسانی قلوب و اذہان پر تسلط نہیں دیا گیا بلکہ فرمایا گیا: ”اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِیْرٌ“ (فاطر:۲۳)... آپ تو صرف ڈَر سنانے والے ہیں... اسی طرح دُوسری جگہ فرمایا: ”لَسْتَ عَلَیْهِمْ بِمُصَیْطِرٍ“ (الغاشیہ:۲۲)... یعنی آپ ان کے نگران نہیں ہیں کہ نہ مانیں تو آپ سے پوچھ ہوگی....

اگر اس کی اجازت یا ضرورت ہوتی جس قدر شیطان کو کفر و شرک کی اشاعت کے لئے یہ قوّت و اِستعداد دِی گئی تھی، اس سے زیادہ ضروری تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اشاعتِ اسلام کے لئے ان چیزوں سے نوازا جاتا، مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس کی ضرورت نہیں سمجھی تو کیا ...نعوذ باللہ!... ہم اللہ تعالیٰ سے زیادہ اشاعتِ اسلام کے خواہاں اور اِنسانوں کی ہدایت و راہ نمائی کے لئے فکرمند ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو ہمیں شرعی حدود سے نکل کر اِشاعتِ اسلام کے لئے زیادہ

فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔

۱۳:... اسی طرح ٹی وی کے جواز اور ضرورت کے لئے یہ استدلال بھی کچھ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا کہ اگر ہم نے ٹی وی پر آکر مسلمانوں کی راہ نمائی نہ کی تو لادِین قوّتیں اس کو دِین کے بگاڑنے کے لئے استعمال کریں گی؟ اور اِسلام کا حلیہ بگڑ جائے گا اور اسلام اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہے گا۔

اس لئے کہ سنت اللہ یہی چلی آئی ہے کہ بے شک اسلام کو ڈھانے اور مٹانے کی کوششیں تو ضرور ہوں گی اور ہوتی بھی آئی ہیں، مگر اِسلام ختم ہوجائے یا اس میں تحریف ہوجائے یا اس کا حلیہ بگڑ جائے یا اسلام اپنی اصلی حالت میں نہ رہے، ایسا ناممکن ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ: ''مسلمانوں میں ایک جماعت ایسی رہے گی جو اِسلام کو اصلی حالت پر برقرار رکھنے میں محنت و کوشش کرتی رہے گی، اور اہل ہوا و بدعت کی اُڑائی دُھول کو صاف کرتی رہے گی اور ان پر کسی مخالفت گر کی مخالفت کا کوئی اثر نہیں ہوگا۔''

چنانچہ سوا چودہ سو سال ہوگئے ہیں، الحمدللہ! آج بھی اسلام اسی طرح تروتازہ ہے۔ حتیٰ کہ شیطان کے انسانی قلوب پر تسلط حاصل ہونے کے باوجود اگر آج تک اسلام محفوظ ہے تو آئندہ بھی اِن شاء اللہ محفوظ ہی رہے گا، اور آئندہ بھی اس کو تحریف سے بچایا جائے گا۔

۱۴:... ٹی وی اور ویڈیو فلم سے تبلیغ کا کام لینا یوں بھی ناقابلِ فہم ہے کہ ٹی وی دیکھنے والے کسی نیک جذبے اور اِصلاح کی غرض سے یہ پروگرام نہیں دیکھتے بلکہ تفریحِ طبع کے لئے یہ پروگرام دیکھے جاتے ہیں، اس لئے کہ دُنیا جانتی ہے کہ ٹی وی پر آنے والے لوگ قابلِ اعتماد اور ثقہ نہیں بلکہ بازاری اور شہرت کے خواہاں ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج تک نہیں سنا گیا کہ کسی نے ٹی وی کی ''برکت'' سے اسلام قبول کیا ہو، اس سلسلے میں حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا ایک جواب

پڑھئے اور سر دھنیئے!

''یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ویڈیو فلم اور ٹی وی سے تبلیغِ اسلام کا کام لیا جاتا ہے، ہمارے یہاں ٹی وی پر دِینی پروگرام بھی آتے ہیں لیکن کیا میں بڑے ادب سے پوچھ سکتا ہوں کہ ان دِینی پروگراموں کو دیکھ کر کتنے غیرمسلم دائرۂ اِسلام میں داخل ہوگئے؟ کتنے بے نمازیوں نے نماز شروع کردی؟ کتنے گناہ گاروں نے گناہوں سے توبہ کرلی؟ لہٰذا یہ محض دھوکا ہے، فواحش کا یہ آلہ جو سرتا سر نجس العین ہے اور ملعون ہے اور جس کے بنانے والے دُنیا و آخرت میں ملعون ہیں وہ تبلیغِ اسلام میں کیا کام دے گا؟ بلکہ ٹی وی کے یہ دِینی پروگرام گمراہی پھیلانے کا ایک مستقل ذریعہ ہیں، شیعہ، مرزائی، ملحد، کمیونسٹ اور ناپختہ علم لوگ ان دِینی پروگراموں کے لئے ٹی وی پر جاتے ہیں اور اَناپ شناپ جو ان کے منہ میں آتا ہے کہتے ہیں، کوئی ان پر پابندی لگانے والا نہیں اور کوئی صحیح و غلط کے درمیان تمیز کرنے والا نہیں، اب فرمایا جائے کہ یہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت ہو رہی ہے یا اسلام کے حسین چہرے کو مسخ کیا جارہا ہے؟ رہا یہ سوال کہ فلاں یہ کہتے ہیں اور یہ کرتے ہیں، یہ ہمارے لئے جواز کی دلیل نہیں۔''

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ج:۷ ص:۳۹۸)

۱۵:...علماء کو ٹی وی پر آنے کے مشورے کو اس زاویے سے بھی دیکھنا چاہئے کہ خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دُوسروں کی اصلاح کی فکر میں ٹی وی پر آنے والے حضرات خود ہی بے وزن ہوجائیں، اس لئے عین ممکن ہے کہ یہ بھی ایک شیطانی چال ہو کہ جو حضرات ٹی وی پر آنا شروع کریں گے کم از کم وہ متفق علیہ تو نہیں رہیں گے،

خصوصاً جو حضرات ٹی وی کی حرمت کے قائل ہیں، ان کے ہاں ایسے حضرات کے کسی قول، فعل اور عمل بلکہ فتویٰ کا کوئی اعتبار نہیں رہے گا، گویا دُوسروں کی اصلاح ہو یا نہ ہو، کم از کم یہ تو متنازعہ بن جائیں، اور کیونکہ ہادیانِ قوم و وطن کا متنازعہ بن جانا، شیطان اور اس کے بچاریوں کے لئے بہت بڑی فتح ہے۔ اس لئے کہ باطل پرستوں کی کبھی یہ خواہش نہیں رہی کہ مسلمان، کافر یا مشرک بن جائے، بلکہ ان کی خواہش اور کوشش یہ رہی ہے کہ مسلمان ،مسلمان نہ رہے، یا کم از کم قابلِ اعتماد نہ رہے، اگر ایسا ہوتو سوچنا چاہئے کہ ٹی وی پر آنے والے اور اس کے جواز کے قائل علماء جب ٹی وی پر آئیں گے تو وہ اپنے موقف کی حقانیت و صداقت اور مخالفین کی تغلیط فرمائیں گے، ٹھیک اسی طرح جو حضرات مخالف ہوں گے، وہ بھی اپنے موقف کو دلائل و شواہد سے مبرہن کریں گے، اور اپنے مخالفین کے موقف کی تغلیط کریں گے ...جو ان کا فطری اور منطقی حق ہے... یوں اختلافات کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوجائے گا، اور اہلِ حق کے آپس میں دست و گریبان ہوتے ہی اسلام دُشمنوں کا مقصد پورا ہوجائے گا، کیونکہ وہ دراصل مسلم اُمہ اور علماء کے اتفاق و اتحاد سے ہی سب سے زیادہ خائف اور اِلرجک ہیں۔

۱۶:...ٹی وی پر وعظ و بیان اور تقریر و مکالمے کی ضرورت پر زور دینے والوں کو اس انداز سے بھی سوچنا چاہئے کہ جس اسٹیج اور جس جگہ پر عصیان وطغیان پر مبنی حیاء سوز اور اِیمان کش فلمیں، لچر واہیات پروگرام اور گانے گائے جاتے ہوں اور وہاں ’’خدا کے لئے‘‘ جیسی خالص کافرانہ اور ملحدانہ فلمیں اور ڈرامے دِکھائے جاتے ہوں، وہاں اللہ کا پاک، پاکیزہ کلام، احادیثِ مبارکہ اور قرآن وسنت کی تعلیمات پر مبنی لیکچروں کا سنانا اور دِکھانا جائز بھی ہوگا؟ کہیں یہ قرآن وسنت اور دِین وشریعت کی توہین وتنقیص یا سوءِ ادبی تو نہیں ہوگی؟

کیونکہ سیّد ابراہیم الدسوقی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''اپنے منہ کو تلاوتِ قرآن مجید کے لئے پاک و صاف رکھا کرو، کیونکہ جو شخص منہ کو حرام بات یا حرام کھانے سے آلودہ کرکے بغیر توبہ کے قرآن مجید پڑھنے لگے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی قرآن کو ناپاکی پر رکھے، ایسے آدمی کا جو حکم ہونا چاہئے وہ سب کو معلوم ہے، بعض اولیاء اپنے مشاہدے میں اس کو باطنی گندگیوں سے زیادہ پلید دیکھتے اور سمجھتے ہیں۔''

(معارفِ بہلوی ج:۴ ص:۴۱)

نیز اس پر بھی غور فرمایا جائے کہ گندی اور ناپاک جگہ اور غلاظت خانے یا باتھ رُوم میں اللہ کا ذکر کرنا اگر ممنوع ہے تو ٹی وی ایسے غلاظت کدہ میں کیا اس کی اجازت ہوگی؟

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شوال ۱۴۲۸ھ)

اللہ کی لاٹھی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

بلاشبہ اللہ تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے۔ وہ جب کسی کو گرفتارِ عذاب کرتے ہیں تو کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہونے دیتے، بلکہ بعض اوقات خود گرفتارِ عذاب کو بھی احساس نہیں ہونے دیا جاتا کہ اسے اس مصیبت و تکلیف میں کیوں مبتلا کیا گیا ہے؟ شاید اس لئے کہ اگر کسی کو اِبتلا، آزمائش، مصیبت، تکلیف، اِضطراب، پریشانی اور گرداب کی بنیاد، اسباب اور وجوہات کا پتا چل جائے یا اس کا احساس ہوجائے تو وہ یقیناً اس کے سدِباب کی طرف متوجہ ہوجائے گا، یا جس بغاوت، معصیت، گستاخی، حکم عدولی، طغیان و سرکشی اور بے ادبی کی وجہ سے اس پر عذاب مسلط ہوا ہے، اس سے توبہ کرلے یا رو رو کر ندامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور اَصحابِ حقوق سے معافی مانگ کر اس کا تدارک کرلے۔

اس کی مثال بالکل ایسے ہے جیسے کوئی شخص کسی شدید تکلیف میں مبتلا ہو، مگر اس کی اس تکلیف اور مرض کی تشخیص نہ ہوسکے، بلاشبہ جب تک مرض کی ٹھیک ٹھیک تشخیص نہ ہوجائے، اس وقت تک علاج و معالجہ صحیح رُخ پر آسکتا ہے اور نہ مرض و تکلیف میں کمی اور اِزالے کی شکل ہوسکتی ہے۔

کچھ یہی حال اس وقت پاکستان کی مجموعی صورتِ حال کا ہے، سب ہی کو معلوم ہے کہ موجودہ گھمبیر صورتِ حال کسی عذابِ اِلٰہی سے کم نہیں، بلکہ صحیح معنی میں

یہ عذابِ الٰہی کی ایک شکل ہے، چنانچہ اس صورتِ حال سے ہر طبقہ، جماعت اور فرد حسبِ مرتبہ و مقام پریشان اور دِل گرفتہ ہے، مگر اے کاش! کہ کسی کو بھی اس کا احساس نہیں کہ یہ صورتِ حال ہماری شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے یا عذابِ الٰہی کا نقشہ؟

چنانچہ موجودہ صورتِ حال میں عوام، خواص، شہری، دیہاتی، بڑے، چھوٹے، مرد، عورتیں، عالم، جاہل، آجر، اَجیر، تاجر، دُکان دار، وکلاء، ججز، سیاستدان، صحافی اور مذہبی راہ نما سب ہی تکلیف دہ کیفیت سے دوچار ہیں، مگر افسوس! صد افسوس! کہ کسی کو بھی احساس نہیں کہ ہم اس افتاد اور گرداب میں کیوں گرفتار ہیں؟ ان میں سے کسی کی اس طرف توجہ نہیں جاتی کہ یہ ہمارے کن اعمال و افعال کی نحوست ہے، یا ہمارے وہ کون سے کرتوت ہیں جن کی ہمیں سزا دی جارہی ہے؟ اور اس سے نجات و خلاصی کی کیا شکل ہوسکتی ہے؟ خصوصاً صحافی برادری اور ان میں سے بھی ''جیو'' ٹی وی والوں کو اس کا احساس تک نہیں کہ ایک دَم یہ کیا ہوگیا؟

اس لئے ان کو سوچنا چاہئے کہ وہی حکومت اور اَربابِ اِقتدار جو کل تک ہماری پیٹھ ٹھونک رہے تھے اور ان کا دستِ شفقت ہمارے سروں پر تھا، اور ہماری بھی ساری ہمدردیاں ان کے ساتھ تھیں، انہوں نے ایک دَم کیسے آنکھیں پھیرلیں؟

حالانکہ ہماری ہی مدد سے انہوں نے حدود آرڈی نینس کی دھجیاں بکھیریں اور ''ذرا سوچئے'' کے عنوان پر ہم نے اربوں روپے کے اشتہارات سے ان کی مہم کو گھر گھر پہنچایا، اور سیدھے سادے مسلمانوں کے دِل و دِماغ کو حدود آرڈی نینس کے خلاف آمادۂ بغاوت کیا، اور ہماری ہی ''محنت اور جدوجہد'' سے رُسوائے زمانہ فلم ''خدا کے لئے'' وجود میں آئی، اے کاش! کہ ہم نے تو ان کی تائید وحمایت میں اپنا دِین و ایمان تک داؤ پر لگادیا مگر افسوس! کہ انہوں نے ہماری قربانیوں کا یہ صلہ دیا کہ ہم سے منہ پھیرلیا، کل تک ہمارے ان کارناموں پر مغرب کے علاوہ خود ہمارے حکمران اور اربابِ اِقتدار ہم پر داد و تحسین کے ڈونگرے برسارہے تھے تو آج ہم پر لاٹھیاں کیوں

برسائی جارہی ہیں؟

اس کے علاوہ ہماری ہی کاوشوں سے یہودی نظریات کی ترجمان اور توہینِ انبیاء پر مشتمل فلم ''دی میسج'' کو ریلیز ہونے کا ''اعزاز'' نصیب ہوا، صرف یہی نہیں بلکہ ہم نے تو کبھی بھی اپنی مہربان حکومت کی ذرّہ بھر مخالفت نہیں کی، ہم نے ہمیشہ ان کی ہاں میں ہاں ملائی ہے، اور ہم ان کے ہر جائز و ناجائز کے قائل تھے، بلکہ ہم نے تو ان کے ہر ناجائز کو بھی جائز کہا اور لکھا۔

ہائے اللہ! اب اس کو کیا ہوگیا کہ وہ ہماری مخالف ہوگئی ہے، اور اس نے بیک جنبشِ قلم ہمارے تمام چینل بند کرکے ہمیں یومیہ اربوں روپے کے خسارے سے دوچار کردیا۔

ہم تو خوش تھے کہ فلم ''خدا کے لئے'' کو سات لاکھ افراد نے دیکھ لیا، گویا ہماری محنت سے اتنے لوگ اسلام اور اسلامی تعلیمات سے برگشتہ ہوگئے، ہم نے سوچا تھا کہ اس سے اربوں روپے کمائیں گے، مگر وائے ناکامی کہ اب ہمارا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا، اور نفع کے بجائے اربوں کا نقصان ہوگیا۔

الغرض ملک بھر کے تمام طبقات کو اس پر سوچنا چاہئے کہ یہ عذابِ اِلٰہی ہم پر کیوں مسلط ہوا؟ اور اس سے گلوخلاصی اور نجات کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟

اگر کسی کو یہ احساس ہوگیا کہ واقعی یہ عذاب ہے اور ہماری بدعملیوں کی نحوست ہے تو ہمارے خیال میں اس دردناک صورتِ حال سے نکلنے کی کوئی صورت نکل آئے گی، کیونکہ سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ عذابِ اِلٰہی کو عذاب نہ سمجھا جائے۔ اس لئے کہ ایڈز، کینسر اور ہیپاٹائٹس اگرچہ بڑے امراض ہیں، مگر سب سے بڑا مرض یہ ہے کہ مریض اپنے آپ کو مریض نہ سمجھے۔

اس لئے دُوسرے طبقات کے ساتھ ساتھ اخبارات اور ٹی وی والوں سے بطورِ خاص دردمندانہ گزارش کریں گے کہ وہ اپنی رَوِش بدلیں اور اِسلام سے بغاوت و

عداوت کی رَوِش کو ترک کر کے اپنا قبلہ دُرست کرلیں، آئندہ عریانی، فحاشی، بے دِینی، بے حیائی پر مبنی پروگرام، حیاسوز فلمیں اور اِیمان کش مکالمے خصوصاً ملحدین اور منکرینِ قرآن و حدیث کو جیو ٹی وی سے ہٹائیں اور ''خدا کے لئے'' اور ''دی مسیج'' ایسی ملحدانہ اور سوقیانہ فلموں کے ذریعے اُمتِ مسلمہ کے ایمان خراب نہ کریں، جو کچھ اب تک ہوگیا اس پر بارگاہِ اِلٰہی میں اِلحاح و تضرّع سے توبہ تلافی کریں، اللہ تعالیٰ انہیں اور ہم سب کو معاف فرمائے۔

اسی طرح سیاسی و مذہبی راہ نماؤں کو چاہئے کہ وہ بھی دِینی، شرعی اور اِسلامی معاملات میں مداہنت کے بجائے حق گوئی کا مظاہرہ کریں، ورنہ وہ بھی اللہ کی گرفت سے نہیں بچ سکیں گے، دُنیا کے معمولی نقصانات اور چند دنوں کی پریشانی آخرت کے عذاب و عقاب کے مقابلے میں بہت معمولی ہے، اگر کوئی شخص دُنیا میں اللہ کے عذاب سے بچ بھی جائے تو اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ وہ عذابِ آخرت سے بھی بچ جائے گا، ہاں مگر وہ کہ:

''اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِہِمْ حَسَنٰتٍ وَّکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا.'' (الفرقان:۷۰)

ترجمہ:... ''مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک، سو ان کو بدل دے گا اللہ بُرائیوں کی جگہ بھلائیاں، اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔'' (ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۶ ش:۴۶، ۲۸؍ذوالقعدہ ۱۴۲۸ھ)

انتخابات ۲۰۰۸ء
ہوشیار باش!

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

۳/نومبر ۲۰۰۷ء سے ملک میں آئین معطل اور ایمرجنسی نافذ ہے، حزبِ اقتدار کی مخالف عدلیہ اور ججوں کی چھٹی ہوچکی، ان کی جگہ پی سی او کے تحت نئے ججوں اور عدلیہ کا چناؤ ہوچکا، نئی عدلیہ اور ججوں نے جناب پرویز مشرف کو ملک کا آئینی اور قانونی صدر قرار دے دیا، شوریدہ سر وکیل اپنی گرفتاریوں اور ضمانتوں کے چکر میں گھر چکے اور ان کی تحریک سست ہوچکی۔

جناب پرویز مشرف اگلی مدّت کی صدارت کے لئے اسمبلی سے ووٹ حاصل کرچکے، آرمی چیف کے عہدے سے سبکدوش اور وردی اُتار چکے، تاہم وہ اس بار وعدے کو نبھانے میں کامیاب ہوگئے، ورنہ اس سے قبل ''سب سے پہلے پاکستان'' اور ''ملکی مفاد'' کے پیشِ نظر انہیں وردی اور عہدۂ صدارت اپنے پاس رکھنا پڑتا رہا۔

ملکی وقومی اخبارات اور میڈیا کی اطلاعات کی روشنی میں انتخابات ۲۰۰۸ء کا اعلان کردیا گیا اور اس کے شیڈول کے پیشِ نظر اِنتخابات میں حصہ لینے کے لئے جلاوطن راہ نما بھی واپس آچکے ہیں۔ حزبِ اقتدار و اختلاف کی چھوٹی بڑی تمام جماعتوں اور اتحادوں نے قومی وصوبائی اسمبلیوں کے لئے کاغذاتِ نامزدگی داخل

کرادیئے ہیں۔

تاحال اگرچہ پورے وثوق اور یقین سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُونٹ کس کروَٹ بیٹھتا ہے؟ کیونکہ کچھ لوگ اس پر زور دے رہے ہیں کہ پی سی او کے تحت منعقد ہونے والے انتخابات کی کوئی حیثیت نہیں، کچھ کا کہنا ہے کہ اس صورتِ حال میں الیکشن نہیں، سلیکشن ہوں گے۔ اس لئے بعض حضرات اس پر زور دے رہے ہیں کہ انتخابات کا بائیکاٹ کیا جائے تو دُوسرے بعض کی رائے ہے کہ میدان خالی نہیں چھوڑنا چاہئے۔

اس معاملے میں کس فریق کا موقف دُرست ہے اور کس کا غلط؟ ہم اس فیصلے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ چونکہ اس وقت آئین اور بنیادی حقوق معطل ہیں اور فریقین میں سے ہر ایک دُوسرے کو چت کرنے کی دوڑ اور فکر میں لگا ہوا ہے اس لئے عین ممکن ہے کہ اسلام دُشمن قوّتیں اپنی مقصد براری کے لئے حزبِ اقتدار و اختلاف کو بلیک میل کریں اور ایسے افراد کو سامنے لانے کی کوشش کریں، جو ملک و ملت کے دُشمن ہوں، اسی طرح عین ممکن ہے کہ اس افراتفری سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ایسے افراد، جو علاقائی اثر و رُسوخ رکھتے ہوں یا وہ مالی اعتبار سے مستحکم ہوں مگر ان کا تعلق اکھنڈ بھارت کا خواب دیکھنے والی اسلام دُشمن تحریک اور مرزا غلام احمد قادیانی جیسے اسلام اور پیغمبرِ اِسلام کے باغی سے ہو، ان کو قومی و صوبائی اسمبلی کے لئے ٹکٹ دے دیا جائے۔

جیسا کہ شنید ہے کہ پنجاب کے کچھ علاقوں میں ایسے ملک و ملت کے باغیوں کو بعض سیاسی جماعتوں کی جانب سے ٹکٹ دے دیئے گئے ہیں، خدانخواستہ اگر ایسا ہوا تو یہ ملک و ملت کی بدترین دُشمنی اور دِین و مذہب کے خلاف بدترین بغاوت ہوگی۔

قادیانی چاہے اُوپر سے کتنا ہی اچھے اور خوشنما کیوں نہ ہوں، مگر اندر سے وہ کبھی بھی مسلمانوں اور پاکستان کے خیرخواہ نہیں ہوسکتے۔

اس لئے سیاسی، مذہبی لیڈروں، پارٹی سربراہوں، عام مسلمانوں اور خصوصاً علماء کو اس طرف خصوصی توجہ دینے اور نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی علاقے کے مسلمانوں کی ٹکٹ اور مسلمانوں کے ووٹوں سے کوئی قادیانی منتخب ہوکر مسلمانوں کو مرتد بنانے کی گھناؤنی سازش کا ارتکاب کرے۔

خدانخواستہ اگر ایسا ہوا تو نہ صرف اس پارٹی اور اس کے سربراہ کو قیامت کے دن اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا، بلکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بھی محروم ہوگا اور بہت ممکن ہے کہ اس کا حشر مسلمانوں کے بجائے قادیانیوں کے ساتھ ہو، اور اسے حضرت محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کیمپ کی بجائے مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کے کیمپ میں نہ بھیج دیا جائے۔

اس لئے ملک بھر کے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے علاقے کے نسبتاً نیک، صالح، شریف اور دِین دار اَفراد کو نامزد کریں اور ان کو ووٹ دے کر کامیاب بنائیں، ایسے لوگ جو مسلمانوں کے مفادات، دِین، مذہب، اسلام اور اِسلامی شعائر کے مٹانے کے درپے ہوں یا وہ مسلمانوں کو مغرب کی جھولی میں ڈالنا چاہتے ہوں ان سے ہوشیار رہیں۔

بلاشبہ ووٹ ایک شہادت ہے اور جس شخص کو ووٹ دیا جارہا ہے گویا ہم اس کے حق میں یہ شہادت دے رہے ہیں کہ یہ شخص سچا ہے، دِین دار ہے، امانت دار ہے، مسلمان ہے اور مسلمانوں کے مفادات کا محافظ ہے۔ لہٰذا اگر کسی جھوٹے، مکار، بے دِین، بے ایمان اور غیر مسلم کو ووٹ دیا گیا تو کل قیامت کے دن ہمیں اس کا حساب دینا ہوگا۔

ایسا نہ ہو کہ ہم ظالموں، چوروں، ڈاکوؤں، زانیوں، شرابیوں، ملحدوں اور زندیقوں کو ووٹ دے کر ان کے ظلم، چوری، ڈکیتی، زنا، شراب خوری، اِلحاد و زندقہ کے گناہوں میں برابر کے حصہ دار بن جائیں اور ان کی بدعملیوں کا وبال مفت میں

ہمارے سر آجائے۔

اگر ہم نے کسی دِین دار اور نیک صالح انسان کو منتخب کر کے ایوانِ بالا میں بھیجا تو اس کی تمام نیکیوں اور اچھے کاموں میں ہمارا حصہ ہوگا اور اگر خدانخواستہ کسی بدکردار کے لئے ہمارا ووٹ استعمال ہوگیا تو خاکم بدہن اس کی تمام بدکرداریوں میں ہم برابر کے شریک ہوں گے، ولا فعل اللہ!

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۶ ش:۴۸)

اور اَب کرکٹ ٹیم سے
مذہبی شدّت پسندی کا خاتمہ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

اگلے دن روزنامہ ''جنگ'' کراچی میں کرکٹ ٹیم کے اندر ڈرامائی انداز کی موجودہ تبدیلیوں اور اکھاڑ پچھاڑ کے پسِ منظر سے متعلق ایک دو کالمی خبر شائع ہوئی ہے، یہ خبر کہاں تک صحیح ہے؟ اس میں بیان کردہ حقائق میں کتنا صداقت وسچائی ہے؟ اگر بالفرض یہ خبر سچی ہے، تو یہ اہالیانِ پاکستان کے لئے کسی صاعقۂ آسمانی سے کم نہیں، اسٹاف رپورٹر کی خبر پڑھیئے اور سر دھنیئے!

> ''حکومت نے کرکٹ سے مذہبی شدّت پسندی کو ختم کرنے کا آغاز کردیا''
>
> ''چیئرمین نسیم اشرف کو ذمہ داری سونپ دی گئی، امریکا اور مغرب کے دباؤ پر اِقدامات''
>
> ''کراچی (اسٹاف رپورٹر) معاشرے اور سیاست سے مذہبی شدّت پسندی کے خاتمے کی کارروائیوں کے بعد اب حکومتِ پاکستان نے کرکٹ میں مذہبی شدّت گیری کے رُجحانات ختم کرنے کا آغاز کردیا ہے۔ تازہ ترین اطلاعات کے

مطابق پی سی بی کے نئے چیئرمین ڈاکٹر نسیم اشرف کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ قومی کرکٹ ٹیم میں مذہب کے عنصر کی شدّت کو کم کریں۔ سابق کرکٹر سعید اَنور نے جن روایات کو قائم کیا تھا، اس کی تقلید کرتے ہوئے موجودہ پاکستانی ٹیم کے اکثر کھلاڑی اسلامی تعلیمات کا بھرپور مطالعہ کررہے ہیں۔ ان میں اکثریت ممتاز اسلامی اسکالر مولانا طارق جمیل کی تعلیمات سے متأثر ہوکر دِین کی طرف راغب ہوئی ہے، لیکن امریکا اور مغربی دُنیا کے دباؤ پر اَب یہ کوشش کی جارہی ہے کہ کھلاڑی اور ممتاز شخصیات میں مذہب کا عنصر کم ہوسکے اور توجہ کھیل پر مرکوز ہو، یہاں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ کرکٹرز گراؤنڈز میں باقاعدہ نمازیں ادا کرنے کے علاوہ تبلیغی اجتماعات میں بھی شرکت کرتے ہیں۔ کرکٹرز کے علاوہ ممتاز گلوکار جنید جمشید اور اَبرارالحق بھی دِین میں گہری دِلچسپی لے رہے ہیں۔ باخبر ذرائع کے مطابق ڈاکٹر نسیم اشرف جو اَمریکا میں اعتدال پسندی اور روشن خیالی کے موضوع پر تقریبات کا انعقاد کرتے رہے ہیں، انہیں پی سی بی کا چیئرمین بناکر یہ ذمے داری دی گئی ہے کہ وہ کرکٹ میں مذہبی انتہاپسندی کو روکیں، تاہم انہوں نے شروع میں ہی محسوس کرلیا ہوگا کہ یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔‘‘ (روزنامہ ’’جنگ‘‘ کراچی ۱۰؍اکتوبر ۲۰۰۶ء)

گزشتہ چند سالوں سے پاکستان میں مذہبی حلقوں کے خلاف جاری کریک ڈاؤن کے تناظر میں دیکھا جائے تو یہ خبر کچھ غلط بھی نہیں ہے، کیونکہ اسلام مخالف طبقہ، اپنے تئیں ’’مذہبی شدّت پسندی‘‘ کے ’’جن‘‘ کو قابو کرنے کے لئے بہرحال بے چین ہے، چنانچہ کرکٹ ٹیم کے نوجوان کھلاڑیوں کا اپنے چہروں پر سنتِ رسول سجانا، عین میدانِ کرکٹ میں باجماعت نماز اَدا کرنا، فارغ اوقات میں ’’فضائلِ اعمال‘‘ کی تعلیم

کرنا اور ایک دُوسرے کو دِین کی دعوت دینا، علماء سے ربط و تعلق بڑھانا، ان کی ہدایات پر عمل کرنا اور باقاعدہ تبلیغی اجتماعات میں شرکت کرنا، بلاشبہ اسلام دُشمن طبقہ کے لئے سوہانِ رُوح ہے۔

عین ممکن ہے کہ اس طبقے اور ان کے آقاؤں کو کرکٹ کھلاڑیوں کی پرچھائیوں میں القاعدہ یا اسلامی شدّت پسند نظر آتے ہوں! اور وہ کرکٹ کے میدان میں ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے ہوں...!

اس لئے اگر حکومت نے ''حکمتِ عملی'' اور ''سلیقہ مندی'' سے دِین دار کرکٹرز اور باکردار کھلاڑیوں کو کرکٹ کے میدان سے ناک آؤٹ کرنے کا پروگرام بنالیا ہو تو کچھ بعید بھی نہیں!

سب سے بڑھ کر اس طبقے کے لئے ''پریشان کن'' صورتِ حال یہ ہے کہ شوبز سے تعلق رکھنے والے کئی ایک ممتاز گلوکاروں نے بھی اس ''نفع بخش'' کاروبار اور شہرت و مقبولیت کے اعزاز کو لات مار کر اپنا قبلہ دُرست کرلیا ہے، چنانچہ اگر اس صورتِ حال کا بروقت ''تدارک'' نہ کیا جاتا تو ''اندیشہ'' تھا کہ کہیں پاکستانی قوم ان کی راہ پر نہ چل پڑے؟ جس سے بلاشبہ ''روشن خیالی''، ''اعتدال پسندی'' اور ''فکری آزادی'' کے مستقبل کو شدید ''خطرات'' کا امکان تھا، لہٰذا اگر حکومت نے اعلیٰ سطح پر اس کے ''سدِّباب'' کی کوئی حکمتِ عملی سوچی ہے تو یقیناً اس نے اپنا ''فرض'' نبھایا ہے۔

دیکھا جائے تو یہ سب کچھ اس ایجنڈے کا حصہ ہے جس پر ہمارے اربابِ اِقتدار گزشتہ پانچ سال سے عمل پیرا ہیں، اور اس کی تحصیل کے لئے ہر دِین دار کی عزّت و آبرو، اور جان و مال سب مباح ہیں، جبکہ ان کھلاڑیوں کے ''مذہبی شدّت پسند'' ہونے کے لئے تو صرف یہی کافی ہے کہ وہ چہرہ پر سنتِ رسول سجاتے ہیں، پانچ وقت باجماعت نماز اَدا کرتے ہیں، مسجد کے ساتھ ان کا رابطہ ہے، وہ اپنے آپ کو مسلمان کہلاتے ہیں، وہ یہودیوں، عیسائیوں اور قادیانیوں کے ساتھ شیر و شکر نہیں

ہوتے، اور وہ اسلامی اقدار و شعائر کو اَپناتے ہیں۔

مذہبی شدّت پسندی اور دہشت گردی کے بین الاقوامی معیار کو دیکھا جائے تو بلاشبہ ہماری کرکٹ ٹیم کے نامور کھلاڑی اس پر سو فیصد پورے اُترتے ہیں، لہٰذا ''حق'' تو یہ تھا کہ ان کو ''القاعدہ'' کا رُکن کہہ کر کیوبا روانہ کردیا جاتا اور ایسے موجبِ ''ننگ و عار'' پاکستانیوں سے جان چھڑا لی جاتی، تاہم حکومت کی جانب سے ایسے ''باغیوں'' اور ''مجرموں'' کے لئے یہ ''تھوڑی'' سی سزا بھی ان کی اصلاح اور دُوسروں کی عبرت کے لئے کافی ہے، اور اُمید کی جانی چاہئے کہ کرکٹ کے کھلاڑی اس کو کافی جانتے ہوئے اپنے طرزِ عمل پر ''نظرِ ثانی'' کرلیں گے۔

کس قدر حیرت و تعجب کی بات ہے کہ جب یہی کھلاڑی راتیں کلبوں میں گزارتے، رات، رات بھر کی خرمستیوں اور عیاشیوں کی ''برکت'' سے انہیں صبح میدانِ کرکٹ میں اُترنا مشکل تھا، اس وقت تو ان کی اصلاح کی کسی کو فکر نہیں تھی، بلکہ اس سے باز رکھنے کے لئے ان پر رات، رات بھر کا پہرا بھی برداشت تھا، اب جبکہ انہوں نے اس غلاظت کی دَلدل سے نکلنے کا فیصلہ کرلیا، شراب و کباب کو چھوڑ کر اپنے دِین و مذہب سے لَو لگالی ہے، اب وہ قابلِ اصلاح اور لائقِ نفرت کیوں ہوگئے؟ صرف اس لئے کہ انہوں نے مغرب کی ہم نوائی سے انکار کردیا اور اپنے دِین و مذہب سے وابستہ ہوگئے؟ اگر اس کا جواب اثبات میں ہے اور یقیناً اثبات میں ہے تو کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ مسلمانوں کی اپنے دِین و مذہب سے وابستگی بھی جرم ہے؟ اگر نہیں تو ان بیچاروں کا کیا قصور ہے؟ اور انہیں کس بات کی سزا دی جارہی ہے؟

حکومت کی یہ ''حکمتِ عملی'' کس قدر کامیاب ہوتی ہے؟ اور دِین دُشمنی اپنے مقاصد میں کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں؟ یہ تو وقت بتلائے گا! تاہم ہمارا اِحساس اور وجدان کہتا ہے کہ اسلام اور اِسلامی اقدار کے اپنانے میں جس قدر لذّت، چاشنی اور مٹھاس ہے، اس کا تقاضا ہے کہ جو شخص صدقِ دِل سے ایک بار اُسے اپنالیتا

ہے، وہ اس کے لئے دُنیا جہان کے مناصب، عہدوں، شہرت اور ناموَری، بلکہ اپنی جان تک کا نذرانہ پیش کرنے سے نہیں گھبراتا، چنانچہ اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ انہوں نے اپنے دِین و مذہب کی حفاظت و صیانت کے لئے بڑے سے بڑے جبر وتشدد کا سامنا کیا، مگر دِین و مذہب پر سودے بازی نہیں کی، اگر خدانخواستہ مسلمان دِین و مذہب کو اپنے مفادات کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھاتے تو آج دُنیا میں اسلام اور مسلمانوں کا نام ونشان تک نہ ہوتا...!

اسلامی تاریخ ایسے فرزانوں کی ثابت قدمی اور اُولوالعزمی سے اَٹی ہوئی ہے، اس کی پوری تفصیلات کی نہ ضرورت ہے اور نہ ہی اس کی گنجائش! تاہم اسلام کی لذّت و چاشنی سے سرفراز اَفراد میں سے چند ایک کا یہاں تذکرہ مناسب، بلکہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔

بلاشبہ ان واقعات سے جہاں ان مخلصین کی دِین ومذہب سے وارفتگی وشیفتگی کا اندازہ ہوگا، وہاں ہم جیسے کمزور و کوتاہ ہمت مسلمانوں کے لئے ایمانی حرارت، ہمت، جرأت اور تکالیف وشدائد میں ثابت قدمی کا سبق بھی ہوگا۔

الف:... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ کی پتھریلی زمین بطحا پر چل رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور ان کے والد اور والدہ رضی اللہ عنہم تینوں کو دُھوپ میں ڈال کر سزا دی جارہی تھی تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے والد نے کہا: یا رسول اللہ! ساری عمر ایسا ہی ہوتا رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے آلِ یاسر! صبر کرو، اے اللہ! آلِ یاسر کی مغفرت فرما اور تو نے ان کی مغفرت ضرور کردی۔

ابن الکلبیؒ کی روایت میں ہے کہ ان تینوں کے ساتھ حضرت عبداللہ بن یاسرؓ تھے اور ملعون ابوجہل نے حضرت سمیہؓ کی شرمگاہ میں نیزہ مارا، جس سے وہ شہید ہوگئیں اور حضرت یاسرؓ بھی ان تکلیفوں میں انتقال فرماگئے اور حضرت عبداللہؓ کو بھی تیر

مارا گیا، جس سے وہ گر گئے۔ (حیاۃ الصحابہ ج:۱ ص:۴۴۰، ۴۴۱، البدایہ ج:۳ ص:۵۹)

ب:... حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت خباب بن ارتؓ حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو اپنی خاص مسند پر بٹھا کر فرمایا: ایک آدمی کے علاوہ رُوئے زمین کا کوئی آدمی اس مسند پر بیٹھنے کا تم سے زیادہ حق دار نہیں ہے، حضرت خبابؓ نے ان سے پوچھا: اے امیر المؤمنین! وہ ایک آدمی کون ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا: وہ حضرت بلالؓ ہیں، حضرت خبابؓ نے کہا: نہیں وہ مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہیں ...کیونکہ انہوں نے مجھ سے زیادہ تکلیفیں نہیں اُٹھائیں... کیونکہ مشرکوں میں حضرت بلالؓ کے تعلق والے ایسے لوگ تھے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کو بچالیتے تھے، میرا تو ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھے بچاتے، میں نے اپنا یہ حال دیکھا ہے کہ ایک دن مشرکوں نے مجھے پکڑا اور آگ جلا کر مجھے اس پر ڈال دیا، پھر ایک آدمی نے اپنا پاؤں میرے سینے پر رکھا اور میں اس زمین سے صرف اپنی کمر کے ذریعے ہی خود کو بچا سکا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر حضرت خبابؓ نے اپنی کمر کھول کر دِکھائی جس پر برص کے داغ جیسے نشان پڑے ہوئے تھے۔

حضرت شعبیؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت خبابؓ سے ان تکلیفوں کے بارے میں پوچھا، جو ان کو مشرکوں کی طرف سے اُٹھانی پڑیں۔ حضرت خبابؓ نے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ میری پشت کو دیکھیں ...اسے دیکھ کر... حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے ایسی کمر تو کبھی نہیں دیکھی۔ حضرت خبابؓ نے بتایا کہ مشرکوں نے میرے لئے آگ جلائی ...اور مجھے اس میں ڈالا... اور اس آگ کو میری کمر کی چربی نے ہی بجھایا۔ (حیاۃ الصحابہ ج:۱ ص:۴۴۲، ۴۴۳، ابونعیم فی الحلیہ ج:۱ ص:۱۴۴)

ج:... ابنِ اسحاقؒ سے روایت ہے کہ جب دوپہر کو تیز گرمی ہوجاتی تو اُمیہ حضرت بلالؓ کو لے کر باہر نکلتا اور مکہ کی پتھریلی زمین پر ان کو کمر کے بل لٹا دیتا، پھر وہ کہتا کہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر رکھ دیا جائے، چنانچہ ایک بڑا پتھر ان کے سینے پر

رکھ دیا جاتا، پھر حضرت بلالؓ سے کہتا: تم ایسے ہی ...ان تکلیفوں میں مبتلا... رہو گے، یہاں تک کہ یا تو تم مر جاؤ یا محمد ...صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم...کا انکار کر کے لات اور عزّیٰ کی عبادت شروع کردو، لیکن حضرت بلالؓ ان تمام تکلیفوں کے باوجود ''احد، احد'' کہتے رہتے کہ معبود تو ایک ہی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ ج:۱ ص:۴۳۸، ۴۳۹)

د:... حضرت ابو رافعؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ملکِ رُوم کی طرف ایک لشکر بھیجا، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے عبداللہ بن حذافہؓ نامی ایک صحابی بھی تھے، ان کو رُومیوں نے گرفتار کرلیا اور پھر ان کو اپنے بادشاہ کے پاس لے گئے ...جس کا لقب طاغیہ تھا...اور اسے بتایا کہ یہ محمد ...صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم... کے صحابہؓ میں سے ہیں، تو طاغیہ نے حضرت عبداللہ بن حذافہؓ سے کہا: کیا تم اس کے لئے تیار ہو کہ تم ...اِسلام چھوڑ کر... نصرانی بن جاؤ، اور میں تمہیں اپنے ملک اور سلطنت میں شریک کرلوں؟ ...یعنی آدھا ملک میں تمہیں دے دُوں گا...حضرت عبداللہؓ نے فرمایا: اگر تم مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین کو پلک جھپکنے جتنی دیر کے لئے چھوڑنے پر اپنا سارا ملک بھی دے دو اور عربوں کا ملک بھی دے دو تو میں پھر بھی تیار نہیں ہوں، اس پر طاغیہ نے کہا: پھر تو میں تمہیں قتل کردوں گا، انہوں نے کہا: تم جو چاہے کرو! چنانچہ اس کے حکم دینے پر ان کو سولی پر لٹکا دیا گیا، اس نے تیراندازوں سے کہا کہ اس طرح ان پر تیر چلاؤ کہ ان کے ہاتھوں اور پیروں کے پاس سے تیر گزریں ...جس سے یہ مرنے نہ پائیں اور خوفزدہ ہوجائیں... چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اب بادشاہ نے ان پر عیسائیت کو پھر پیش کیا، لیکن یہ انکار کرتے رہے، پھر اس کے حکم دینے پر ان کو سولی سے اُتارا گیا، پھر اس بادشاہ نے ایک دیگ منگوائی جس میں پانی ڈال کر اس کے نیچے آگ جلائی اور وہ پانی گرم ہوکر کھولنے لگا، پھر اس نے دو مسلمان قیدی بلوائے، اور ان میں سے ایک مسلمان کو ...زندہ... اس کھولتی ہوئی دیگ میں ڈال دیا گیا ...یہ خوفناک منظر حضرت

عبداللہؓ کو دِکھا کر... اس بادشاہ نے ان پر پھر نصرانیت کو پیش کیا، لیکن انہوں نے پھر انکار کیا، اب بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کو زندہ دیگ میں ڈال دیا جائے، جب سپاہی ان کو ...دیگ کی طرف... لے جانے لگے تو یہ رو پڑے، بادشاہ کو بتایا گیا کہ اب تو وہ رو پڑے ہیں، تو وہ سمجھا کہ اب یہ ...موت سے... گھبرا گئے ہیں، چنانچہ اس نے کہا: انہیں میرے پاس واپس لاؤ، چنانچہ ان کو واپس لایا گیا، اب بادشاہ نے پھر ان پر نصرانیت کو پیش کیا، انہوں نے پھر انکار کیا، اس پر بادشاہ نے کہا کہ: اچھا تم کیوں رو رہے تھے؟ انہوں نے فرمایا: میں اس لئے رویا تھا کہ میں نے اپنے دِل میں کہا کہ تجھے اب اس دیگ میں ڈالا جائے گا اور تو ختم ہوجائے گا، میں تو یہ چاہتا ہوں کہ میرے جسم پر جتنے بال ہیں اتنی میرے پاس جانیں ہوں اور ہر جان کو اللہ کے دِین کی وجہ سے اس دیگ میں ڈالا جائے ...میں تو اس وجہ سے رو رہا تھا کہ میرے پاس بس ایک ہی جان ہے... اس بادشاہ نے ...ان کے اس جواب سے متأثر ہوکر... کہا: کیا یہ ہوسکتا ہے کہ تم میرے سر کا بوسہ لے لو اور میں تمہیں چھوڑ دُوں؟ حضرت عبداللہؓ نے کہا کہ میرے ساتھ باقی تمام مسلمان قیدیوں کو بھی چھوڑ دو گے؟ بادشاہ نے کہا: ہاں باقی تمام مسلمان قیدیوں کو بھی چھوڑ دُوں گا، حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دِل میں کہا: یہ اللہ کے دُشمنوں میں سے ایک دُشمن ہے، میں اس کے سر کا بوسہ لوں گا، یہ مجھے اور تمام مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دے گا ...اس سے تو سارے مسلمانوں کا فائدہ ہوجائے گا، میرا دِل تو اس کام کو نہیں چاہ رہا ہے، لیکن میں مسلمانوں کے فائدے کے لئے کر لیتا ہوں... چلو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ بادشاہ کے قریب جاکر انہوں نے اس کے سر کا بوسہ لیا، بادشاہ نے سارے قیدی ان کے حوالے کردیئے، یہ ان سب کو لے کر حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ کو سارے حالات بتائے، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: ہر مسلمان پر یہ لازم ہے کہ وہ عبداللہ بن حذافہؓ کے سر کا بوسہ لے اور سب سے پہلے میں لیتا ہوں، چنانچہ حضرت عمرؓ نے کھڑے ہوکر ان کے سر کا

بوسہ لیا...تا کہ اللہ کے دُشمن کو چومنے کی جو ناگواری حضرت عبداللہؓ کے دِل میں تھی وہ دُور ہو جائے....
(حیاۃ الصحابہ ج:۱ ص:۴۵۹، ۴۶۱)

ہ:...حضرت زید بن عاصمؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سفیان بن خالد ملعون کی مکارانہ اور منافقانہ درخواست پر تعلیم و تبلیغ کی غرض سے اس کے ساتھ بھیجا تو اس نے بدعہدی کر کے انہیں قید کرلیا اور حارث بن عامر کی اولاد نے انہیں خرید کر، بدر میں قتل ہونے والے اپنے باپ کے بدلے میں حرم سے باہر لے جا کر ان کو قتل کرنا چاہا اور اس کا تماشا دیکھنے کے واسطے اور بھی بہت سے لوگ جمع ہو گئے، جن میں ابوسفیان بھی تھا، اس نے حضرت زیدؓ سے شہادت کے وقت پوچھا کہ اے زید! تجھ کو خدا کی قسم! سچ کہنا کیا تجھ کو یہ پسند ہے کہ محمد ...صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم... کی گردن تیرے بدلے میں ماردی جائے اور تجھ کو چھوڑ دیا جائے کہ اپنے اہل وعیال میں خوش خرم رہے؟ حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ: خدا کی قسم! مجھے یہ بھی گوارا نہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں ہیں وہیں ان کے ایک کانٹا بھی چبھے اور ہم اپنے گھر آرام سے رہیں! یہ جواب سن کر قریش حیران رہ گئے، ابوسفیان نے کہا کہ محمد ...صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم... کے ساتھیوں کو جتنی ان سے محبت دیکھی اس کی نظیر کہیں نہیں دیکھی، اس کے بعد حضرت زیدؓ شہید کردیئے گئے۔
(حکایاتِ صحابہ مندرجہ فضائل اعمال ص:۱۷)

و:...اسی طرح حضرت خبیبؓ بھی اس موقع پر گرفتار کرلئے گئے، جب ایک عرصے بعد ان کو قتل کرنے کے لئے حرم سے باہر لایا گیا، اور حضرت خبیبؓ کو سولی پر چڑھایا گیا تو چالیس کافروں نے نیزے لے کر چاروں طرف سے ان پر حملہ کیا اور بدن کو چھلنی کردیا، اس وقت کسی نے قسم دے کر یہ بھی پوچھا کہ تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد ...صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم...کو قتل کردیں اور تم کو چھوڑ دیں، انہوں نے فرمایا: واللہ العظیم! مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ میری جان کے فدیہ میں ایک کانٹا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چبھے۔
(حکایاتِ صحابہؓ ص:۷۰ تا ۷۲)

ز:... دُور کیوں جایئے! اس آخری دور میں بھی دُنیا بھر سے گرفتار کر کے کیوبا لے جائے گئے مسلمانوں میں سے کسی ایک نے بھی انسانیت سوز امریکی مظالم اور جبر وتشدّد کے سامنے ہتھیار نہیں ڈالے اور نہ ہی اپنے دِین و مذہب کی سودے بازی کی۔

لہٰذا امریکا، مغرب اور ان کے غلاموں کو ذہن نشین کرلینا چاہئے کہ پاکستان، بلکہ دُنیا سے اسلام اور اِسلامی اقدار کا خاتمہ ان کے بس میں نہیں، اس لئے کہ یہ لوہے کے چنے ہیں، جو ان کے آباء و اَجداد سے نہیں چبائے جاسکے، تو یہ کیونکر انہیں چبا سکیں گے...؟

یہ ان کی بھول ہے کہ وہ اس طرح کی اُکھاڑ پچھاڑ سے اپنے مقاصد میں کامیاب ہوجائیں گے، یہ کام اتنا آسان نہیں، جتنا انہوں نے سمجھ رکھا ہے، اگر بالفرض موجودہ دِین دار کھلاڑیوں کو ہٹانے یا ایک طرف کرنے میں وہ کامیاب بھی ہوگئے تو نئے آنے والے کھلاڑیوں کے دِل و دِماغ پر وہ کیونکر تالے لگاسکیں گے؟ پھر اس کی کیا ضمانت ہے کہ نئے کھلاڑی اپنے پیش روؤں کی راہ پر نہیں چل نکلیں گے...؟

حکومت اور اس کے کارپرداز، بہرحال کسی کی آزادیٔ فکر وسوچ پر تالے نہیں لگاسکتے اور نہ ہی وہ مسلمانوں کو اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے باز رکھ سکتے ہیں۔

حکومت اور اَربابِ اِقتدار کا یہ ''خاموش'' انداز ایک طرف اگر قیامِ پاکستان کے مقاصد سے متصادم ہے تو دُوسری طرف آزادیٔ مذہب، آزادیٔ فکر، آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ اِظہارِ رائے پر حملے کے مترادف بھی ہے۔

اس لئے عام مسلمانوں کے علاوہ دِین دار طبقہ اور دِینی اقدار کے علم برداروں کے لئے یہ بہت بڑا چیلنج ہے کہ اسلام دُشمن دُور بیٹھ کر اپنے مقاصد کی تحصیل کے لئے یہ سب کچھ کرنے سے نہیں ہچکچاتا! تو مسلمان اپنے ملک میں رہتے ہوئے اپنی قوم اور نسل کے دِین و اِیمان پر حملوں کے دِفاع کی ہمت و طاقت کیوں نہیں رکھتے؟ اگر اِسلام دُشمن خم ٹھونک کر دِین دار مسلمانوں کے خلاف میدان میں اُتر چکا

ہے تو مسلمانوں کو بھی اپنے مسلمان بھائیوں کے دِین و مذہب اور عزّت و وقار کے دِفاع کی جنگ میں کسی طور پر پسپائی نہیں دِکھانی چاہیے۔

ہمیں کرکٹ سے دِلچسپی ہے اور نہ اس کھیل کے مفادات اور ہار جیت سے واسطہ! لیکن بایں ہمہ اس خبر کے مطالعے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح کھل کر سامنے آگئی ہے کہ برطانیہ میں پاکستانی کرکٹ ٹیم کے کپتان کے خلاف بال (گیند) خراب کرنے کے اِلزام و اِتہام کا طومار، ان پر مقدمہ بازی، ان کی عدالت میں طلبی اوران کے خلاف کھیل پر عارضی قدغن و پابندی بھی اسی سلسلے کی ناپاک کڑیاں ہیں۔

بہرحال اس وقت مسلمانوں کو کھلی آنکھوں اس کا مشاہدہ ہوجانا چاہیے کہ مغرب اوراس کے آلہ کار، اسلام دُشمنی میں کس قدر حساس ہیں؟ اور ہم دِین و مذہب اورمسلمانوں کی عزّت و ناموس کے تحفظ کے سلسلے میں کس قدر بے حس و ہمت ہیں...؟

وائے ناکامی متاعِ کاروان جاتا رہا
کارواں کے دِل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی، شوال ۱۴۲۷ھ - نومبر ۲۰۰۷ء)

باجوڑ، درگئی سانحات!

عوام اور فوج کو لڑانے کی خطرناک سازش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

آج سے کوئی تین، پونے تین سال پیشتر حکومتِ پاکستان نے افغانستان میں برسرِپیکار امریکی ''باغیوں'' کی تلاش اور ان کے ''قلع قمع'' کے لئے پاک سرزمین کے سرحدی علاقے جنوبی وزیرستان اور وانا میں چھپے ''دہشت گردوں'' کی تلاش میں وانا آپریشن کے نام سے ایک ''پہاڑی طوفان'' برپا کیا جس میں آپریشن کے نام پر بستیوں کی بستیاں اُجاڑ دی گئیں، نہتے معصوم شہریوں اور بے قصور نوجوانوں کو خاک وخون میں تڑپایا گیا۔ مگر افسوس کہ اس کا نتیجہ صفر ہی رہا اور وہاں کسی دہشت گرد یا اسلحے کا نام ونشان تک نہ ملا، چنانچہ بعد از خرابیٔ بسیار ایک معاہدے کے تحت یہ آپریشن روکنا پڑا، جب عقل وخرد اور اِدراک وشعور نے کروٹ لی اور جذبات کا غبار فرو ہوا تو اَربابِ اِقتدار کو اِحساس ہوا کہ تشدّد سے حالات سنورتے نہیں بگڑتے ہیں، اس لئے حکومتِ پاکستان اور فوج کے نمائندوں نے قبائلی علاقے کے راست باز مسلمانوں سے ایک دیرپا معاہدہ کرکے اس کشیدہ صورتِ حال کو کنٹرول کرنے کی کوشش فرمائی۔

اسی طرح صوبہ سرحد کی ایجنسی کے علاقے کے مسلمانوں سے بھی ایک معاہدہ تکمیل کے مراحل میں تھا، جس دن اس معاہدے پر دستخط ہونا تھے، اسی دن علی

الصبح پانچ بجے مدرسہ ضیاء العلوم تعلیم القرآن کے معصوم طلبہ پر ہلہ بول دیا گیا اور میزائل برسا کر مدرسے کی عمارت اور اس کے مہتمم سمیت ۸۰ نہتے طلبہ کو خاک و خون میں تڑپا دیا گیا۔ روزنامہ ''اسلام'' کراچی کی خبر کے حوالے سے اس کی تفصیلات ملاحظہ ہوں:

''باجوڑ (واقعہ نگار+ بیورو رپورٹ) باجوڑ ایجنسی تحصیل ماموندگئی انعام خوارو چنہ گئی پر پاکستانی طیاروں کی وحشیانہ بمباری ۸۰ شہید، بمباری سے کالعدم تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی کا مدرسہ ضیاء العلوم تعلیم القرآن اشاعت التوحید والسنہ مکمل طور پر تباہ، ساتھ متصل جامع مسجد بھی مکمل طور پر شہید ہوگئی، لوگ اپنے جگر گوشوں کے بکھرے ہوئے اعضاء ڈھونڈتے رہے، تفصیلات کے مطابق پیر کی صبح ۵ بجے باجوڑ ایجنسی تحصیل ماموندگئی انعام خوارو چنہ گئی میں کالعدم تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی کے قائم کردہ مدرسہ ضیاء العلوم تعلیم القرآن اشاعت التوحید والسنہ پر پاکستانی طیاروں کی وحشیانہ بمباری سے کمسن معصوم طالب علموں سمیت کل ۸۰ اَفراد شہید ہوگئے، جن میں تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی کے سرکردہ رہنما مولانا محمد لیاقت، گل شیر، گھبیر ولد خان، میرزمان خان، رحمت اللہ آف زوربندر، راحت، سلیم عبداللہ، عبدالوارث، صدیق پھاٹک، ضیاء الرحمٰن ولد مولانا تاج محمد آف ڈمہ ڈولہ، شاکر اللہ آف ڈبر، غلام نبی چنہ ماموند اسحٰق، اطہر، چینگازو، حیات کھٹکی، حبیب اللہ ولد اعظم خان، بدان ماموند، عزیز الوہاب ولد سید محمد شمریز، بخت منیر وغیرہ شامل ہیں، جبکہ اکثر شہداء کے نام معلوم نہیں ہوئے، اس سانحے کی اطلاع ملتے ہی لوگ متأثرہ مقام کی طرف روانہ ہوئے اور مقامی لوگوں کے ساتھ مل کر

لاشوں کے اعضاء نکالنے میں مدد کی اور جو لاشیں تاحال لاپتا ہیں، ان کے ورثاء اپنے جگر گوشوں کے بکھرے اعضاء ڈھونڈھ رہے ہیں اور اِکٹھے کررہے ہیں، ہر طرف رِقت آمیز مناظر دیکھنے میں آئے، جبکہ شہداء کے ورثا ایک دُوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے، نمازِ جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی، لوگ شہداء کے دیدار کے لئے ٹوٹ پڑے، جبکہ مسلح مجاہدین نے حالات کو قابو میں رکھا، ورثاء اپنے اپنے جگر گوشوں کے جنازے لے کر اپنے اپنے گاؤں کو روانہ ہوگئے، اس عظیم اجتماع سے مختلف قائدین نے خطاب کیا اور لوگوں کو صبر کی تلقین اور جذبہ جہاد سے سرشاری کے لئے اُبھارا، ان میں کالعدم تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی کے امیر مولانا فقیر محمد، مولانا عنایت اللہ جبکہ جماعتِ اسلامی صوبہ سرحد کے امیر سراج الحق سینئر وزیر بذریعہ موٹر سائیکل دیر سے باجوڑ ایجنسی کا دُشوار گزار سفر کرکے شہداء کے ورثاء کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنے کے لئے پہنچے اور عوام سے مخاطب ہوئے، اپنا استعفیٰ عوام کے سامنے دے دیا، ان کی تقلید کرتے ہوئے رکن اسمبلی باجوڑ نائب امیر جماعتِ اسلامی صوبہ سرحد صاحبزادہ ہارون الرشید نے بھی استعفیٰ دے دیا، شہداء کی نمازِ جنازہ سراج الحق نے پڑھائی۔ یاد رہے کہ تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی اور حکومت کے درمیان آج امن معاہدہ ہونے والا تھا جس کے لئے کالعدم تحریکِ نفاذِ شریعتِ محمدی کے رہنما متأثرہ مدرسے میں صلاح و مشورے کے لئے آئے تھے جو بمباری کا شکار ہوگئے۔'' (روزنامہ ''اسلام'' کراچی ۳۱؍اکتوبر ۲۰۰۶ء)

اس کے تقریباً ایک ہفتہ بعد ۹؍نومبر ۲۰۰۶ء کو زیرِ تربیت ۴۳ فوجی جوانوں کو

ایک خودکش بمبار نے عین ٹریننگ سینٹر میں ابدی نیند سلادیا، روزنامہ ''اسلام'' کراچی کے حوالے سے اس کی تفصیلات کچھ یوں ہیں:

''درگئی (ہدایت اللہ توحیدی، نامہ نگار/ مانیٹرنگ ڈیسک/ ایجنسیاں) مالاکنڈ کی تحصیل درگئی کے فوجی قلعے پنجاب رجمنٹ سینٹر میں مصروف زیرِ تربیت فوجی جوانوں پر خودکش حملے میں ۴۳ جوان جاں بحق اور ۲۳ کے قریب زخمی ہوگئے۔ موٹر سائیکل سوار حملہ آور نے بدھ کی صبح ساڑھے ۸ بجے پنجاب رجمنٹ سینٹر کے لئے گراؤنڈ میں تربیت لینے والے نوجوانوں کو نشانہ بنایا، عینی شاہدین اور سرکاری ذرائع کے مطابق موٹر سائیکل سوار خودکش حملہ آور رجمنٹ سینٹر آیا اور پھر جوانوں کے درمیان پہنچ کر خود کو اُڑادیا، دھماکا خیز مواد، حملہ آور نے ایک چادر میں چھپا کر رکھا ہوا تھا، مواد پھٹنے سے زوردار دھماکا ہوا اور تربیت میں مصروف ۴۳ فوجی اہلکار جاں بحق، جبکہ ۲۳ کے قریب شدید زخمی ہوگئے، دھماکے کی گونج دُور دُور تک سنی گئی اور اِنسانی، اعضاء، ٹوپیاں اور جوتے بکھر گئے۔ بعض عینی شاہدین کے مطابق حملہ آور فوجی وردی میں ملبوس تھا، تاہم اس کی تصدیق نہ ہوسکی۔ ادھر ایک نجی ٹی وی نے دعویٰ کیا ہے کہ حملہ آور کے ایک ساتھی کو گرفتار کرلیا گیا ہے، تاہم اس کی بھی سرکاری ذرائع سے تصدیق نہیں ہوئی۔ یاد رہے کہ پنجاب رجمنٹ سینٹر میں ری یونین کی تقریبات جاری تھیں، جن میں صدر پرویز مشرف، چیئرمین جوائنٹ چیف آف اسٹاف جنرل احسان الحق سمیت اعلیٰ فوجی افسروں کی شرکت متوقع تھی، حملے کے فوراً بعد اعلیٰ حکام موقع پر پہنچ گئے اور زخمیوں کو قریبی ہسپتالوں میں منتقل کردیا گیا، جبکہ

علاقے میں سیکورٹی انتظامات سخت کردیئے گئے۔"

(روزنامہ "اسلام" کراچی ۹رنومبر ۲۰۰۶ء)

ہمارے خیال، بلکہ آزاد مبصرین، عسکری تجزیہ نگاروں اور عینی شاہدوں کے مطابق مدرسے پر میزائلوں کا حملہ پاکستانی فوج کی بجائے امریکی طیاروں نے کیا، اس سلسلے میں وکلا کمیشن کی رپورٹ ملاحظہ ہو:

"باجوڑ میں بمباری امریکی طیاروں نے کی: وکلاء کمیشن"

"پشاور (مانیٹرنگ ڈیسک) باجوڑ میں مدرسے پر بمباری کے واقعے کی تحقیقات کرنے والے وکلاء کے ایک کمیشن نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ بمباری امریکی طیاروں نے کی تھی۔ پشاور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کے تحقیقاتی کمیشن نے گزشتہ ہفتے باجوڑ مدرسے کا دورہ کیا اور اس سے متعلق پانچ صفحات پر مشتمل تفصیلی رپورٹ منگل کو صوبائی دارالحکومت پشاور میں صحافیوں اور وکلاء کے سامنے پیش کی۔ کمیشن کے سربراہ بیرسٹر باچا کا کہنا تھا کہ عینی شاہدین کے مطابق حملہ افغانستان کی سمت سے ہوا تھا اور مقامی لوگوں کے مطابق پاکستانی ہیلی کاپٹر ۲۵ منٹ بعد وہاں پہنچے۔ رپورٹ کے مطابق مدرسے کے افغانستان کی جانب مغربی سمت میں در و دیوار کو کافی نقصان پہنچا، جبکہ پاکستانی سرحد کی جانب کے مکانات محفوظ رہے۔ انہوں نے ایک بم پر لکھے چند نمبروں کا ذکر بھی رپورٹ میں شامل کیا ہے۔ وکلاء کے مطابق مقامی لوگ بمباری کے بعد وہاں پہنچے تو کئی لاشوں کی شناخت ناممکن تھی، تاہم مرنے والوں کی عمریں آٹھ سے اٹھارہ برس کے درمیان تھیں۔ انہوں نے کہا

کہ انہیں کسی عسکری تربیت یا اسلحے کے کوئی آثار نہیں ملے۔ کمیشن میں بیرسٹر باچا کے علاوہ محمد خورشید خان، قیصر رشید خان، غلام نبی خان، کریم خان محمود اور احمد زیب خان شامل تھے۔ بی بی سی کے مطابق یہ پہلا آزاد وفد تھا جس نے مدرسہ ضیاء العلوم تعلیم القرآن کا دورہ کیا تھا۔ حکومت نے اس علاقے میں صحافیوں کے داخلے پر پابندی عائد کر رکھی ہے۔ رپورٹ کے مطابق اس حملے کا بظاہر مقصد باجوڑ میں امن معاہدے کے لئے ماحول کو خراب کرنا تھا۔ اس موقع پر وکلاء نے دو قراردادیں بھی منظور کیں جن میں حکومتی موقف کو مسترد کر دیا گیا۔ پشاور ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن کے صدر فدا گل کے مطابق حکومت نے مدرسے کی جو فلم دِکھائی ہے وہ تورابورا میں طالبان نے تیار کی تھی اور سی ڈیز پر دستیاب ہے۔'' (روزنامہ ''امت'' کراچی ۱۵/نومبر ۲۰۰۶ء)

مدرسے پر اس حملے کی وجہ بالکل عیاں اور واضح ہے کہ امریکا بہادر کو مسلمانوں کا اتحاد و اتفاق اور حکومت و عوام کا باہمی اعتماد قطعاً برداشت نہیں تھا، اس لئے حکومت و عوام کو دست و گریبان کرنے، ان کو آپس میں لڑانے، خانہ جنگی کی فضا پیدا کرنے اور اس امن معاہدے کو سبوتاژ کرنے کے لئے یہ گھناؤنی کارروائی کی گئی۔ مگر چونکہ اس عظیم سانحے کے بعد بھی عوامی غیظ و غضب کا رُخ حکومت اور فوج کی بجائے امریکا کی طرف ہی تھا، اس لئے امریکا بہادر کی جانب سے اشارہ ہوا کہ اس کارروائی کی نسبت امریکا کی طرف نہ ہونے پائے، ورنہ تمہاری خیر نہیں، لہٰذا اس کارروائی کو اپنے کھاتے میں ڈال لو، ورنہ تمہیں پتھر کے دور کی طرف دھکیل دیا جائے گا...! چنانچہ ''مرتا کیا نہ کرتا'' کے مصداق ہماری مجبور و بے بس حکومت اور ایجنسیوں نے بلا حیل و حجت اس کالک و سیاہی کی ذمہ داری اپنے سر لے لی اور فرمانِ شاہی

جاری ہوا کہ: ’’یہ کارروائی امریکا کے بجائے، ہم نے اور ہماری افواج نے ہی کی ہے۔‘‘

اس بدترین کارروائی اور حکومت کے اعترافِ جرم کے باعث عوامی غیظ و غضب کا رُخ امریکا کے بجائے پاکستانی حکومت اور فوج کی طرف ہونے کا امکان تھا، اس لئے حکومت و فوج کو اس دَلدل سے نکالنے، مذہبی حلقوں اور دِین دار مسلمانوں کو بدنام کرنے اور انہیں عوامی حمایت سے محروم کرنے کی غرض سے پاکستانی فوج کے ۴۳ معصوم جوانوں کو نشانہ بناکر حکومت و فوج کو مظلوم باور کرانے کی ’’کامیاب‘‘ حکمتِ عملی اپنائی گئی، الغرض دونوں طرف سے ہی مسلمانوں کا خون بہایا گیا اور بدنام بھی انہیں ہی کیا گیا۔

بہرحال ان ہر دو حادثات و سانحات کی جتنا بھی مذمت کی جائے، کم ہے۔ لیکن اگر افسوس ہے تو اس بات کا کہ اتنا بڑا قومی نقصان ہوجانے کے باوجود بھی ہمارے اربابِ اِقتدار و اَصحابِ اِختیار کو تاحال یہ سمجھ نہیں آئی کہ ہمارے ساتھ کیا کھیل کھیلا گیا؟ اور ہمیں کس گہرے غار میں دھکیلا جارہا ہے؟ اس دردناک صورتِ حال، ننگی جارحیت کے تناظر میں بجائے اس کے کہ ہماری عزت مآب حکومت اور اَربابِ اِقتدار امریکا بہادر سے اس پر اِحتجاج کرتے اور ان سے کنارہ کشی کی راہ اپناتے، مگر افسوس کہ تاحال اربابِ اِقتدار اس ہٹ دھرمی اور جھوٹ پر ڈَٹے ہوئے ہیں کہ مدرسے پر بمباری ہم نے کی ہے اور فوجی جوانوں کو خاک و خون میں مذہبی دہشت پسندوں نے تڑپایا ہے۔

ہم نے بچپن سے ایک لطیفہ سن رکھا تھا کہ ایک امریکی سفارت کار کا خرگوش گم ہوگیا، جس کی تلاش کے لئے اس نے امریکا سے تفتیشی ٹیم منگوائی، جب وہ ناکام ہوگئی تو دُوسرے مغربی ممالک کو اس خدمت پر مأمور کیا گیا، جب سب ہی ناکام ہوگئے تو پاکستانی پولیس اور اِیجنسیوں کو یہ ذمہ داری سونپی گئی، چنانچہ پاکستانی پولیس

اور تفتیشی ایجنسیوں کی ''محنت ولگن'' کے نتیجے میں پہلے ہی دن غروبِ آفتاب کے وقت ایک دیوہیکل ہاتھی جنگل سے یہ کہتے ہوئے نمودار ہوا کہ: ''میں ہوں امریکی سفارت کار کا وہ خرگوش جو گم ہوگیا تھا'' اس لئے کہ ظلم وتشدّد سے اَن ہونی بھی ہونی ہوجاتی ہے۔

مگر افسوس! کہ اس بار معاملہ اس کے بالکل برعکس ہوگیا کہ ایک ہی دھمکی سے ہماری حکومت یہ کہنے پر مجبور ہوگئی کہ: ''ہم ہی ہیں وہ جنھوں نے نہتے اور معصوم طلبہ کا قتلِ عام کیا تھا اور وہ ہم ہی تھے، جنھوں نے مدرسے پر میزائل داغنے کا کارنامہ انجام دیا ہے۔''

غالباً یہی وجہ ہے کہ جناب صدر پرویز مشرف، وزیر داخلہ، وزیر اِطلاعات اور جناب شوکت سلطان صاحب یہ کہتے نہیں تھکتے کہ یہ کارروائی ہم نے کی ہے، اور بالکل صحیح کی ہے، یہاں کوئی معصوم طلبہ نہیں تھے بلکہ یہاں عسکریت پسندی کی تعلیم دی جارہی تھی، یہ لوگ معصوم نہیں مجرم تھے، جبکہ بعض ''عقل مندوں'' کا فرمان ہے کہ یہاں القاعدہ کے ارکان اور غیرملکی موجود تھے، وغیرہ وغیرہ۔

بلاشبہ آزاد مبصرین اور بی بی سی کے نمائندے ہارون رشید نے اپنی رپورٹ میں لکھا کہ یہاں کسی عسکریت پسندی کی نہیں، قرآن و حدیث کی تعلیم دی جارہی تھی اور یہاں کے طلبہ ۱۵ سے ۲۰ سال کی عمروں سے زیادہ نہیں تھے۔

بالفرض اگر ایک لمحے کے لئے مان بھی لیا جائے کہ یہ لوگ عسکریت پسندی کی تعلیم دے رہے تھے تو یہ کون سا جرم تھا؟ کیا اِسلام نے مسلمانوں کو جنگ و جہاد کی تعلیم نہیں دی؟ کیا قرآنِ کریم میں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ:

''وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللهِ وَعَدُوَّكُمْ.'' (الانفال:٦٠)

ترجمہ:...''اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع

کر سکو قوّت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک
پڑے اللہ کے دُشمنوں پر اور تمہارے دُشمنوں پر۔"

ہاں! اگر یہ لوگ کسی قسم کی مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوّث ہوتے یا ملکی مفادات کے خلاف کسی کارروائی کے مرتکب پائے جاتے اور اس کے ثبوت بھی مہیا ہو جاتے تو ان کو گرفتار کیا جاتا، کھلی عدالت میں ان کے خلاف مقدمہ چلایا جاتا، اور اِتمامِ حجت کے طور پر ان کو صفائی کا موقع دیا جاتا، پھر اگر ان کے خلاف جرم ثابت ہو جاتا یا ملکی مفادات کے خلاف ان کی مجرمانہ سرگرمیاں پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتیں، تو بے شک انہیں سرِعام پھانسی دے دی جاتی، ہمارے خیال میں اگر عدل و انصاف کے ممکنہ تقاضے پورے کر لئے جاتے تو اس پر کسی کو کوئی اعتراض و اِشکال نہ ہوتا، الغرض اگر عدل و انصاف کے تمام مذکورہ بالا تقاضے پورے کئے جاتے تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ کوئی عقل مند اِنسان اور ملک وملت کا بہی خواہ ایسے مجرموں کے خلاف کارروائی پر اُنگلی اُٹھاتا۔

موجودہ صورتِ حال میں کون ایسا بے حس ہوگا جو اس جارحیت اور ظلم وتشدّد پر اِحتجاج نہیں کرے گا؟ اور کون اس کو کھلا ظلم اور ننگی جارحیت قرار نہیں دے گا؟ کیا دُنیا کے کسی ملک میں ایسی کوئی مثال پیش کی جاسکتی ہے؟ کہ بلا تحقیق محض شبہ کی بنا پر کسی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے؟ پھر ایک آدھ انسان بھی نہیں، اِکٹھے ۸۰ مسلمانوں کو، اور وہ بھی سوتے میں۔ ہمارے خیال میں کسی انصاف پسند غیر مسلم ملک نے بھی ایسا گھناؤنا کردار ادا نہیں کیا ہوگا۔

اسی طرح زیرِ تربیت فوجیوں پر حملہ بھی کسی سوچی سمجھی سازش اور طے شدہ حملے کی شکل معلوم ہوتی ہے، ورنہ فوجی ایریا جہاں کسی کو پَر مارنے کی جرأت نہیں ہوتی، وہاں خودکش بمبار کیونکر گھس آیا؟ پھر زخمیوں کے بیانات کی روشنی میں اس تربیتی میدان کی نگرانی پر فوجی جوان مأمور تھے، خودکش حملہ آور پیدل چلتے ہوئے پہلے آہستہ آہستہ میدان میں آتے دِکھائی دیا اور پھر دوڑ کر فوجیوں میں گھس کر اپنے آپ کو بارود

سے اُڑانے میں کامیاب ہوگیا؟ سوال یہ ہے کہ پہلے تو پہرے پر مأمور فوجی گارڈوں نے اُسے میدان میں جانے کی اجازت کیسے دی؟ چلو اگر آنکھ بچا کر وہ اس طرف آ بھی گیا تھا تو مخدوش حالات میں اس مشکوک وضع قطع کے نام نہاد خودکش کو ۹۰ سے زیادہ زیرِ تربیت نوجوانوں اور ان کے ذمہ داروں نے اس حساس میدان میں گھس آنے پر دُور سے ہی کیوں نہ گولی سے اُڑا دیا؟ کیا کوئی صاحبِ عقل وخرد اس پر یقین کرسکتا ہے؟ کہ فوج جیسی حساس تنظیم کے افراد اس قدر غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کرسکتے ہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو ایسا کیوں ہوا؟ اور اس کا ذمہ دار کون کہلائے گا؟

بہرحال مدرسے کے طلبہ ہوں یا فوجی جوان، وہ سب ہی مسلمان تھے اور مسلمانوں کی اولاد اور ہماری متاعِ عزیز، ان سب کی شہادت سے ہر مسلمان غم زدہ اور آزردہ ہے اور خون کے آنسو رو رہا ہے، بلاشبہ ان سانحات پر ہر اِنسان مغموم اور دِل گرفتہ ہے، ہمارے خیال میں کوئی مسلمان ایسی ظالمانہ اور گھناؤنی کارروائی نہیں کرسکتا، اس لئے کہ کوئی مسلمان ایسا سنگ دِل اور شقی القلب نہیں ہوسکتا کہ وہ نہتے اور معصوم مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلے۔ یقیناً یہ اسلام دُشمن امریکا اور اس کے کسی آلہ کار کی بدترین کارستانی ہی ہے جس سے مسلمانوں اور خصوصاً پاکستانیوں کو اِسلام دوستی کی سزا دینا مقصود ہے۔

اَربابِ اِقتدار کو چاہئے کہ اب بھی وقت ہے وہ اپنے دُشمن کو پہچانیں اور اس کی چالوں کو سمجھیں اور خودداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا قبلہ دُرست کرلیں، ورنہ رفتہ رفتہ وہ اپنے غلط طرزِ عمل کی پاداش میں خودبخود پتھروں کے دور جیسے انجام سے دوچار ہوجائیں گے۔ بلاشبہ اس وقت وہ اس کا مصداق ہوں گے: نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم...!

حکومتِ پاکستان نے ۱۹۷۹ء سے ملک میں نافذ حدود آرڈی نینس کے معاملے میں بین الاقوامی دباؤ اور اِسلام دُشمن عناصر کے پراپیگنڈے سے متأثر ہوکر ترمیم وتنسیخ کا فیصلہ کیا تو ملک کے دِینی حلقوں اور علماء نے اس کی شدید مخالفت کی۔ حکومتی حلقوں کی جانب سے حدود آرڈی نینس میں جو ترامیم کی گئی تھیں، اسے علماء نے مسترد کیا تو اس کو سلیکٹ کمیٹی کے سپرد کیا گیا، جب سلیکٹ کمیٹی کا مرتب کردہ تحفظ حقوقِ نسواں بل سامنے آیا تو وہ بھی قرآن وسنت سے میل نہیں کھاتا تھا، اس پر علماء کو اعتماد میں لینے کے لئے سات رکنی علماء کمیٹی تشکیل دی گئی جس نے پوری تن دہی اور اِخلاص سے بِل مرتب کرکے حکومت کے حوالہ کردیا، مگر افسوس! کہ علماء کی سفارشات کو نظر اَنداز کرکے حکومتی ارکان نے ''حقوقِ نسواں'' کے نام سے قومی اسمبلی سے یک طرفہ ایک بِل منظور کروالیا، اس بِل میں کیا کچھ ہے؟ یہ اسلام اور اسلامی آئین و دستور سے کس قدر میل کھاتا ہے؟ اور اس سلسلے میں علماء کیا کہتے ہیں؟ اس سلسلے کی تفصیلات آئندہ کسی اشاعت میں پیش کی جائیں گی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۲۷ھ)

صدام کے بعد اگلا ہدف!

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

گزشتہ دو عشروں ...۱۹۷۹ء تا ۲۰۰۳ء... کے طویل دورانیہ تک عراق کے منصبِ صدارت پر فائز رہنے والے مردِ آہن صدام حسین کو عیدالاضحیٰ کے روز عین اس وقت پھانسی دے دی گئی، جب بغداد کی مساجد سے فجر کی اَذانیں گونج رہی تھیں اور لوگ عید کی تیاری میں مصروف تھے۔ عراقی صدر کے بارے میں دُنیا بھر کے انسانوں کی موافقت و مخالفت پر مبنی ملی جلی آرا ہیں، اگر کچھ لوگ امریکا مخالفت میں جرأت و ہمت کی وجہ سے اُسے وقت کا صلاح الدین ایوبی کہتے تھے، تو کچھ اسے سفاک و ظالم بھی گردانتے ہیں، صدام حسین کچھ بھی تھا، بہرحال وہ مسلمان تھا، اور اَب اس دُنیا میں نہیں رہا، بلکہ اس کا معاملہ اب احکم الحاکمین کی عدالت میں پیش ہو چکا ہے، اور وہ اپنے اچھے یا بُرے اعمال و افعال کی جزا و سزا سے دوچار ہو چکا ہوگا۔

....

بچپن سے پدری شفقت سے محروم و یتیم اور بارہ سال کی عمر میں گھر چھوڑنے والے صدام حسین نے نہایت کم عمری میں حکومت مخالف راہ اپنا کر کوچۂ سیاست میں کودنے کا فیصلہ کیا، یوں وہ اپنی اسی سیاسی سوچ و فکر کے پیشِ نظر برطانوی نوآبادیاتی حکومت، سرمایہ داری اور جاگیرداری کی مخالفت میں پیش پیش رہا، تو بہت جلد اسے بعث پارٹی کا کارکن نامزد کر دیا گیا۔ ۱۹۶۸ء میں جب بعث پارٹی برسرِ

اِقتدار آئی تو اُسے عراق کا نائب صدر منتخب کردیا گیا، اور اس کے ٹھیک گیارہ سال بعد ۱۹۷۹ء میں عراقی صدر احمد حسن سے زبردستی استعفیٰ لے کر وہ خود کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوگیا۔

صدام حسین چونکہ شروع سے سخت گیر اور مہم جو تھا، اس لئے اس نے اپنے مخالفین کی ہر سازش ناکام بنانے اور اُن کو نیچا دِکھانے کے لئے اپنے خلاف اُٹھنے والی ہر بغاوت کچلنے میں بھی کسی قسم کی کوئی رو رعایت نہیں برتی۔

چونکہ وہ بچپن سے ہی سیاست کی خارزار وادی میں قدم رکھ کر اپنی مدد آپ کے تحت برسرِ اِقتدار آیا تھا، اس لئے وہ فطری طور پر بے خوف، بہادر اور جری ہونے کے ساتھ ساتھ یہودیت و اِسرائیل کا بھی شدید مخالف تھا، اس کی یہی سوچ و فکر یہودی سرپرستوں کے لئے سوہانِ رُوح تھی۔ دیکھا جائے تو اِسرائیل کے ہاتھوں عراقی ایٹمی ری ایکٹر کی تباہی بھی اسی سلسلے کی کڑی تھی، اِبتدائی طور پر اگرچہ صدام حسین کو قابو کرنے کے لئے اس کے سر پر دستِ ''شفقت'' رکھنے کی بھی کوشش کی گئی، مگر بے سود۔ بہرحال جب صدامی فکر و سوچ کا منہ زور گھوڑا کسی طرح قابو نہ آیا تو اسے ایران کے ساتھ جنگ میں اُلجھا دیا گیا۔ اگر ۱۹۸۰ء میں برپا ہونے والی ایران، عراق جنگ کے اسباب و محرکات کا بغور جائزہ لیا جائے تو اس کے علاوہ اس کی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی۔

اس آٹھ سالہ طویل جنگ میں امریکی مفادات بہرحال عراق کی جنگی پالیسی سے وابستہ تھے، ہار جیت کے فیصلے کے بغیر ختم ہونے والی اس طویل جنگ کا صرف اور صرف مقصد یہ تھا کہ مسلمان کہلانے والے دو طاقتور ممالک کی عسکری قوّت کو پاش پاش کردیا جائے، بہرحال اِستعمار کسی حد تک اپنے مقاصد میں کامیاب ہوگیا، لیکن بایں ہمہ پورے طور پر عراق اور صدام کے خوف کا ہوّا اِستعمار کے دِلوں سے نہ نکل سکا تو نہایت ہوشیاری اور عیاری سے اسے کویت پر چڑھ دوڑنے کی ترغیب دی گئی، یوں

کویت پر عراقی حملے سے امریکا اور اِستعمار کو دُہرا فائدہ ہوا، ایک طرف اگر عراق پوری اسلامی دُنیا میں یکا وتنہا ہوگیا تو دُوسری طرف امریکا عراق کا ہوّا کھڑا کرکے سعودی عرب اور کویت میں اپنی فوجیں اُتار کر ان کی اقتصادیات پر مکمل کنٹرول حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا، بلاشبہ صدام حسین کا یہ اقدام غلط تھا اور اس کی اس غلطی کی پاداش میں عراق پر اِقتصادی پابندیاں لگاکر اُسے شدید اقتصادی اور معاشی بدحالی سے دوچار کردیا گیا۔

یہ کس قدر حیرت انگیز بات ہے کہ اِبتداءً جن اقدامات پر اس کی پیٹھ ٹھونکی گئی تھی، آخرش وہی اقدامات اس کی ہلاکت وموت کا سبب بنے، ورنہ عراق میں کیمیائی ہتھیاروں کا ہوّا تو محض برائے نام ہی تھا، چنانچہ عراق پر حملے کے بعد خود امریکی تھنک ٹینک نے اس کا برملا اِعتراف کیا کہ عراق میں کسی قسم کے کوئی کیمیائی ہتھیار نہیں ملے۔

عراق پر امریکی حملے کو دہشت گردی کے خاتمے کا نام دے کر جس طرح مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی، اس سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں، چنانچہ اخباری رپورٹوں کے مطابق ان چار سالوں میں عراق کے اندر چھ لاکھ پچپن ہزار انسانوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

اگرچہ امریکا اور ان کے اتحادیوں کا یہ اقدام بجائے خود بدترین دہشت گردی تھا، لیکن افسوس کہ اس وقت دہشت گرد کو دہشت گرد کہنے کی جرأت و ہمت ہی کسی میں نہیں رہی۔

آج سے چار سال قبل ہم نے ''بینات'' صفر ۱۴۲۴ھ کے اداریہ میں لکھا تھا کہ: ''امریکی ہدف صدام نہیں، اسلام ہے۔''

دیکھا جائے تو آج وہ سب اندیشے حقیقت بن کر سامنے آگئے ہیں، اس لئے کہ اگر صدام حسین کو گرانا مقصود ہوتا تو صدام کی گرفتاری کے بعد عراق کے

ساڑھے چھ لاکھ مسلمانوں کو خاک وخون میں نہ تڑپایا جاتا، اور اتنا طویل عرصہ تک عراقی مسلمانوں پر عرصۂ حیات نہ تنگ کیا جاتا!

عراقی صدر کی پھانسی کے لئے دجیل میں قتل ہونے والے ۱۴۸ شیعہ افراد کی موت کو وجۂ جواز بنایا گیا ہے اور اِنسانی حقوق کی اس نام نہاد خلاف ورزی کے جرم کی پاداش میں صدام حسین کو تختۂ دار پر لٹکایا گیا۔ حالانکہ اخباری اطلاعات کے مطابق ان اَفراد پر بغاوت کا مقدمہ تھا اور عراقی عدالت نے ہی ان کے قتل کا حکم صادر کیا تھا، (ملاحظہ ہوسنڈے میگزین ص:۴، روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۱۴ر جنوری ۲۰۰۷ء)۔

تاہم اگر ایسا بھی ہو تو سوال یہ ہے کہ کیا بغاوت کے مجرموں کا قتل کرنا انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے؟ اگر یہ انسانی حقوق کی خلاف ورزی ہے تو ساڑھے چھ لاکھ بے قصور اِنسانوں کا قتلِ عام کیونکر اِنسانی حقوق کی خلاف ورزی نہیں؟

صدام حسین کو ہم فرشتہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی اسے معصوم و بے قصور جانتے ہیں، بلکہ وہ بھی ہماری طرح کا ایک خطا کار اِنسان تھا اور اس سے بھی کوتاہیاں صادر ہوئی ہوں گی اور یقیناً اس سے بھی ناحق قتل ہوئے ہوں گے، لیکن سوال یہ ہے کہ امریکا اور اس کے حواریوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ: ''دُودھ کا رکھوالا بِلّا'' کا کردار ادا کرے...؟

صدام حسین کی پھانسی کی سزا، امریکی کردار اور صدام حسین کی جرأت پر ایک خاتون نے مبنی برحقیقت نہایت دِلچسپ تبصرہ کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے ذیل میں نقل کردیا جائے، چنانچہ محترمہ سدرہ اظہر ڈار صاحبہ کراچی سے لکھتی ہیں:

> ''عراق کے سابق صدر صدام حسین کو پھانسی دینے کا مقصد صرف اور صرف عالمِ اسلام کو خبردار کرنا تھا کہ بڑی طاقتیں حکم نہ ماننے پر یہ عمل بھی کرسکتی ہیں، مگر جس جرم کی اسے سزا دی گئی وہ جرم اس جرم کے مقابلے میں بہت کم ہے جو امریکا نے افغانستان، عراق، ویتنام کے ساتھ کئے، کتنے امریکی صدر ہیں

جنہیں یہ سزا دی گئی یا فوج داری مقدمے چلائے گئے یا قید کی سزا سنائی گئی؟ اگر بہادری اور شجاعت کی نظر سے دیکھا جائے تو صدام حسین نہ تو ملک چھوڑ کر بھاگا اور نہ ہی پھانسی کا پھندا گلے میں ڈالتے وقت اس کے قدم لڑکھڑائے، ہٹلر جس نے جرمنی کے عوام اور فوج کو متحرک کیا اور جس نے اپنی مایوس قوم کو پہلی جنگِ عظیم میں ہونے والی بربادی کا بدلہ لینے کے لئے تیار کیا، اس نے دُوسری جنگِ عظیم میں شکست کو برداشت نہ کرتے ہوئے خودکشی کرلی تھی، صرف اس لئے کہ اسے یہ خوف تھا کہ جب دُشمن اسے گرفتار کریں گے تو نہ جانے اس کے ساتھ کتنا اذیت ناک سلوک کیا جائے، اس کے علاوہ بھی ایسی کئی مثالیں ہیں، پوری دُنیا نے یہ دیکھا کہ صدام حسین نے کمرۂ عدالت میں بھی ڈَٹ کر مقابلہ کیا اور پھر پھانسی کا پھندا گلے میں ڈالتے وقت بھی وہ پُر اِعتماد نظر آرہا تھا، اس کی آنکھوں کا اعتماد دُنیا کے لوگوں نے دیکھا اور محسوس کیا کہ اسے سزا دینے والے خود بھی اسی سزا کے حقدار ہیں، لیکن ابھی تک دُنیا میں شاید کوئی ایسی عدالت نہیں بنی جو ان لوگوں کو یہ سزا سنائے۔ امریکا جس نے افغانستان کو کھنڈر بنادیا، جاپان کے شہروں پر ایٹم بم گراکر لاکھوں لوگوں کی جان لی، اب تک عراق کی تین لاکھ عوام کو بے گناہ قتل کرچکا ہے اس کو سزا کون دے گا؟ صدام حسین کو پھانسی دینے کو اپنی کامیابی تصوّر کرنا سراسر حماقت ہے، اس عمل سے پوری دُنیا میں امریکا کے خلاف نفرت مزید بڑھے گی، اور یہ یقین مزید پختہ ہوجائے گا کہ امریکا اور اس کے حامیوں کی جنگ دراصل دہشت گردوں کے خلاف نہیں بلکہ مسلمان ممالک کے خلاف

ہے، ان ممالک کے خلاف ہے جو آزادی کے ساتھ اس کے آگے جھکے بغیر اپنے بل بوتے پر ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جب ظلم حد سے بڑھ جائے تو اسے ایک نہ ایک دن زوال ہوتا ہی ہوتا ہے۔‘‘

(روزنامہ ’’جنگ‘‘ کراچی ۱۲؍جنوری ۲۰۰۷ء)

صدام حسین کے خلاف عجلت میں سنائی گئی سزا، اس کے وکلا کا قتل، اسٹالن و نازی طرز کے شوٹرائل اور کینگرو کورٹ کا سامنا، تادمِ آخر صدام کا امریکی افواج کے زیرِ حراست رہنا، اس کے وکلا کو اَپیل کی مہلت نہ دینا اور خود براہِ راست واشنگٹن سے بغداد میں فون پر فیصلہ سنانا اور صدام کی پھانسی کے مناظر کی فلم بندی اور دُنیا بھر میں اس کو میڈیا پر دِکھایا جانا وغیرہ، کیا اس کی غمازی نہیں کرتے کہ بش اور امریکا دُنیا کو بلکہ اپنے مخالفوں کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ ایسی کارروائی کرنے کی بھی اہلیت رکھتے ہیں۔

چنانچہ معمولی سے غور و تأمل سے واضح ہوجاتا ہے کہ وائٹ ہاؤس، بش اور مغربی اِستعمار کے صدام حسین کو نشانِ عبرت بنانے کا صرف اور صرف یہ مقصد ہے کہ امریکی اِستعمار کی مخالفت کرنے والے اس سے سبق حاصل کریں کہ اگر مستقبل میں انہوں نے امریکا کی مرضی کے خلاف کسی اقدام کی جرأت کی تو ان کا انجام بھی اس سے مختلف نہیں ہوگا، گویا امریکا مخالفت جذبات رکھنے والے اپنے اس خون آشام انجام کے لئے تیار رہیں۔

صدام حسین ایک فرد تھا، جو دُنیا سے گزر گیا، مگر اس کا کردار اور اس کے قاتلوں کا کردار بہرحال تاریخ کے صفحات پر دیر تک باقی رہے گا، البتہ اتنی بات طے شدہ ہے کہ صدام حسین کو پھانسی دینے والوں کا مقصد کسی عراقی شہری کا بدلہ لینا یا مسلمانوں کی حمایت کرنا نہیں ہے، بلکہ اسے یہ سزا اس لئے دی گئی ہے کہ وہ فلسطین کی

آزادی، بیت المقدس کی بازیابی اور امریکی نیو ورلڈ آرڈر کی مخالفت کرتا تھا، دُوسرے لفظوں میں صدام حسین کو پھانسی پر لٹکا کر تمام مسلمانوں کو یہ پیغام دیا گیا ہے کہ جو مسلمان جہاں بھی امریکی بالادستی کے خلاف سر اُٹھائے گا، یہ پھندا اس کے گلے میں ڈالا جائے گا۔

....

الغرض صدام حسین اپنے انجام کو پہنچ گیا، مگر سوال یہ ہے کہ جو لوگ امریکا، وائٹ ہاؤس اور مسٹر بش کے اِیما پر ایسے اقدامات اُٹھا رہے ہیں جن سے وہ اپنی قوم، برادری اور سماج سے کٹ کر اکیلے اور تنہا ہوتے جارہے ہیں، ان کے مستقبل اور ان کے انجام کا کیا ہوگا؟

خدانخواستہ کہیں ایسا تو نہیں کہ انہیں بھی لاشعوری طور پر صدام حسین کی طرح یکا وتنہا کیا جارہا ہو؟ اور خاکم بدہن جب وہ ہر طرف سے کٹ کر اَکیلے رہ جائیں اور مکمل طور پر اَمریکا پر اِنحصار کرنے لگیں تو ان کے پاؤں تلے سے بھی تختہ کھینچ لیا جائے؟ اور وہ بھی صدام حسین کی طرح اس بے بسی سے موت کو گلے لگائیں کہ ان کے حق میں بھری دُنیا میں کوئی کلمہ خیر کہنے والا نہ ہو؟ فَاعۡتَبِرُوۡا یَا اُولِی الۡاَبۡصَار...!

بالخصوص پاکستان کے اربابِ اِقتدار کے لئے یہ بات کسی لمحۂ فکریہ سے کم نہیں کہ ان بیچاروں نے امریکا کے مقابلے میں اپنے تئیں افغانستان اور عراق کی مخالفت کی، دہشت گردی کے نام پر دہشت گردی کا ساتھ دیا، افغان قوم اور عراقی عوام پر امریکی بربریت کا ساتھ دیا، سفارتی اُصولوں کو پامال کرتے ہوئے افغان سفیر کو اَمریکا کے حوالے کیا، افغانستان کے خلاف امریکا کو اپنے ہوائی اَڈّے دیئے، اسے لاجسٹک سپورٹ مہیا کی، القاعدہ کے نام پر اپنے ہی شہریوں کو اَمریکا کے حوالے کیا، جہاد کو دہشت گردی کا نام دیا، سرکاری اسکولوں کے نصاب سے جہاد کی آیات کا صفایا کیا، امریکی منشا پر وانا آپریشن کیا، دِینی تنظیموں کے خلاف کریک ڈاؤن کیا اور باجوڑ

مدرسے پر بمباری کی، علماء کو مطعون کیا، حدود آرڈی نینس منسوخ کر کے اس کی جگہ فحاشی بِل پاس کیا، زنا بالرضا کی حوصلہ افزائی کی، خالص بے شرمی پر مشتمل میراتھن ریس اور بسنت جیسی خالص ہندوانہ رسم کی ترویج ایسے ''مبارک'' اِقدامات اُٹھا کر امریکی خوشنودی حاصل کرنے کی اپنی سی پوری کوشش کرلی، مگر افسوس! کہ امریکا اور اس کے فوجی جنرلوں کی نگاہ میں اس کی ذرّہ بھر کوئی قدر و قیمت نہیں رہی، چنانچہ وہ ہمارے اربابِ اِقتدار کی بغل میں بیٹھ کر ان تمام تر کوششوں اور ''مخلصانہ'' جذبات اور ''مساعیٔ جمیلہ'' کی نفی کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ ''القاعدہ کا نیٹ ورک پاکستان میں ہے اور پاکستان القاعدہ کی محفوظ پناہ گاہ ہے!'' سوال یہ ہے کہ امریکا بہادر اور اس کی فوج کے ذمہ داروں کی یہ طوطا چشمی کیا اس کی غمازی نہیں کرتی کہ امریکا، وائٹ ہاؤس اور مسٹر بش اب اُن سے آنکھیں پھیر چکے ہیں اور اب وہ پاکستان کے اربابِ اِقتدار کے ساتھ بھی وہی معاملہ کرنا چاہتے ہیں، جو انہوں نے عراقی صدر صدام حسین کے ساتھ کیا تھا؟

بہرحال اب بھی وقت ہے، مسلمان حکمراں عموماً اور پاکستان کے اربابِ اِقتدار خصوصاً اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے اپنے آپ کو، اپنی قوم اور ملک کو امریکی انتقام کی آگ سے بچائیں۔

اور امریکی خوشنودی میں اتنا آگے نہ جائیں کہ انہیں واپس آنا مشکل ہوجائے اور ان کو بھی عراقی صدر صدام حسین کی طرح جب دُنیا سے روانہ کیا جائے تو ان پر کوئی آنسو بہانے والا نہ ہو۔

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد وعلٰی آلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۲۸ھ)

اسلام آباد کی مساجد کا اِنہدام

دِین دُشمنی کی خطرناک سازش!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

یوں تو دُنیا بھر میں مسلمانوں کی مشکلات میں ہر روز اِضافہ ہے، اور روز بروز ان پر عرصۂ حیات تنگ کیا جارہا ہے، مگر سب سے تکلیف دہ اَمر یہ ہے کہ اب اسلام اور مسلمان خود اِسلامی ممالک میں اجنبیت کا شکار ہیں۔

ستم بالائے ستم یہ کہ پاکستان ...جو اِسلام کے نام پر وجود میں آیا تھا اور اسلام کا قلعہ کہلاتا تھا... میں بھی کسی مسلمان کے لئے اپنا دِینی، مذہبی اور خالص اسلامی تشخص برقرار رکھنا مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے، بلکہ اب تو نوبت بایں جا رسید کہ نئی نسل کے دِل و دِماغ سے اسلامی اقدار اور مذہبی آثار کو کھرچ کھرچ کر صاف کرنے اور اسلامی شعائر کو ڈھانے اور مٹانے کی مہم زوروں پر ہے۔

پھر اگر کوئی بندۂ خدا اس بے دِینی کے سیلاب کے سامنے بند باندھنے کی کوشش کرے، یا اس کے خلاف صدائے اِحتجاج بلند کرنا چاہے، تو اسے دہشت گرد، تشدّد پسند، تاریک خیال، مذہبی جنونی، امن مخالف، ملک دُشمن اور القاعدہ کے ماسٹر مائنڈ وغیرہ کے ''معزّز'' اَلقاب وخطاب سے نوازا جاتا ہے۔

ضرورت محسوس ہو تو اس ''فتنہ پرداز طبقہ'' کے اِستیصال و اِستحصال اور مسلمانوں کو اس کی ''شرارتوں'' سے بچانے کے لئے بمباری وغیرہ سے بھی کام لیا

جاتا ہے۔

مسلمانانِ پاکستان گزشتہ کئی سال سے اس پریشان کُن کیفیت ، جاں گُسل مرحلے اور تکلیف دہ صورتِ حال سے دو چار تھے،لیکن حالیہ کچھ عرصے سے اس صورتِ حال میں تشویش ناک حدتک تیزی آگئی ہے۔

وانا آپریشن، باجوڑ مدرسے پر بمباری، دِینی مدارس کے خلاف دِل خراش حکومتی لب ولہجہ، علماء اور اہلِ دِین کے خلاف طوفانِ بدتمیزی اس کی چند ایک مثالیں ہیں۔

یہ صورتِ حال مزید اس وقت خراب اور اَبتر ہوگئی، جب صدرِ پاکستان نے یہ ارشاد فرمایا کہ: ’’فرقہ واریت پھیلانے والے مدارس اور مساجد ڈھادی جائیں گی۔‘‘

اس اعلان کے ہوتے ہی ’’شاہ کے وفاداروں‘‘ نے دیکھتے ہی دیکھتے اسلام آباد کی متعدّد مساجد و مدارس کے خلاف انہدامی نوٹس جاری فرمادیئے اور عملی طور پر ایک سوسالہ قدیم مسجد اَمیر حمزہ کو بلڈوز کردیا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کیا کوئی مسلمان یہ سوچ سکتا تھا کہ ...اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے ملک میں... یہ دن آئیں گے کہ مسلمان اپنے ہاتھوں خدا کے گھر کو مسمار کریں گے؟ نہیں،نہیں، ہرگز نہیں...!

اس لئے کہ اس ملک کی اساس و بنیاد ہی اس پر تھی کہ مسلمان، آزادی سے اپنے دِین و مذہب پر عمل کرسکیں اور اِسلامی روایات و شعائر کا تحفظ کیا جاسکے،لیکن صد افسوس ! کہ جن لوگوں نے اس جذبے کے تحت اسے حاصل کیا تھا، اس کے لئے جان، مال اور عزّت و آبرو کی قربانی دی تھی، اب انہی کی اولادیں اس کی جڑیں کھوکھلی کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔

کیا اس صورتِ حال کے پیشِ نظر دُنیا بھر کے اسلام دُشمن عناصر اور لادِین قوّتوں کو مسلمانوں، اور اِسلامی شعائر کے خلاف کھل کر کارروائی کرنے میں مدد نہیں ملے گی؟ اسلام کے خلاف برسرِپیکار مسلمان حکمرانوں کو آئندہ ہندوستان اور دُوسرے

اسلام دُشمن ممالک کی خلافِ اسلام سرگرمیوں یا مسلمانوں کے خلاف انتقامی کارروائیوں پر اِحتجاج کرنے کا حق رہے گا؟ کیا ایسے موقع پر اِسلام دُشمن یہ نہیں کہیں گے کہ ایک نظریاتی اسلامی ملک میں اسلامی اقدار و شعائر کو ملیامیٹ کرنے والوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہمارے خلاف لب کشائی کریں...؟

اربابِ اِقتدار کو سو بار سوچنا چاہئے کہ ان کے اس اقدام سے تشدّد پسند جنونی ہندوؤں کے بابری مسجد کی انہدامی کارروائی اور دُوسرے غلط اقدامات کو تقویت اور سندِ جواز نہیں مل جائے گی؟ کیا کہا جائے کہ جو لوگ اللہ کے گھروں کو ڈھانے اور برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں، وہ مسلمانوں کے نمائندے ہیں؟ یا ان کو مسلمانوں پر حکومت کا حق حاصل ہے...؟

کیا ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت نہیں دے رہے؟ کیا وہ اس ارشادِ اِلٰہی کا مصداق نہیں کہ:

”وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِیْنَ.“ (البقرۃ:۱۱۴)

ترجمہ:...”اور اس سے بڑا ظالم کون؟ جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ لیا جاوے وہاں نام اس کا، اور کوشش کی ان کے اُجاڑنے میں، ایسوں کو لائق نہیں کہ داخل ہوں ان میں مگر ڈرتے ہوئے۔ (یعنی ایسے لوگ اس ملک میں حکومت اور عزّت کے ساتھ رہنے کے لائق نہیں- ناقل)۔“

بلاشبہ اس اِرشادِ اِلٰہی میں کفار و مشرکینِ مکہ کے اس ظالمانہ اور گستاخانہ کردار کا تذکرہ ہے، جو انہوں نے بیت اللہ کے ساتھ رَوا رکھا تھا۔ اس لئے حکم دیا گیا کہ وہ لوگ اس ملک میں حکومت و عزّت کے ساتھ رہنے کے لائق نہیں، چنانچہ ان کی

اسی گستاخی اور بے ادبی کا ثمرہ تھا کہ ان میں سے بہت سے موت کے گھاٹ اُتار دیئے گئے اور جو بچ رہے، ان کو وہاں سے ذلیل و رُسوا کرکے نکال دیا گیا...لہٰذا کیا یہ ممکن نہیں کہ جو لوگ آج کفار و مشرکینِ مکہ کی رَوِش پر چل کر مساجد و مدارس کی توہین و تنقیص اور اس کی بربادی کے در پے ہیں، انہیں بھی اس انجام سے دوچار ہونا پڑے اور اللہ تعالیٰ کی قوّتِ قاہرہ انہیں بھی موت کے گھاٹ اُتار دے، یا پھر انہیں بیک بنی و دوگوش ملک کی مسندِ اِقتدار سے ہٹا کر عزّت و اِقتدار کی بجائے ذِلت و رُسوائی سے دوچار کرکے نشانِ عبرت بنا دیا جائے؟ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْأَبْصَارُ!

....

آج سے تین چار سال قبل کراچی میں لیاری ایکسپریس وے کے نام پر متعدّد مساجد کو منہدم کیا گیا، پھر پُرانی سبزی منڈی کراچی کی جگہ عسکری پارک کے عنوان سے سبزی منڈی کے اطراف میں قائم قدیم مساجد پر ہاتھ صاف کرنے کا منصوبہ بنایا گیا، لیکن جب اس وقت اکابر علماء نے اس ناروا اِقدام اور غیر شرعی حرکت کے خلاف احتجاج کیا اور بھرپور مزاحمت کی، تو سبزی منڈی کی مسجدیں تو بچ گئیں، مگر لیاری ایکسپریس وے کی زد میں آنے والی تمام مساجد کو ڈَھا دیا گیا، اس کے ٹھیک چار سال بعد اب اسلام آباد کی مساجد پر ہاتھ صاف کرنے کا منصوبہ بنالیا گیا، جن مساجد کو مسمار کرنے کا منصوبہ بنایا گیا تھا، خدانخواستہ یہ کوئی غیر قانونی اور ناجائز قبضے کی پیداوار نہیں تھیں، بلکہ ان میں سے بعض تو ایسی تھیں، جو اِسلام آباد کے قیام سے بھی پہلے قائم اور آباد تھیں، جبکہ دُوسری تمام مساجد ایسی تھیں، جو قانونی تقاضوں کی تکمیل کے بعد ہی تعمیر کی گئی تھیں، لیکن ان میں سے کسی کو سیکورٹی پوائنٹ کے لئے خطرہ سمجھ کر، کسی کو شہر کی خوبصورتی کے نام پر اور کسی کو گرین بیلٹ کے عنوان سے حرفِ غلط کی طرح مٹانے اور ڈَھانے کا منصوبہ بنایا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ متعدّد دِینی مدارس کو بھی اس فہرست میں شامل کرکے ان پر بھی چڑھائی کا منصوبہ تھا۔ بلاشبہ یہ دِین دُشمنی

کی ایک گہری سازش تھی، اگر اس کے خلاف بروقت کارروائی نہ کی جاتی اور اس کا تدارک نہ کیا جاتا، تو ملکی امن و امان خطرے میں پڑ جاتا، دیکھا جائے تو اس کے پسِ منظر میں حکومت اور عوام کے تصادم کی خطرناک سازش کارفرما تھی۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جمعیت اہلِ سنت اسلام آباد، اِتحاد تنظیمات مدارسِ دینیہ، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اکابر اور ملک بھر کے اکابر علماء، زعما اور دِین دار مسلمانوں کو، جنھوں نے اس غیر شرعی اور ظالمانہ اقدام کے خلاف بھرپور مزاحمت کی، چنانچہ بعض معاملہ فہم آفیسران اور ملک دوست وزراء نے بروقت آگے بڑھ کر اس کشیدہ صورتِ حال کو سنبھالنے اور مسلمانوں کو تصادم کی فضا سے بچانے میں قابلِ ستائش کارنامہ انجام دیا۔ بہرحال آخری اطلاعات تک حکومت کے نمائندوں نے علماء وطلبا کے احتجاج اور مطالبے پر یقین دہانی کرادی ہے کہ اسلام آباد کی مسمار شدہ مساجد کو ان کی جگہ سے نہیں ہٹایا جائے گا اور ان کو دوبارہ اسی جگہ تعمیر کیا جائے گا، جہاں وہ پہلے تھیں، اسی طرح ان تمام مساجد و مدارس سے بھی تعرض نہیں کیا جائے گا، جن کے خلاف نوٹس جاری کیے گئے تھے۔

اس معاملے کو سلجھانے کے لئے جہاں بہت سے جلسے، جلوس، احتجاجی مظاہرے کیے گئے تھے، وہاں سرکاری افسران اور بیوروکریٹس کو صحیح صورتِ حال سمجھانے، حقائق بتانے اور اس غلط اقدام کے عواقب و نتائج سے آگاہ کرنے کے لئے متعدّد اَکابر نے مختلف اوقات میں اسلام آباد کا سفر کیا، آخری اجلاس اور میٹنگ میں جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مدیر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر، دارالعلوم کراچی کے نائب صدر حضرت مولانا محمد تقی عثمانی، ڈاکٹر شیر علی شاہ، مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا قاری سعیدالرحمٰن، مولانا امداداللہ، مفتی عبدالحمید، مولانا ثناء اللہ غالب، مولانا انوار الحق، پیر عزیزالرحمٰن ہزاروی، مولانا محمد عادل خان وغیرہ شامل تھے۔ ان حضرات کے حلم و تدبر معاملہ فہمی اور دُعاؤں کی برکت سے تصادم

کی صورتِ حال ختم ہوگئی اور مذہبی اُمور کے وفاقی وزیر جناب اعجاز الحق نے علماء کی معیت میں مسجد اَمیر حمزہ کا باقاعدہ سنگ بنیاد رکھ کر تمام شکوک وشبہات کو رفع کردیا۔

اس صورتِ حال کے تحت ہم اربابِ اقتدار سے عرض کریں گے کہ وہ ایسے بچگانہ اور اِشتعال انگیز اِقدامات سے اِحتراز کریں اور ایسے تمام بے تدبیر افسروں کو سمجھائیں کہ وہ ایسے کسی اقدام سے اجتناب کریں جو ملک وملت کے لئے مشکلات کا باعث بنے یا ملکی امن و امان کو خراب کرنے کا ذریعہ ہو، اس لئے کہ مسجد اگر ایک بار کہیں تعمیر ہوجائے تو وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی، اسے کسی دُوسری جگہ منتقل نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح حضراتِ علمائے کرام اور اَربابِ دِین سے بھی درخواست ہے کہ جذباتیت سے ہٹ کر ہر معاملے کو نہایت سنجیدگی سے لیا جائے اور کسی دِینی اور شرعی معاملے میں کمزوری اور لچک نہ دِکھائی جائے تو اِن شاء اللہ! بڑے سے بڑا معاملہ بھی بسہولت حل ہوجائے گا۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۲۸ھ)

اسلام میں مساجد کی عظمت!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اسلام ایک کامل و مکمل دِین اور مذہب ہے، جس نے اپنے ماننے والوں کو ان کے تمام حقوق و فرائض اور اَحکام و آداب کی تعلیم دی ہے، اسلام میں جہاں خالق و مخلوق کے تعلق کی اہمیت و عظمت کو اُجاگر کیا گیا ہے، وہاں بارگاہِ رسالت کے ساتھ عقیدت کے حساس تعلق اور طاعت و محبت پر اَجر وثواب اور نافرمانی و سرتابی کی سنگینی اور اس کے عواقب و نتائج سے بھی آگاہ کیا گیا ہے۔ اسلام میں معاشی، معاشرتی اور اخلاقی قدروں کی تعلیمات کے علاوہ فرد کی نجی و اجتماعی زندگی کے ہر ہر پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، چنانچہ اس میں خالق سے لے کر مخلوق اور رسول سے اُمتی تک ہر ایک کے مرتبہ و مقام کی مناسبت سے اَحکام کی تفصیلات موجود ہیں۔

اسلام ہی وہ پہلا اور آخری مذہب ہے، جس نے اپنے ماننے والوں کو اسلامی شعائر و علامات اور اَحکام و فرائض، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، اَذان، قرآن، حدیث، بیت اللہ اور مساجد کے علاوہ قابلِ احترام شخصیات اور رشتوں، مثلاً: رسول، نبی، صحابی، تابعی، اِمام، مجتہد، عالم، شیخ، اُستاذ، ماں باپ، بہن بھائی، آجر، اَجیر، راعی، رعیت، دوست احباب، رشتہ دار، پڑوسی حتیٰ کہ جانوروں تک کے حقوق کی تلقین کی ہے، اور یہ باور کرایا ہے کہ جن کے ہاں اسلامی شعائر کا احترام نہیں، ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

اس مذہب کا یہ اِختصاص ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو فرقِ مراتب

سکھلایا ہے، بڑوں اور چھوٹوں کے حقوق و آداب کی تعلیم دی ہے، اور عقیدت و محبت کا سلیقہ سکھلایا ہے، اس نے مساجد و معابد اور مقدس مقامات کی عزّت و عظمت کی تعلیم دی ہے۔

اسلام میں جہاں دُوسرے مقدس مقامات کو عظمت حاصل ہے، وہاں مساجد کی ایک ممتاز و خصوصی حیثیت ہے، چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں ہے:

"عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: أَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللهِ مَسَاجِدُهَا، وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللهِ أَسْوَاقُهَا."

(مشکوٰۃ ص:۶۸ بحوالہ صحیح مسلم)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: سب جگہوں سے پسندیدہ جگہ اللہ کے ہاں مساجد ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ اور مبغوض جگہیں بازار ہیں۔"

جو لوگ ان مساجد کے قیام و تعمیر اور آبادی کا فریضہ انجام دیتے ہیں، ان کی فضیلت کو اس طرح بیان کیا گیا:

"عَنْ عُثْمَانَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا یَّبْتَغِیْ بِهٖ وَجْهَ اللهِ بَنَی اللهُ لَهٗ مِثْلَهٗ فِی الْجَنَّةِ." (بخاری ج:۱ ص:۶۴)

ترجمہ:... "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: جو شخص اللہ کی رضا کے لئے مسجد بناتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں اس جیسا گھر بنائے گا۔"

اس کے برعکس جو لوگ خدانخواستہ مساجد کی تعمیر و ترقی میں رُکاوٹ ڈالتے ہیں یا نعوذ باللہ! ان کو ویران کرنے کے لئے نمازیوں کو مسجدوں میں جانے سے منع کرتے ہیں یا ان کو ڈھانے اور توڑنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں، وہ سب سے بڑے ظالم اور گنہگار ہیں اور ان کو دُنیا کی ذِلت و رُسوائی اور آخرت میں بڑی دردناک سزا کا سامنا کرنا ہوگا، چنانچہ قرآنِ کریم میں ہے:

''وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ أَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَآ أُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ أَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ، لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ.'' (البقرہ:۱۱۴)

ترجمہ:... ''اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اللہ کا ذکر کئے جانے سے روکے اور ان کی ویرانی کی کوشش کرے، ان لوگوں کو تو بے خوف اور نڈر ہوکر ان میں قدم بھی نہیں رکھنا چاہئے تھا، ان لوگوں کے لئے دُنیا میں بھی ذلت و رُسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی سزائے عظیم ہوگی۔''

اسی طرح سورۂ توبہ میں مساجد کو آباد کرنے والوں کو اہلِ ایمان اور ہدایت یافتہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے:

''اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَأَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ، فَعَسٰٓى أُولٰٓئِكَ أَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ.'' (التوبہ:۱۸)

ترجمہ:... ''بے شک اللہ کی مسجدوں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور بجز اللہ

کے کسی سے نہیں ڈرتے، اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔''

ان آیات و احادیث کے علاوہ قرآن و سنت میں مساجد کی اہمیت و فضیلت پر بے شمار نصوص و احادیث موجود ہیں، جن کا یہاں نقل کرنا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے، بطور نمونہ ان دو احادیث اور دو آیات پر اکتفاء کیا گیا ہے، جن سے مساجد کی اہمیت و عظمت خوب واضح ہوکر سامنے آجاتی ہے۔

جہاں تک مساجد کی اہمیت و عظمت کا تعلق ہے، اس کا اندازہ درج ذیل اُمور سے لگایا جاسکتا ہے:

اوّل:... چونکہ مساجد خالق و مخلوق کے رابطے کا ذریعہ اور زمین پر اللہ تعالیٰ کی عبادت و طاعت کے مراکز ہیں، اس لئے انہیں بیوت اللہ کا نام دیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ کائناتِ ارضی کو بسانے اور انسانیت کی تخلیق سے بہت پہلے اللہ تعالیٰ نے زمین پر سب سے پہلے جس گھر کی تعمیر کا فیصلہ فرمایا وہ مسجدِ حرام اور کعبۃ اللہ تھا، جس کی سب سے پہلی تعمیر ملائکہ سے کرائی گئی، پھر مشہور قول کے مطابق نوبت بہ نوبت حضرت آدم علیہ السلام، حضرت شیث علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر انبیائے کرام سے یہ کام لیا گیا، اور آخر میں قوم عمالقہ، قوم جرہم، قصی بن کلاب، قریشِ مکہ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حجاج بن یوسف سے اس مقدس گھر کی تعمیر کرائی گئی، تاریخِ عالم شاہد ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ مخلوق کو خالق کی عبادت کے مرکز سے محروم رکھا گیا ہو۔

دوم:... جن لوگوں نے اللہ کے گھر کی تخریب و ویرانی اور بربادی یا مسمار کرنے کا منصوبہ بنایا، انہیں محض اس وجہ سے نشانِ عبرت بنایا گیا کہ وہ خالق و مخلوق کے درمیان طاعت و عبادت کے اس رابطے کو ختم کرنے کے بدترین جرم کے مرتکب ہوئے تھے، دُوسرے الفاظ میں جب وہ دُنیا میں موجود اللہ کے گھر کے مٹانے کے درپے ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی غیرت اور قوّتِ قاہرہ کو یہ برداشت نہ ہوا کہ انہیں زمین پر

باقی رکھا جائے، چنانچہ اللہ کے اس پہلے گھر اور دُنیا کی اس پہلی مسجد کو ڈھانے کا عزم لے کر آنے والے ابرہہ نامی اس بدبخت بادشاہ کی تباہی کا تذکرہ خود قرآن مجید میں موجود ہے، چنانچہ سورۂ فیل میں ابرہہ نامی اس بادشاہ کی تباہی کی منظرکشی کرتے ہوئے ارشادِ الٰہی ہے:

''وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ، تَرْمِيهِم بِحِجَارَةٍ مِّن سِجِّيلٍ، فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُولٍ.'' (الفیل)

ترجمہ:...''اور بھیجے ان پر پرندے غول کے غول، جو پھینکتے تھے ان پر پتھریاں کنکر کی، پھر کر ڈالا ان کو جیسے بھس کھایا ہوا۔''

سوم:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ مکرّمہ میں تھے، بیت اللہ اور مسجدِ حرام کے زیرِ سایہ رہے، لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ کی زمین تنگ کردی گئی اور آپ نے ہجرت فرمائی تو مدینہ منوّرہ سے دو میل پہلے قباء میں آپ کا پہلا پڑاؤ تھا، جہاں آپ نے صرف چار دن یا ایک روایت کے مطابق ۱۴ دن قیام فرمایا، مگر قباء کے اس قیام کے دوران بھی آپ سے برداشت نہ ہوا کہ مسلمان اللہ کے گھر کے بغیر رہیں، چنانچہ قباء کے اس مختصر قیام کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ایک اللہ کے گھر کا سنگِ بنیاد رکھا اور مسجد تعمیر کروائی جو آج تک مسجدِ قباء کے نام سے مشہور ہے۔

قباء سے اگلی منزل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منوّرہ تھی، جو قباء سے صرف دو میل کے فاصلے پر ہے، وہاں پہنچتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سب سے پہلا کام کیا، وہ مسجدِ نبوی کی زمین کی تحصیل اور اس کی تعمیر تھا۔

چہارم:...مسجد کی تعمیر، ترقی اور آبادی کی اہمیت اور اس کی تخریب و بربادی کی سنگینی کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مسجدِ قباء کی تعمیر و ترقی سے جل بھن کر

منافقین نے مسجدِ قباء کی تخریب و بربادی اور ویرانی کی غرض سے ایک نام نہاد مسجد بنانے کی ناپاک کوشش کی، تو غیرتِ الٰہی جوش میں آئی اور مسجدِ قباء کی تخریب کے اس بدترین منصوبے اور سازش کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا:

"وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ." (التوبہ:۱۰۷)

ترجمہ:..."اور جنھوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں، اور گھات لگانے کو اس شخص کی جو لڑ رہا ہے اللہ سے اور اس کے رسول سے، پہلے سے۔"

چنانچہ مسجدِ قباء کو ویرانی سے ہمکنار کرنے والوں کے مقابلے میں براہِ راست اللہ تعالیٰ نے اعلانِ جنگ فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس شیطانی عمل کو پیوندِ خاک کیا، یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے منافقین کے اس مسجد نما اَڈّے کو ڈھادیا گیا اور اسے آگ لگائی گئی۔

گویا اللہ تعالیٰ کو نہ صرف یہ کہ کسی مسجد کی تخریب و بربادی گوارا نہیں، بلکہ واشگاف الفاظ میں یہ اعلان فرمایا کہ: مساجد کی ویرانی و بربادی کے منصوبہ ساز کفار و مشرکین ہیں یا پھر منافقین و معاندین۔

ان آیات و احادیث کی صریح نصوص اور تفصیلات سے واضح ہوتا ہے کہ بیت اللہ اور مساجد کی تخریب و بربادی یا انہدام، مسلمانوں کا نہیں، بلکہ ہمیشہ سے یہ ابرہہ اور اس کے جانشین کفار و منافقین کا وتیرہ رہا ہے، لہٰذا جو لوگ کسی بھی غرض سے مساجد کے ڈھانے کے درپے ہوں، وہ غضبِ الٰہی کا مورد بنیں گے، ان کو اس اقدام سے فوراً باز آجانا چاہئے، ورنہ اندیشہ ہے کہ ابرہہ اور منافقین کی طرح ان کو بھی نشانِ عبرت نہ بنادیا جائے، اس لئے کہ اسلامی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جن لوگوں نے

شعائر اللہ کو مٹانے کی ناپاک کوشش کی، وہ خود مٹ گئے اور ان کے ناپاک وجود سے زمین کو پاک کردیا گیا۔

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ دورِ حاضر کے بعض نام نہاد مسلمان، کفار و مشرکین کے عزائم کی تکمیل میں ٹھیک وہی کردار ادا کرنا چاہتے ہیں، جو یمن کے بادشاہ ابرہہ نے بیت اللہ کی بربادی کے سلسلے میں ادا کرنا چاہا تھا، لیکن انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ جس ذات نے ابرہہ جیسے جابر حاکم کے عزائم کو خاک میں ملاکر اسے صفحۂ ہستی سے مٹادیا تھا، وہ آج بھی موجود ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دورِ حاضر کے ان جابروں کو بھی اس انجامِ بد سے دوچار کردیا جائے، والعیاذ باللہ!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی شعبان ۱۴۲۳ھ مطابق نومبر ۲۰۰۳ء)

فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے کی سازش

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

امریکا اور اس کی حلیف مغربی طاقتوں کا ہمیشہ سے یہ بھیانک کردار رہا ہے کہ اپنے مفادات کو مقدم رکھا جائے۔ چنانچہ ان کی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ انہوں نے اپنے مقاصد کی تکمیل اور اپنا اُلّو سیدھا کرنے کے لئے عموماً کمزور و ترقی پذیر ممالک کو اور خصوصاً مسلمانوں کو صدقے کا بکرا بنایا ہے، اور مقصد براری تک ان سے ہر طرح کی ...چاہے زبانی کلامی ہی کیوں نہ ہو... دوستی، حمایت، تائید اور پشت پناہی کا اظہار کیا، لیکن جوں ہی مقاصد پورے ہوئے، ان سے آنکھیں پھیر لیں۔ چنانچہ کل تک جن اقوام و افراد کی ''ناز برداریاں'' کی جاتی تھیں، آج ان کی ''مبنی برحقیقت'' اور ''خلوص و اِخلاص'' پر مشتمل پالیسیوں میں بھی انہیں سو سو نقائص نظر آنے لگے، جو لوگ کل تک ان کے حلیف تھے، آج وہی ان کے بدترین دُشمن ہو گئے، اور کل کے ہیرو آج کے دہشت گرد قرار پائے۔

اس پر کسی زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہیں، نہ ہی کسی لمبی چوڑی ورق گردانی اور تاریخ دانی کی ضرورت ہے، بلکہ زمانۂ قریب میں اس کی بے شمار مثالیں مل جائیں گی، دُور کیوں جایئے، یاسر عرفات، صدام حسین، آیت اللہ خمینی، افغانستان، لبنان اور پاکستان کا قضیہ اس کی زندہ مثالیں ہیں۔

ایک وقت تھا کہ یاسر عرفات امریکا کی آنکھ کا تارا تھا، لیکن جب اس سے

مقاصد پورے ہوگئے یا کوئی اُمید نہ رہی تو اسے ایسا بے نام کیا گیا کہ فرانس کے ایک ہسپتال میں خاموشی سے مرگیا یا مار دیا گیا۔ عراقی صدر صدام حسین سے جب کام نکل گیا یا اس سے کسی کام کی توقع نہ رہی تو نہ صرف عراق پر چڑھائی کردی گئی بلکہ صدر صدام حسین کو پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا گیا، اسی طرح جب امریکا کو رُوس سے خطرہ محسوس ہوا اور بالفعل رُوس نے افغانستان کے راستے گرم سمندر تک پہنچنے کی غرض سے افغانستان پر حملہ کیا تو امریکا نے نہ صرف افغان قوم کی پیٹھ ٹھونکی، بلکہ اس کی ہر قسم کی مدد کی، جب مخلص مسلمان رُوس کے توسیع پسندانہ عزائم اور اس کی جارحانہ پیش قدمی روکنے میں کامیاب ہوگئے اور رُوس جیسی سپر طاقت مسلمانوں کے مقابلے میں شکست سے دوچار ہوگئی، تو امریکی اور مغربی مہروں نے افغانستان کے مسلمان زعماء کو باہم دست و گریبان کردیا۔

اس صورتِ حال سے بے چین ہوکر جب مخلص مسلمانوں اور طالبان نے تیرہ سالہ افغان جہاد کے فوائد و ثمرات سمیٹنے اور پندرہ لاکھ مسلمانوں کی قربانیوں اور شہداء کے خون سے لالہ زار اَرضِ افغانستان پر اِسلامی آئین نافذ کردیا تو امریکا اور مغربی قوّتوں کے پیٹ میں مروڑ اُٹھنے لگے کہ ہم نے جو کچھ سوچا تھا اس کے خلاف کیونکر ہوگیا؟ چنانچہ اس نے اپنے مقاصد کی تحصیل و تکمیل کے لئے نائن الیون کا ڈرامہ رچاکر افغانستان پر حملہ کردیا۔ دُوسری جانب اس نے پاکستان پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لئے اسے نہ صرف اپنا بہترین اتحادی قرار دیا، بلکہ ایسے تمام اکابر علماء اور زعماء جن کی آواز پر قوم اُٹھ سکتی تھی، ان میں سے اکثر کو ایک ایک کرکے قتل کردیا گیا اور جو بچ رہے، ان کو پسِ دیوارِ زنداں دھکیل دیا گیا، اس دوران پاکستان کی ''خدمات'' کو خوب سراہا گیا۔ اسی طرح جو لوگ اسلام، پاکستان اور ملتِ اسلامیہ کے حق میں آواز اُٹھاسکتے تھے یا ایسی جماعتیں اور اِدارے جو اس سلسلے میں مؤثر کردار اَدا کرسکتے تھے، ان کے خلاف پے در پے کریک ڈاؤن کرایا گیا، ان کو متہم و بدنام کیا گیا

اور اَخبارات و میڈیا کے ذریعے ان پر خوب تنقید کی گئی، افغانستان پر حملہ کرکے اگر ایشیائی مسلمانوں کو سبق سکھایا گیا تو دُوسری طرف عربوں کو سبق سکھانے کے لئے عراق اور صدر صدام کی بغاوت کو آڑے ہاتھوں لیا گیا، عراق پر حملہ، بغداد کو تاراج کرنے کے بعد سے اب تک عراق کے ساڑھے چھ لاکھ مسلمانوں کو تہِ تیغ کردیا گیا۔

امریکا اور مغربی قوّتوں نے یہاں بھی اپنے مقاصد کی تحصیل و تکمیل کے لئے اپنے ایجنٹوں اور وظیفہ خواروں کو اِستعمال کیا، یہی وجہ ہے کہ صدام حسین کے خلاف اس سے مذہبی اور مسلکی اختلاف رکھنے والے افراد کو اِستعمال کرکے ایک طرف ان کے جذبات کو تسکین پہنچائی گئی تو دُوسری طرف اپنے مقاصد کی تکمیل بھی کی گئی۔ ٹی وی اور اخبارات کی فائلیں گواہ ہیں کہ صدر صدام کو پھانسی لگانے والے نقاب پوشوں نے صدام کو عراقی شیعہ راہ نما ''مقتدا الصدر زندہ باد'' کے نعرے لگوانے کی بھی کوشش کی۔

بایں ہمہ جب امریکی مفادات کی تکمیل نہیں ہوسکی اور امریکا افغانستان و عراق میں بُری طرح پھنس گیا تو اس نے پاکستان و اِیران کو اپنی شکست و ناکامی کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے ایک طرف پاکستان کو آنکھیں دِکھانا شروع کردیں تو دُوسری طرف ایران پر حملے کی منصوبہ بندی بھی شروع کردی ہے۔

چونکہ دُنیا بھر کے مسلمان اور غریب ممالک کے علاوہ افغانستان اور عراق کے مسلمان براہِ راست امریکی مظالم کا شکار ہیں، اس لئے اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ ایران پر حملے کی صورت میں دُنیا بھر کے تمام مسلمان بلااِمتیاز مسلک و مذہب، امریکی جارحانہ پالیسیوں کے خلاف سراپا احتجاج ہوجائیں گے اور اِیران کے خلاف امریکی جارحیت پر پاکستانی شیعہ امریکی اتحادی بننے کی صورت میں پاکستان کے لئے مشکلات نہ پیدا کریں یا ان کی ہمدردیاں ایران کے حق میں نہ ہوجائیں، اس لئے امریکا اور اس کی اتحادی قوّتوں کی پوری کوشش ہے کہ کسی طرح پاکستان میں شیعہ سنی

فسادات کو ہوا دی جائے۔

چنانچہ اخبارات و میڈیا گواہ ہے کہ اس کی شروعات ہوچکی ہیں، جس کے واضح آثار و قرائن یہ ہیں کہ آج سے ۳ سال قبل شہید ہونے والے اِمام المجاہدین حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہیدؒ اور شہیدِ ختم نبوت حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ کے قاتل باوجود سوسو اِحتجاجوں کے اب تک کہیں نہیں مل پائے تھے، بلکہ ایسا لگتا تھا کہ ان کو زمین کھا گئی ہے یا وہ آسمان پر چلے گئے ہیں، چنانچہ شہداء کے متعلقین مایوس ہوکر بیٹھ گئے تھے، اب اچانک اور ایک دَم ایک شخص ان کے قاتل کی حیثیت سے گرفتار ہوگیا اور اس نے تمام وارداتوں کا اعتراف بھی کرلیا ہے، اور خیر سے اس کا تعلق بھی شیعہ فرقہ سے بتلایا جارہا ہے، اس سلسلے کی خبر ملاحظہ ہو:

> ''کراچی (اسٹاف رپورٹر) معروف عالمِ دِین مفتی نظام الدین شامزئی، مفتی جمیل، مولانا اعظم طارق اور ان کے ساتھیوں کے قتل میں ملوّث کالعدم تنظیم کے مبینہ دہشت گرد حماد ریاض نقوی کو ملیر سٹی اسوان ٹاؤن میں اتوار کو چھاپہ مار کر گرفتار کرلیا۔ اس کے ساتھی عسکری، رؤف اور اسلام آباد پولیس کا سپاہی قلب عباس موقع سے فرار ہوگئے، اس گروہ کا سربراہ ملتان کا ایک ڈاکٹر ہے، ملزمان کی رہائش گاہ سے پولیس نے ایک کلاشنکوف دو ہینڈ گرنیڈ، ایک ٹی ٹی پستول برآمد کرلیا۔ کالعدم تنظیم سپاہ محمد سے تعلق رکھنے والے ان دہشت گردوں نے سندھ اور پنجاب میں مذہبی شخصیات کو قتل کیا۔ سی آئی ڈی کے اعلامیہ کے مطابق ایس پی سی آئی ڈی راجہ عمر خطاب اور ڈی ایس پی مظہر مشوانی کی نگرانی میں پولیس کی بھاری نفری نے ملیر سٹی اسوان ٹاؤن میں چھاپہ مارا اور وہاں سے خطرناک ملزم حماد ریاض نقوی

کو گرفتار کرلیا جبکہ اس کے ساتھی عسکری، رؤف اور قلب عباس فرار ہوگئے۔ ملزم نے دورانِ تفتیش بتایا کہ اس نے اپنے ساتھی عسکری، رؤف اور قلب عباس کے ہمراہ جمشید ٹاؤن میں ۱۸؍مئی (نقل مطابق اصل - ناقل) ۲۰۰۴ء کو مولانا مفتی نظام الدین شامزئی پر حملہ کیا، جس سے مفتی شامزئی اوران کا بیٹا رفیق الدین (نقل مطابق اصل - ناقل) اور خیر محمد زخمی ہوگئے تھے اور ۹؍اکتوبر ۲۰۰۴ء کو جمشید کوارٹرز میں ملزمان نے مولانا مفتی جمیل احمد، مولانا نذیر احمد تونسوی سیکریٹری انفارمیشن عالمی مجلس ختمِ نبوّت پر حملہ کیا جس سے دونوں جاں بحق ہوگئے تھے، جبکہ ۲۴؍جون ۲۰۰۵ء کو پریڈی کے علاقے میں فائرنگ کرکے مذہبی اسکالر مفتی عتیق الرحمٰن، ان کے بیٹے عمار عتیق الرحمٰن اور مولانا ارشاد الحق کو ہلاک کردیا تھا۔ ۳۰؍جنوری ۲۰۰۵ء کو فیروزآباد تھانے کی حدود طارق روڈ پر موجود کالعدم تنظیم سپاہ صحابہ کے مرکزی شوریٰ کے رکن اور لیگل ایڈوائزر ہارون قاسمی پر حملہ کرکے انہیں زخمی کیا اور بعدازاں انہیں ملزمان نے ہارون قاسمی کے والد اسحٰق قاسمی اور ان کے محافظ محمد عقیل پر حملہ کیا، جس سے دونوں ہلاک ہوگئے تھے۔ پی آئی بی کے علاقے پُرانی سبزی منڈی کے قریب ملزمان نے فائرنگ کرکے کالعدم سپاہ صحابہ کے کارکن موٹر میکینک اختیار کو ہلاک کیا، اور ۶؍اکتوبر ۲۰۰۳ء کو موٹروے پر اسلام آباد کے قریب ٹول پلازہ پر فائرنگ کرکے ''ملتِ اسلامیہ پاکستان'' کے امیر مولانا اعظم طارق سمیت ان کے ساتھی کو ہلاک کردیا گیا، جبکہ اسلام آباد پولیس نے چند روز قبل مدثر اور محمد علی کو اسلام آباد سے گرفتار کرلیا تھا جبکہ کانسٹیبل

قلب عباس نے اعظم طارق کے قتل کے بعد اپنا تبادلہ کراچی میں کرالیا تھا۔ سی آئی ڈی کے مطابق مذہبی دہشت گردوں کے اس گروہ کا سرغنہ ملتان کا ڈاکٹر منتظر علی ہے۔ ملزمان کی گرفتاری کے لئے پولیس دیگر مقامات پر چھاپے مار رہی ہے۔''

(روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۵/مارچ ۲۰۰۷ء)

اس کے ساتھ ہی ملتان میں دہشت گردی کی عدالت کے جج پر خودکش حملہ اور اس واردات کے پسِ منظر کے طور پر یہ اطلاع کہ متأثرہ جج لشکرِ جھنگوی کے ملک اسحٰق کے مقدمے کی سماعت کے بعد فیصلہ کرنے والے تھے۔ اسی طرح ۱۰/مارچ ۲۰۰۷ء کی روزنامہ ''جنگ'' کراچی کی یہ خبر کہ سکھر سے ایک خودکش حملہ آور کو گرفتار کیا گیا ہے، جس کا تعلق لشکرِ جھنگوی سے ہے اور وہ سکھر میں چہلم کے جلوس پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کررہا تھا وغیرہ، کیا ملکی امن و امان کی فضا خراب کرنے اور فرقہ واریت کو ہوا دینے کے مترادف نہیں ہے؟

آخر کیا وجہ تھی کہ مسلسل کئی سال تک تو شہداء کے قاتلوں سے صَرفِ نظر کیا جاتا رہا اور اب اچانک ان کو گرفتار کرکے پیش کردیا گیا؟ سب سے حیرت ناک بات یہ ہے کہ قاتل نے تمام تر اعتراف کیسے کرلئے؟ صرف اس لئے کہ جس طرح حضرت مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہیدؒ، مولانا مفتی عبدالسمیع شہیدؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے قاتلوں کو چھوڑ دیا گیا ہے، انہیں بھی چھوڑ ہی دیا جائے گا، البتہ وقتی طور پر انہیں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے استعمال کرنا ہے اور بس...! بلاشبہ معمولی عقل وفہم کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ سارے تانے بانے فرقہ واریت کی آگ بھڑکانے کے لئے ہی ہیں، چنانچہ اس کا کچھ اندازہ صدرِ پاکستان جنرل پرویز مشرف کے اس بیان سے بھی ہوتا ہے:

''اسلام آباد (ایجنسیاں+ ٹی وی رپورٹ) صدر

جنرل پرویز مشرف نے کہا ہے کہ میرے لئے سب سے اہم بات پاکستان کی سلامتی اور اِستحکام ہے اور ہمیں امریکا سمیت کسی سے کوئی خطرہ نہیں، اگر اِیران پر حملہ ہوتا ہے تو سب سے پہلے ہمیں اپنے آپ کو بچانا چاہئے، ایران پر حملے سے صرف پاکستان کے لئے نہیں بلکہ پورے خطے کے لئے مسائل پیدا ہوں گے اور اس سے فرقہ واریت کا مسئلہ بھی سامنے آئے گا، ایسی باتیں بے بنیاد ہیں کہ ہم امریکا کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔''

(روزنامہ ''جنگ'' ۷؍مارچ ۲۰۰۷ء)

ان حالات و واقعات اور آثار وقرائن سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ امریکا بہادر اوراس کے وفادار، اِیران پر اَمریکی حملے کی صورت میں پاکستان میں فرقہ واریت کی آگ بھڑکانا چاہتے ہیں اور اَمریکا حسبِ سابق اپنے مفادات کی تحصیل و تکمیل کے لئے ایک بار پھر مسلمانوں کو اپنے مقاصد کی قربان گاہ پر ذبح کرنا چاہتا ہے۔

اس لئے شیعہ سنی زعماء کو چاہئے کہ امریکی سازش سے ہوشیار رہیں اور اس کے لئے استعمال نہ ہوں، ہر دو فرقوں کے ذمہ داران کا فرض ہے کہ اپنے جذباتی کارکنوں کو سمجھائیں کہ وہ اس دَلدل میں کودنے سے بچیں اور امریکی مفادات کی تکمیل سے گریز کریں، بصورتِ دیگر ان کی داستاں تک نہ ہوگی داستانوں میں...!

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۲۸ھ)

کرکٹ ٹیم کی آڑ میں شعائرِ اِسلام پر حملہ!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

دیکھا جائے تو متحدہ ہندوستان کی تقسیم کا بنیادی مقصد اور غرض ہی یہ تھی کہ مسلمان آزادانہ طور پر اپنے دِین و مذہب پر عمل کرسکیں، اور انگریزی جبر وتشدّد کی جگہ خدا کی زمین پر خدا کا نظام نافذ ہو، مگر افسوس! کہ تقسیم ملک کے بعد ...چند مخلصین سے ہٹ کر... پاکستان کی باگ ڈور ایسے افراد کے ہاتھ میں آئی، جو گورے انگریزوں سے زیادہ خطرناک تھے، ان کا ظاہر جس طرح کالا تھا، ان کا باطن کہیں اس سے زیادہ تاریک اور سیاہ تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کی لاشوں کو بامِ اقتدار تک پہنچنے کے لئے سیڑھی تو بنایا مگر ان کی قربانیوں سے وفا نہ کی۔

ستم بالائے ستم یہ کہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے ملک کا پہلا وزیرِ خارجہ ظفراللہ قادیانی تھا، تو اس کا وزیرِ قانون منڈل نامی ہندو تھا۔ اسی طرح اس کی بیوروکریسی میں عیسائیوں کے علاوہ لاتعداد بے دِین وملحد موجود رہے، یہ ان ہی کی ''برکتیں'' تھیں کہ پاکستان میں اسلام تو نہ آسکا، البتہ اِلحاد و زَندقہ اور کفر و اِرتداد خوب خوب پروان چڑھے۔ قادیانیت نے پاکستان اور بیرونِ پاکستان خوب پَر پُرزے نکالے، دُنیا بھر کے پاکستانی سفارت خانوں میں کھلے عام قادیانیت کی سرپرستی کی گئی اور بیرونی دُنیا میں پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ کے طور پر متعارف کرایا گیا، جبکہ اندرونی طور پر بھی قادیانیوں نے پاکستان پر حکومت و اِقتدار کے خواب دیکھنا

شروع کردیئے۔

اس کے برعکس ایسے لوگوں کی راہ روکنے والے مسلمانوں اور علماء کو جی بھر کر مطعون کیا گیا، ان کو گالیاں دی گئیں، انہیں ملک دُشمن، کٹھ مُلّا، تاریک خیال، قل اعوذ یئے، جاہل، اُجڈ، دہشت گرد، تنگ نظر اور ترقی کے مخالف کہا گیا۔

پاکستان کے پہلے وزیرِ خارجہ چوہدری ظفراللہ قادیانی کی وزارتِ خارجہ کے دور میں قادیانی پوری دُنیا میں بحیثیت مسلمان متعارف ہوئے اور بیرونِ ملک صرف انہی کو مسلمان اور مسلمانوں کا نمائندہ قرار دیا گیا، جس کی واضح مثال یہ ہے کہ بیگم بھوپال کی جانب سے ووکنگ، لندن میں بنائی جانے والی ووکنگ مسجد قادیانیوں کے سپرد کی گئی، اسی طرح آسٹریلیا میں پاکستانی سفارت خانے کے اِخراجات پر تعمیر کی جانے والی مسجد آج تک قادیانیوں کے قبضے میں ہے، جبکہ افریقہ کے دُور دراز اور غریب و نادار ممالک میں پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ اور قادیانیوں کو حقیقی مسلمان باور کرایا گیا، جس کا انکشاف جزیرہ مالی میں تیس ہزار سے زائد مسلمانوں کے قادیانیت قبول کرنے اور عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوّت کے وفد کی رسائی کے بعد ان کے دوبارہ مسلمان ہونے اور قادیانیت پر دو حرف بھیجنے پر ہوا، بلاشبہ اب اگرچہ قادیانیت کا زور ٹوٹ چکا ہے، مگر ظفراللہ قادیانی کی جانب سے بچھائے گئے کانٹے آج بھی مسلمانوں کے جسموں اور دِلوں کو زخمی کررہے ہیں، اس پر طرفہ تماشا یہ کہ ہمارے اربابِ اِقتدار، دانستہ یا نادانستہ طور پر آج تک قادیانی اِستعمار کی ٹھیک اسی طرح سرپرستی فرماتے آئے ہیں، جس طرح انگریز بہادر ان کی سرپرستی و آبیاری کرتا رہا۔

دُوسری طرف قادیانیوں کا یہ حال ہے کہ وہ کہیں بھی ہوں، انہیں اسلام، پیغمبرِ اِسلام اور مسلمانوں سے ٹھیک اسی طرح دُشمنی ہے، جس طرح ان کے باوا مرزا غلام احمد قادیانی کو تھی۔ چنانچہ وہ اپنی سیٹ، عہدہ اور منصب کو اِستعمال کرتے ہوئے اسلام دُشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے، وہ موقع کی مناسبت سے اپنا زہر

اُگلتے رہتے ہیں، اگرچہ وہ کھل کر اپنے آپ کو قادیانی نہیں کہتے اور نہ ہی کھلے عام وہ اسلام اور اَرکانِ اسلام کو نشانہ بناتے ہیں، مگر وہ افراد و اَشخاص اور حالات و واقعات کو آڑ بنا کر اِسلام اور اَرکانِ اسلام پر سنگ باری کرتے رہتے ہیں۔

....

تفصیل اس اِجمال کی یہ ہے کہ گزشتہ دنوں پاکستانی کرکٹ ٹیم، یک روزہ عالمی کرکٹ مقابلے میں ویسٹ انڈیز اور آئرلینڈ سے نہ صرف ہار گئی، بلکہ بدترین شکست سے دوچار ہوئی، تو اس کی شکست کے اسباب و علل معلوم کرنے کے لئے حکومتِ پاکستان نے حسبِ معمول ایک تحقیقی کمیٹی قائم فرمادی، جس کا مقصد یہ ہے کہ وہ پاکستانی ٹیم کی شکست کی وجوہات کا کھوج لگائے۔

چنانچہ پاکستانی ٹیم کے میڈیا منیجر پرویز جمیل میر نے، جو "پی جے میر" کے نام سے مشہور ہیں ،اس تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے پاکستانی ٹیم کی شکست کی وجوہات بیان کرتے ہوئے جو کچھ ارشاد فرمایا، وہ حسبِ ذیل ہے:

> "کراچی (اسٹاف رپورٹر) ورلڈ کپ کرکٹ ٹورنامنٹ کے لئے پاکستان کرکٹ ٹیم کے میڈیا منیجر پرویز جمیل میر نے کہا ہے کہ قومی کرکٹ ٹیم کے بعض کھلاڑیوں کا مذہب سے بہت زیادہ لگاؤ اور تبلیغی رُجحان کی وجہ سے ورلڈ کپ میں کارکردگی متأثر ہوئی ہے۔ عالمی مقابلے میں ٹیم کی ناکامی پر تحقیقات کرنے والی کمیٹی کے رُوبرو جمعہ کو انہوں نے اپنا بیان قلم بند کرایا۔ کمیٹی کے ذرائع کے مطابق پرویز میر نے کہا کہ وہ نماز یا دِینِ اسلام کے خلاف نہیں مگر ہمیں مذہب یا نماز کو اپنے پروفیشن پر حاوی نہیں ہونے دینا چاہئے۔ اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لئے وقت مقرّر ہے، مگر کام کے دوران ہر وقت تبلیغ کرنے کی اجازت

نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستانی ٹیم کے بعض کھلاڑی کھیل سے تبلیغ کو اہمیت دیتے تھے جس کی وجہ سے ان کی کرکٹ پر سے توجہ ہٹ گئی اور ان کا ذہن بٹ گیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ ہوائی جہاز میں دورانِ سفر بزنس کلاس میں اَذان اور نماز اَدا کر کے ہم دُنیا کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔“

(روزنامہ ”جنگ“ کراچی ۷/اپریل ۲۰۰۷ء)

پی جے میر صاحب کو اس عہدے پر براجمان ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہیں ہوا، جبکہ اخباری اطلاعات کے مطابق ان کا تقرّر بھی کسی کی ”نظرِ کرم“ کا مرہونِ منّت ہے، کہا جاتا ہے کہ موصوف، پاکستانی ٹیم سے ”شدّت پسندی ختم کرنے“ پر مأمور ڈاکٹر نسیم اشرف کے دوست ہیں، اور انہیں کی ”برکت“ سے ہی وہ اس منصب پر مأمور ہوئے ہیں، اس پر مستزاد یہ کہ بدقسمتی سے وہ ہیں بھی قادیانی، یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں میں سے ہیں، اس لئے انہیں اسلام اور مسلمانوں سے ایک خاص قسم کی تکلیف اور پَرخاش ہے اور اِسلامی تعلیمات سے سرشار کھلاڑیوں سے انہیں فطری بغض، عداوت اور چڑ ہے۔

بہرحال پی جے میر کے اس تکنیکی اور فنی بیان اور کھلاڑیوں کی نماز و تبلیغ اور شعائرِ اِسلام سے وابستگی کو ہدفِ تنقید بنانے پر مسلمانوں کا اِضطراب ایک فطری اَمر تھا، لہٰذا ان کی اس دریدہ دہنی پر مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے اپنے غم و غصّے کا اِظہار کرتے ہوئے شدید اِحتجاج کیا ہے، جن میں سے پاکستانی کرکٹ ٹیم کے کپتان اِنضمام الحق، سابق کرکٹر سرفراز نواز، شفقت رانا، کامران اکمل اور سلیکشن کمیٹی کے ممبر اِحتشام الدین وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ صرف یہی نہیں، بلکہ پوری قوم نے ان کی اس بیمار ذہنیت اور دِین و مذہب کے خلاف بغاوت، سے بھرپور نفرت کا اظہار کیا ہے۔

اس موقع پر پاکستان کرکٹ ٹیم کے کپتان انضمام الحق نے پی جے میر کی زہرافشانی کے خلاف اپنے رَدِّعمل کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"کراچی (اسٹاف رپورٹر) پاکستانی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان انضمام الحق نے کہا ہے کہ ورلڈ کپ میں ہم خراب کھیل کر ہارے ہیں۔ نماز یا تبلیغ کو شکست کا جواز بنانا دُرست نہیں ہے ...... ہفتے کو لاہور سے ٹیلیفون پر جنگ سے بات چیت کرتے ہوئے انضمام الحق نے کہا کہ ہر مسلمان کو پنج گانہ نماز اَدا کرنی چاہئے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ویسٹ انڈیز میں پاکستانی کھلاڑی کسی غیرضروری سرگرمی میں ملوّث نہیں رہے، اس لئے نماز یا تبلیغ کو ایشو نہیں بنانا چاہئے۔ پاکستانی ٹیم گزشتہ کئی سال سے ایک ساتھ نماز اَدا کر رہی ہے۔ ایک خراب سیریز کو شکست کا جواز قرار دینا دُرست نہیں ہے۔ انضمام الحق نے میڈیا منیجر پی جے میر کے اس اِلزام کو مسترد کردیا ہے جس میں انہوں نے ورلڈ کپ میں ٹیم کی شکست کا بنیادی سبب کھلاڑیوں کی کھیل سے زیادہ مذہب پر توجہ کو قرار دیا ہے۔ انضمام الحق نے کہا کہ پی جے میر کا یہ بیان انتہائی تکلیف دہ ہے، کیونکہ کوئی بھی مسلمان اس طرح کی بات نہیں کہہ سکتا۔ یہ منفی سوچ اور تنقید ہے۔ کھلاڑیوں کی نمازوں کو شکست کی وجہ قرار دینے کا مقصد معاملے کو دُوسرے رُخ پر ڈالنا اور کچھ لوگوں کی طرف سے توجہ ہٹانا ہے۔ انضمام الحق نے کہا کہ کھلاڑیوں کی نمازوں سے ٹیم کی کارکردگی کا کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی اس سے میچ یہاں تک کہ ٹیم کا ٹریننگ پروگرام متأثر ہوا ہے۔ انضمام الحق نے کہا کہ مذہب کو کرکٹ سے جوڑ کر کچھ لوگ غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہیں۔"

(روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۸؍اپریل ۲۰۰۷ء)

سلیکشن کمیٹی کے ممبر جناب احتشام الدین نے ورلڈ کپ میں پاکستانی ٹیم کی شکست کو دِین و مذہب اور نمازوں سے جوڑنے کی نفی کرتے ہوئے کہا:

''ورلڈ کپ میں شکست کی ذمہ داری کسی ایک پر ڈالنا زیادتی ہوگی، اس کے ذمہ دار کپتان، کوچ، سلیکشن کمیٹی، کرکٹ بورڈ سب ہیں ...... انہوں نے ٹیم میں مذہبی رُجحانات کے حوالے سے پوچھے گئے سوال پر کہا کہ ویسٹ انڈیز میں ٹیم کے ساتھ نہیں تھا، لہٰذا کوئی تبصرہ نہیں کرسکتا، تاہم دورۂ جنوبی افریقہ میں کھلاڑی اس حوالے سے صرف میٹنگ رُوم تک محدود رہتے تھے اور میں نے انہیں باہر کہیں تبلیغ کرتے نہیں دیکھا۔ تاہم نماز پڑھنا کوئی بُری بات نہیں، بحیثیت مسلمان یہ ہم سب کو پڑھنا چاہئے۔''

(روزنامہ ''نوائے وقت'' کراچی ۸؍اپریل ۲۰۰۷ء)

سابق کرکٹر سرفراز نواز نے پی جے میر کی ہرزہ سرائی کی مذمت کرتے ہوئے کہا:

''انہوں نے ورلڈ کپ میں پاکستانی ٹیم کے میڈیا منیجر پرویز میر کے بیان پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ ان کے بیان سے مسلمانوں کے جذبات مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اگر بورڈ نے نماز کے بارے میں بیان پر پی جے میر کے خلاف کارروائی نہ کی تو وہ اَز خود اِسلامی قوانین کے مطابق ان کے خلاف عدالت سے رُجوع کریں گے۔''

(روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۹؍اپریل ۲۰۰۷ء)

قومی کرکٹ ٹیم کے ممبر کامران اکمل نے اس موقع پر قومی ٹیم کی شکست کی

وجوہات بیان کرتے ہوئے کہا کہ:

''کراچی (اسپورٹس رپورٹر) قومی کرکٹ ٹیم کے وکٹ کیپر بیٹسمین کامران اکمل نے کہا ہے کہ نماز فرض ہے، ہم اسے نہیں چھوڑ سکتے، ورلڈ کپ میں شکست کی وجہ ٹیم کی خراب کارکردگی ہے۔'' (روزنامہ ''اُمت'' کراچی ۱۰/اپریل ۲۰۰۷ء)

سابق کرکٹر جناب شفقت رانا نے پی جے میر جیسے اسلام دُشمن کو ماضی اور حال کی ٹیموں کے کردار کے موازنہ کی روشنی میں آئینہ دِکھاتے ہوئے کہا:

''شفقت رانا نے کہا کہ پہلے جب ٹیم ہارتی تھی تو کہا جاتا تھا کہ لڑکے رات کے تین بجے تک ڈانس کر رہے تھے، اور پھر کھلاڑیوں کی لڑکیوں کے ساتھ تصویریں آجاتی تھیں۔ لیکن اب یہ کہا جارہا ہے کہ دِینی عبادت کے باعث میچ ہارے ہیں، تو ایسی کوئی بات نہیں، نماز فرض ہے، وہ ہم نہیں چھوڑیں گے۔''

(روزنامہ ''اُمت'' کراچی ۱۰/اپریل ۲۰۰۷ء)

پی جے میر صاحب! اگر قادیانی ہیں، جیسا کہ ان کے انداز و بیان اور اَطوار و اَفکار سے اندازہ ہوتا ہے، تو قارئینِ ''بینات'' اور مسلمانوں کو، اس پر حیران و پریشان نہیں ہونا چاہئے، کیونکہ ہمارا تجربہ ہے کہ جہاں کہیں کوئی بااِختیار قادیانی افسر ہو، وہ اپنے ماتحتوں کو دِین و مذہب اور نماز و روزے سے روکنے کے لئے براہِ راست کچھ کہنے کے بجائے ایسے ہی حربے اور ہتھکنڈے استعمال کیا کرتا ہے۔

چنانچہ وہ مسلمانوں کو دورانِ ڈیوٹی نماز پڑھنے پر یہی کہہ کر باز رکھنے کی کوشش کیا کرتا ہے کہ: ''پہلے حقوق العباد اور بعد میں حقوق اللہ، اس لئے جو لوگ ڈیوٹی پوری ادا کرتے ہیں وہ سب سے بڑے عبادت گزار ہیں۔''

غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان کے باوا مرزا غلام احمد قادیانی بھی دِین و

مذہب، ایمان وعقائد اور اَعمال وعبادات کو خیر باد کہہ کر اپنے آقا و مولا انگریز بہادر کی رضا کو مقدم جانتے تھے۔

ورنہ کون نہیں جانتا کہ کھیل کود تو کجا؟ نماز تو عین معرکۂ حق و باطل اور میدانِ جہاد میں بھی معاف نہیں، چنانچہ اگر دُشمن سر پر ہو، اس وقت بھی مسلمانوں کو نماز کی ادائیگی کا حکم ہے، صرف یہی نہیں، بلکہ عین میدانِ جہاد میں اگر نماز کا وقت آجائے اور تمام مسلمان فوجی ایک ہی اِمام کے پیچھے نماز پڑھنا چاہیں، تو شریعتِ مطہرہ نے اس کی بھی اجازت دی ہے، اور قرآن و حدیث میں صلوٰۃِ خوف کے عنوان سے اس کے اَحکام بھی مذکور ہیں، چنانچہ اس سلسلے میں ارشادِ اِلٰہی ہے:

”وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ، فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ، وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ....“ (النساء:۱۰۲)

ترجمہ:... ”اور جب تو ان میں موجود ہو، پھر نماز میں کھڑا کرے، تو چاہئے ایک جماعت ان کی کھڑی ہو تیرے ساتھ، اور ساتھ لے لیویں اپنے ہتھیار، پھر جب یہ سجدہ کریں، تو ہٹ جاویں تیرے پاس سے، اور آوے دُوسری جماعت، جس نے نماز نہیں پڑھی، وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ، اور ساتھ لیویں اپنا بچاؤ اور ہتھیار، کافر چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے اور اَسباب سے، تاکہ تم پر حملہ کریں یکبارگی۔“

(ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ)

اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صلوٰۃِ خوف کا طریقہ

منقول ہے:

”عن سالم بن عبداللّٰہ بن عمر عن ابیه قال: غزوت مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم قبل نجد فوازینا العدو فصاففنا لهم فقام رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم یصلی لنا فقامت طائفة معه واقبلت طائفة علی العدو ورکع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بمن معه وسجد سجدتین ثم انصرفوا مکان طائفة التی لم تصل فجاؤا فرکع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم بهم رکعة وسجد سجدتین ثم سلم فقام کل واحد منهم فرکع لنفسه رکعة وسجد سجدتین، وروٰی نافع نحوه، وزاد: فان کان خوف هو اشد من ذٰلک صلوا رجالا قیامًا علٰی اقدامهم او رکبانًا مستقبلی القبلة او غیر مستقبلیها، قال نافع: لا اری ابن عمر ذکر ذٰلک الا عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم. رواه البخاری.“

(مشکوٰۃ المصابیح ج:۱ص:۱۲۴، بخاری ج:۱ ص:۱۲۸، ج:۲ ص:۶۵۰)

ترجمہ:... ”حضرت سالم بن عبداللہ بن عمرؓ اپنے والد حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم (ایک مرتبہ) سرتاجِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نجد کی طرف جہاد کے لئے گئے، (جب) ہم دُشمنوں کے سامنے ہوئے، تو ہم نے ان (سے مقابل) ہونے کے لئے صفیں باندھ لیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھانے کے لئے کھڑے ہوئے، تو ایک جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (نماز کے لئے) کھڑی ہوئی، اور دُوسری جماعت دُشمن کے

مدِمقابل کھڑی رہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ساتھ، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ (نماز کی جماعت میں) شریک تھے، ایک رُکوع کیا اور دو سجدے کئے، پھر وہ لوگ (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز میں تھے)، ان لوگوں کی جگہ چلے گئے، جنہوں نے نماز نہیں پڑھی تھی (اور دُشمن کے مدِمقابل کھڑے تھے)، جن لوگوں نے نماز نہیں پڑھی تھی، وہ آئے (اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز میں شریک ہوگئے)، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے ہمراہ ایک رُکوع اور دو سجدے کئے، پھر سلام پھیرا، اور یہ لوگ کھڑے ہوگئے، اور ہر ایک نے اپنا اپنا، ایک ایک رُکوع اور دو دو سجدے کرلئے۔

حضرت نافع نے بھی اسی طرح روایت بیان کی ہے، مگر انہوں نے اتنا اور زیادہ بیان کیا ہے کہ: اگر (عین جنگ کی حالت ہو اور) خوف اس سے بھی زیادہ ہو (کہ مذکورہ بالا طریقے سے نماز پڑھنا ممکن نہ ہو)، تو لوگ پیادہ کھڑے کھڑے یا (پیادہ نہ ہوسکیں تو) سواری پر (اگر ممکن ہو تو) قبلے کی طرف (اور اگر ممکن نہ ہو تو) کسی بھی طرف رُخ کرکے نماز پڑھ لیں۔ حضرت نافع کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ حضرت ابنِ عمرؓ نے یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی نقل کئے ہوں گے۔''

جناب پی جے میر صاحب اور ان کے ہم نوا، ہی ارشاد فرمائیں کہ اگر عین میدانِ جہاد میں نماز اور وہ بھی باجماعت، دُشمن کے مقابلے میں شکست کا سبب نہیں بن سکتی، تو کرکٹ کے لئے نماز، وجۂ شکست کیوں قرار پائے گی؟ اگر عین میدانِ جہاد میں مسلمانوں کو باجماعت نماز کی ادائیگی سے نہیں روکا جاسکتا، تو کرکٹ ایسے لہو ولعب

اور خالص عیسائی کھیل کے لئے مسلمانوں کو نماز سے کیوں روکا جاسکتا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے، تو اس پر مسلمان کھلاڑیوں کو کیونکر مطعون قرار دیا جاسکتا ہے؟

پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کھلاڑیوں نے عین اس وقت جب مخالف ٹیم بیٹنگ یا بولنگ کررہی تھی، نماز کی نیت نہیں باندھی تھی، یا مخالف ٹیم جب اپنے ''ہنر'' کا مظاہرہ کررہی تھی، اس وقت انہوں نے اس کا جواب وعظ و تبلیغ سے نہیں دیا تھا، تو ان کی شکست کا ذمہ دار تبلیغ و نماز کو کیوں قرار دیا جائے؟

مسلمان کھلاڑیوں کی دِین و شریعت سے وابستگی اور نماز و تبلیغ ایسے خالص ذاتی عمل کو ہدفِ تنقید بنانے والے ارشاد فرماویں کہ کرپٹ کھلاڑیوں کی رات، رات بھر کلبوں میں آوارگی کو بھی کبھی شکست کا سبب قرار دیا گیا؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو مسلمان کھلاڑیوں کی دِین داری اور فرائض کی ادائیگی پر حرف گیری کی کیونکر اجازت دی جاسکتی ہے...؟

کیا قومی کرکٹ ٹیم کو زندگی میں پہلی بار شکست ہوئی ہے؟ اگر نہیں، تو کیا اس کے اسباب و علل بھی تلاش کئے گئے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو آج پی جے میر صاحب کس منہ سے مسلمان اور دِین دوست کھلاڑیوں کو بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں؟

اس کے علاوہ اِن ہی دِین دار اور مسلمان کھلاڑیوں نے اس سے قبل فتح و کامرانی کے عالمی ریکارڈ قائم کئے ہیں، کیا اس فتح و کامرانی کو کبھی ان کی اسلام دوستی کی برکت قرار دیا گیا...؟

یوسف یوحنا، جو اِسلام کی برکت سے اب محمد یوسف بن چکے ہیں ...جنہیں دُنیا ''رن بنانے کی مشین'' کے نام سے یاد کرتی ہے...ان کا یہ بیان ریکارڈ پر ہے کہ: ''اسلام اور نماز کی برکت سے میرے کھیل میں نکھار آگیا ہے'' پی جے میر، اس کے آقاؤں اور سرپرستوں نے کبھی اس کا اعتراف بھی کیا؟ کیا کبھی انہوں نے اس

نوجوان کے اسلامی جذبات کی تحسین بھی کی...؟

پی جے میر صاحب! کھیل ہی نہیں، انسانی زندگی کے ہر کام میں نفع و نقصان اور ہار جیت کا احتمال رہتا ہے، پھر کون سا انصاف ہے کہ مسلمان کھلاڑیوں کی فتح و کامرانی اور جیت کو تو اپنے کھاتے میں ڈال لیا جائے؟ اور ان کی ناکامی و شکست کو ان کی دینی اور مذہبی وابستگی کے ساتھ نتھی کر کے ان پر ہدف وتنقید کے نشتر برسائے جائیں...؟

کیا ان ''روشن خیال'' اور ''روشن ضمیروں'' سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ کرکٹ ٹیم کی ناکامی کو دِین و مذہب کے سر تھوپنا اور نماز وتبلیغ کو اس کا قصوروار ٹھہرانا اِنتہاپسندی اور دِین و مذہب سے بیزاری نہیں؟ کیا کبھی عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں اور بدھسٹوں نے بھی اپنی ٹیم کی ناکامی کو ان کے دِین و دھرم اور مذہب سے لگاؤ کے کھاتے میں ڈالا ہے...؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو یہ اِنتہاپسندی، مسلمان ملک کے مسلمان کھلاڑیوں کے خلاف کیوں روا رکھی گئی؟ کیا ہم کسی اسلامی ملک کے باسی نہیں؟ کیا ہمارا کوئی اسلامی تشخص نہیں؟ کیا مسلمانوں کو اپنے دِین و مذہب اور اِسلامی فرائض کی ادائیگی کی اجازت نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہے اور یقیناً اثبات میں ہے، تو اس پر ہرزہ سرائی کا کیا معنی...؟

حیرت ہے! کہ اگر یہی ''مذہبی جنونی'' کھلاڑی کرکٹ کے میدان میں عالمی ریکارڈ قائم کریں، تو ان کی کامیابی و کامرانی اور فتح مندی کو دِین و مذہب کی برکات اور نماز وتبلیغ کی مرہونِ منّت نہیں سمجھا جاتا، لیکن اگر کبھی سوئے اتفاق سے وہ شکست و ناکامی سے دوچار ہوجائیں، تو اس کا سارا ملبہ نماز وتبلیغ اور دِین وملت سے وابستگی پر گرتا ہے۔ کیا عقل وشعور اس کی اجازت دیتا ہے؟ کیا دُنیا جہان کا کوئی دِین اور دَھرم اس کو رَوا رکھے گا؟ کیا کوئی معمولی شعور و اِدراک کا حامل انسان اس کو قبول کرسکتا

ہے؟ اگر نہیں، تو بتلایا جائے اِنتہا پسندی اور اِسلام دُشمنی اور کس چیز کا نام ہے...؟

مسلمان جس میدان میں بھی ہو، وہ پہلے مسلمان ہے اور بعد میں کچھ اور، مسلمانوں کو جائز تفریح اور مناسب کھیل کود کی اجازت ہے، مگر اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ وہ کھیل کود میں اپنے فرائض اور اِسلامی تشخص کو بھلادے۔

لہٰذا اگر مسلمان کھلاڑی کھیل کے ساتھ ساتھ اپنے دِین و مذہب کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں یا وہ فرائض کی ادائیگی سے غفلت کا مظاہرہ نہیں کرتے اور عین دُنیائے کفر کے سامنے فرض نماز باجماعت ادا کرتے ہیں، تو اِسلام دُشمنوں کے پیٹ میں مروڑ اُٹھنے کے بجائے نام نہاد پاکستانیوں کے پیٹ میں درد کیوں اُٹھتا ہے...؟

آج سے چند ماہ پیشتر شوال ۱۴۲۷ھ کے ''بینات'' میں ہم نے ''کرکٹ ٹیم سے مذہبی شدّت پسندی کا خاتمہ'' کے عنوان سے لکھا تھا کہ اسلام دُشمنوں کو قطعاً برداشت نہیں کہ مسلمان کھلاڑی اپنے دِین و مذہب سے وابستہ رہیں، اس لئے جب سے مسلمان کھلاڑیوں نے شراب و کباب کو چھوڑ کر اپنے دِین و مذہب سے لولگائی ہے، اس وقت سے وہ اِسلام دُشمنوں کی نظروں سے گر گئے ہیں۔

لہٰذا پی جے میر جیسے بزرچ مہر، اپنے ولیانِ نعمت کی بولی بول کر ایسے مسلمان کھلاڑیوں سے گویا جان چھڑانا چاہتے ہیں، اور آئندہ اس میدان میں آنے والے کھلاڑیوں کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ اس میدان میں آنا ہو تو دِین و مذہب، اسلامی فرائض و آداب، شکل و شباہت اور سیرت و کردار کو خیرباد کہنا ہوگا۔

ہم اربابِ بست و کشاد اور پاکستانی عوام سے گزارش کرنا چاہیں گے کہ وہ پی جے میر جیسے دِین و مذہب اور اِسلام دُشمن افراد کا محاسبہ کریں اور ایسے لوگوں کو مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کی اجازت نہ دیں، آخر اس کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ایک اسلامی ملک کی مسلمان ٹیم کے خلاف لب کشائی کرے؟ اور دِین و مذہب کو ٹیم کی شکست کا سبب قرار دے؟

پی جے میر صاحب کو نوید ہو! کہ ان کی محنت و کوشش رائیگاں نہیں گئی، بلکہ ان کی فکر و سوچ نے بیوروکریسی میں اپنی جگہ بنالی ہے، چنانچہ ''دی نیوز ۱۵/اپریل'' کی خبر ہے کہ لاہور کے چڑیا گھر کے ''مذہبی جنونی'' چوکیدار پر چھیاسٹھ ہزار پانچ سو روپے کا جرمانہ اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ فرض ناشناس اور نامعقول اِنسان فجر کی باجماعت نماز پڑھنے چلا گیا اور اس کی عدم موجودگی میں آوارہ کتوں نے موروں کے پنجرے میں ''نقب'' لگا کر ۲۸ قیمتی مور ہلاک کردیئے۔

حیرت ہے اس عقل و دانش پر اور تعجب ہے اس فیصلے پر کہ بجائے اس کے کہ لاہور میونسپل کارپوریشن پر جرمانہ کیا جاتا، کہ اس نے اتنا قیمتی پرندوں کے مخدوش و بوسیدہ پنجروں کی دیکھ بھال اور مناسب حال مرمت کیوں نہیں کی؟ مگر اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے کے مصداق غریب و نادار اور نمازی چوکیدار پر جرمانہ کردیا گیا، پی جے میر کی فکر و سوچ کا کمال، اور خلوص و اِخلاص کی برکت ہے، جس نے لاہور میونسپل کارپوریشن کو اس رُسوائی سے بچاکر چوکیدار کے گلے میں پھندا فٹ کردیا۔

پی جے میر صاحب کی محنت و کوشش رہی تو وہ وقت دُور نہیں جب ہر جرم سے بڑا جرم نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دِینی تعلیم و تبلیغ ہوگا۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ)

شریعت کے نام پر شریعت کی مخالفت

پسِ پردہ محرکات اور علل و اسباب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اکابر فرماتے ہیں کہ یوں تو شیطان کا مقابلہ کرنا کچھ مشکل نہیں، لیکن جب وہ خفیہ و پوشیدہ طریقے اور نہایت خیرخواہی کے انداز سے حملہ کرتا ہے، یا دلائل و براہین سے مسلح ہوکر وَار کرتا ہے، تو کسی کو پتا بھی نہیں چلنے دیتا کہ وہ خیرخواہی کے عنوان سے کس قدر بدخواہی کررہا ہے؟

دراصل انسان، غلط کاری، گناہ اور بُرائی سے بچنے کی اس وقت سعی و کوشش کرتا ہے، جب وہ غلط کاری کو غلط، گناہ کو گناہ اور بُرائی کو بُرائی سمجھے، اگر اس کے دِل و دِماغ میں یہ بیٹھ جائے یا بٹھادیا جائے کہ تم جو کچھ کررہے ہو، یہ غلط کاری، گناہ اور بُرائی نہیں، بلکہ عین اچھائی، عبادت، نیکی اور ثواب ہے، تو وہ اس کو کبھی نہیں چھوڑتا، بلکہ وہ اپنی اس مزعومہ ''نیکی'' اور ''عبادت'' پر مرمٹنے اور کٹنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے، چنانچہ جو لوگ دِین کے نام پر بے دِینی، بدعات، رُسومات اور ہوا و ہوس کو اَپنالیتے ہیں، وہ اسی شیطانی سازش کا شکار ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ زندگی بھر دِین کے نام پر اس بے دِینی پر مضبوطی سے جمے رہتے ہیں، یہاں تک کہ ان کی زندگی کا چراغ گل ہوجاتا ہے، مگر ان کو اس سے توبہ و انابت کی توفیق نہیں ہوتی۔

ٹھیک اسی طرح شیطان کے جانشینوں نے بھی شروع دن سے اس رَوِش کو

اپنا یا ہوا ہے کہ وہ بھی مسلمانوں کو براہِ راست کسی غلط کاری اور غلط طرزِ عمل پر لانے کی بجائے نہایت عیاری و ہوشیاری سے بے دِینی کو دِین کا رنگ دے کر مسلمانوں کو اس لائن پر لگا دیتے ہیں، پھر بھولے بھالے مسلمان اپنے تئیں اس کو دِین سمجھ کر نہایت خلوص و اِخلاص سے اس پر ڈَٹ جاتے ہیں اور اس بے دِینی کی پگڈنڈی پر سرپٹ دوڑنا شروع کردیتے ہیں، بلکہ اپنی مزعومہ اچھائی اور نیکی کی راہ میں حائل ہر رُکاوٹ کو پاؤں کی ٹھوکر سے اُڑاتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ ان کا ہر قدم منزل سے دُوری کی طرف بڑھ رہا ہوتا ہے، مگر ان کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔

جس طرح شیطان ایسے لوگوں کی حماقت و جہالت پر بغلیں بجاتا ہے، ٹھیک اسی طرح شیطان کے جانشین بھی ان کے اس بھولپن پر شادیانے بجاتے ہیں اور دُور بیٹھ کر اپنی حکمتِ عملی کی کامیابی پر جشن مناتے ہیں، دُوسری طرف بے چارے سیدھے سادے مسلمانوں کو کہیں دُور دُور تک اس کا شبہ اور وسوسہ نہیں گزرتا کہ ہم اور ہماری صلاحیتیں کس کے لئے استعمال ہورہی ہیں؟

دیکھا جائے تو دُنیا جہان کی خفیہ ایجنسیاں، مغربی لابیاں اور داعیانِ کفر اپنے مخصوص مقاصد و عزائم کی تکمیل کے لئے اسی طریقۂ کار کو اَپنا کر اپنے مفادات حاصل کرتے ہیں۔

تاریخ کی ورق گردانی کیجئے! تو واضح طور پر معلوم ہوگا کہ باطل کے خلاف جدوجہد اور دِینی تحریکات کی ناکامی، لادِینیت و لامذہبیت کا عروج و فروغ، مسلم زعماء کے آپس کے اختلافات، سیاسی، مذہبی نزاعات، فروعی مسائل میں جنگ و جدل، نئی نئی جماعتوں اور تنظیموں کا وجود، اسلافِ اُمت سے بے زاری، اکابر سے بداِعتمادی، نئی نئی تحقیقات، نت نئے فرقے، تحزب، تخالف، تشدّد، فرقہ واریت اور ہر ایک فرقے اور جماعت میں تعصب، تشدّد اور عدم برداشت وغیرہ سب اسی کا شاخسانہ ہے۔

مگر ہائے افسوس! کہ کسی کو معلوم نہیں کہ ہماری سوچ وفکر پر کس کا قبضہ ہے؟ اور ہم کس کے ہاتھ مضبوط کررہے ہیں؟ کس کے مقاصد کی تکمیل کررہے ہیں؟ یا ہم کس کے لئے استعمال ہورہے ہیں؟

اس لئے کہ شیطانِ مغرب نے ...اِلاَّ ماشاء اللہ... ہر ایک کو یہ باور کرار کھا ہے کہ آپ جو کچھ کررہے ہیں، یہی حق وصواب، دِین و دیانت اور مذہب و شریعت ہے، اور اسی میں دُنیا وآخرت کی فوز وفلاح اور کامیابی و کامرانی ہے۔

چنانچہ ایک شخص یا جماعت اُٹھتی ہے، وہ دعویٰ اسلام کے ساتھ کھلے عام اسلامی اَحکام واَرکان پر ہدف وتنقید کے نشتر برساتی ہے، کوئی کھل کر قانونِ شریعت کی مخالفت کرتا ہے، اَرکانِ اِسلام سے تمسخر و اِستہزا کا معاملہ کرتا ہے اور کھلے عام محرَّماتِ شرعیہ کے جواز کا فتویٰ صادر کرتا ہے، اور جو خوش قسمت اس کی راہ روکنے کی سعی و کوشش کرتا ہے، یا ان کو اس غلط فہمی سے نکالنے کی تدبیر کرتا ہے، اس کو بدفہم، جاہل اور علمائے سوء وغیرہ ایسے ''معزَّز'' القابات سے نوازا جاتا ہے۔

طرفہ تماشا یہ کہ اس بے دِینی کو ...نعوذ باللہ!... دِین کہا جاتا ہے۔ صرف یہی نہیں، بلکہ اپنی سوچ اور موقف کو اہلِ حق کی سوچ اور موقف، اور اپنے علاوہ دُوسرے تمام افراد، جماعتوں، تنظیموں، علماء، صلحاء اور اہلِ تحقیق کی سوچ اور موقف کو ناحق، باطل اور فاسد تصور کیا جاتا ہے۔

....

میں جو کچھ عرض کررہا ہوں، یہ کوئی مفروضہ اور دیومالائی داستان نہیں، بلکہ ایک تلخ حقیقت اور اَمرِ واقعہ ہے، جس کا ہر مسلمان روزمرّہ مشاہدہ کرتا ہے۔ یہ دُوسری بات ہے کہ کچھ حضرات تجاہلِ عارفانہ کے طور پر اس سے صَرفِ نظر کرلیتے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ کچھ ایسے بھی ہوں، جن کو واقعی اس کا احساس نہ ہو، یا انہوں نے کبھی سنجیدگی سے اس پر نہ سوچا ہو، یا اس کی طرف سرے سے توجہ ہی نہ کی ہو۔

الغرض اس حقیقت کے اِدراک کے لئے کسی لمبی چوڑی تحقیق یا کہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں، بلکہ اپنے گردوپیش میں نظر دوڑانے اور اپنے ماحول کا جائزہ لینے پر اس کی بے شمار مثالیں مل جاتی ہیں، مثلاً: دِین کے نام پر بے دِینی، شریعت کے نام پر جہالت، اسلام کے نام پر کفر، مذہب کے نام پر لامذہبیت، انصاف کے نام پر ناانصافی، غیرت کے نام پر بے غیرتی، شرافت کے نام پر بدمعاشی، امن کے نام پر بدامنی، عفو و درگزر کے نام پر اِنتقام، عدمِ تشدّد کے نام پر تشدّد اور شعائرِ اسلام کے نام پر علاماتِ کفر کو پروان چڑھایا جاتا ہے، اس پر لاکھوں نہیں کروڑوں اور اربوں کا سرمایہ خرچ کیا جاتا ہے، اس کے لئے بڑے بڑے بینر، پوسٹر، اِشتہارات، ہینڈبل، پمفلٹ اور اسٹیکر چھاپے، لگائے اور تقسیم کئے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ان نام نہاد ''دِینی اور شرعی'' مقاصد کے لئے لوگوں کو جبراً قہراً اِکٹھا کیا جاتا ہے، بسیں، ویگنیں، ٹرک اور کاریں بزورِ قوّت مہیا کی جاتی ہیں، اس کے لئے جلسے، جلوس، ریلیاں اور مظاہرے کئے جاتے ہیں اور ضرورت محسوس ہو تو اس کے لئے دَھرنے بھی دیئے جاتے ہیں، جس کا مقصد صرف اور صرف یہ ہوتا ہے کہ بزورِ قوّت و طاقت ہمارے موقف کو صحیح کہا اور مانا جائے۔

بلاشبہ ایسا کرنے اور کہنے والے کسی غلط فہمی کی بنا پر ایسا نہیں کرتے، بلکہ وہ اپنے تئیں علیٰ وجہ البصیرت اس کو صحیح، صواب، حق اور سچ جان کر کرتے اور کہتے ہیں، کیونکہ وہ اپنے آپ کو دلائل کی قوّت اور جذبات کے تلاطم سے مجبور پاتے ہیں، رہی یہ بات کہ وہ کون سے اور کیسے دلائل، براہین اور جذبات ہوتے ہیں؟ واقعی، دِینی اور شرعی؟ یا نفسانی، شہوانی اور شیطانی؟ بلاشبہ اگر معمولی سا غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ یہ سب کچھ کسی دِینی شرعی اور فطری احساس و جذبے کی وجہ سے نہیں، بلکہ نفسانی، شہوانی اور شیطانی تسویل و تزویر کی بدولت ہوتا ہے، اس لئے کہ کوئی مسلمان قصد و اِرادے سے ایسی جرأت نہیں کرسکتا کہ منصوصاتِ شرعی کے مقابلے میں سینہ تان کر آجائے! اور

اللہ کے رسولؐ کے مقابلے میں دُنیا کے دو ٹکے کے حکمرانوں اور قرآن و سنت کے مقابلے میں جہالت کے پجاریوں کی سوچ وفکر کو ترجیح دے...! یا وہ اَزلی ابدی فطری قوانین اور قرآن و سنت کے مقابلے میں شہوت پرستوں کے بدبودار اُصول وقوانین کو اپنالے۔ اس لئے بلاخوف وتردید کہا جاسکتا ہے کہ ایسے ''مسکینوں'' کو حقیقتِ حال کا علم ہی نہیں، جب ہی تو وہ اغیار کے اشارۂ ابروئے چشم پر ناچتے ہیں، اس کے علاوہ یہ بھی عین ممکن ہے کہ ان میں سے چند مہرے ایسے ہوں جن کو حقیقتِ حال کا علم ہو، مگر بایں ہمہ وہ اغیار کی خوشنودی اور اپنے چند ٹکوں کے مفادات کے لئے یہ سب کچھ کررہے ہوں، لیکن بہرحال مسلم عوام اور مخلص کارکنان کو قطعاً اس کا علم نہیں، کہ انہیں کون، کن مقاصد کے لئے اور کس کے لئے استعمال کررہا ہے؟ اس لئے ۹۹ فیصد کارکن محض دِین کے نام پر بے دِینی کے لئے جان، مال اور وقت کی قربانی دیتے ہیں۔

لہٰذا دُنیا بھر کی دِینی تحریکات کی مخالفت کرنے والے کارکنوں کی شدّت پسندی، جذباتیت اور اَن تھک سعی وکوشش کے پسِ پردہ بھی یہی محرکات ہیں، اس لئے کہ کسی بھی مقصد کے لئے دیرپا جدوجہد اور صبرآزما حالات کا مقابلہ وہی کرسکتا ہے، جو واقعی اس کو حق و سچ جانتا ہو، اور اس کو اپنے ضمیر کی آواز سمجھتا ہو، کسی کے کہنے یا کرایہ پر کام کرنے والے اس قدر مشکلات میں زیادہ دیر تک میدان میں کھڑے نہیں رہ سکتے۔

اس لئے بجاطور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان بیچارے سیدھے سادے کارکنوں کی تربیت ہی اس طرح کی گئی ہے کہ وہ دِین کی جگہ بے دِینی، مذہب کی جگہ لامذہبیت اور اِسلام کی جگہ کفر ہی کو حق، سچ اور اَصل جانتے اور مانتے ہیں، اس لئے ان کی نگاہ میں اسلام کی نہیں ان اَعیانِ کفر کی اہمیت ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کو اِسلام اور پیغمبرِ اِسلام کی توہین وتنقیص پر اتنا غصہ نہیں آتا جتنا انہیں اپنے ان اَعیان واکابر کی بے اِکرامی پر آتا ہے۔

الغرض! ایسے افراد اور جماعتوں کی سوچ کے پیچھے شیطان اور ان کے

جانشینوں کی فکر وسوچ، نفس پرستی اور شہوت رانی کے جذبات مضمر ہیں، جو انہیں کبھی حدود اللہ کے خلاف صف آرا کرتے ہیں، تو کبھی شریعت بِل سے لڑانے پر، کبھی منکرات کی روک تھام اور نفاذِ شریعت کے مطالبے کے خلاف آمادۂ بغاوت کرتے ہیں، تو کبھی قانون حدود اللہ کو کالا قانون، اور جبر وتشدّد کا قانون کہلانے پر، کبھی قانون توہینِ رسالت کو بنیادی انسانی حقوق کے منافی کہلایا جاتا ہے، تو کبھی زنا کاری، بدکاری اور ہم جنس پرستی کے حق میں نعرے لگوائے جاتے ہیں، کبھی قرآن وسنت پر مبنی شرعی قوانین کو تنگ نظری اور شدّت پسندی ایسے ناپاک الفاظ سے یاد کرایا جاتا ہے، تو کبھی علمائے حق کے خون سے ان کے ہاتھ رنگین کرائے جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہ سب شیطانی فکر وسوچ ہے جس کو اس کے جانشین روزِ اوّل سے پروان چڑھا رہے ہیں اور دُنیا بھر کے مسلم وغیرمسلم دانستہ ونادانستہ طور پر اس کے لئے استعمال ہورہے ہیں۔

کم از کم مسلمانوں کی حد تک تو یقین ہے کہ اگر ان کو صحیح صورتِ حال کا اِدراک ہوجائے اور اس غلیظ پروگرام کے بھیانک عواقب ونتائج کا احساس ہوجائے تو وہ ایک لمحے کے لئے بھی شیطان اور شیطان کے نمائندوں کے ساتھ کھڑا ہونے کو تیار نہ ہوں، وہ جان دینا اور گردن کٹوانا تو گوارا کرلیں گے مگر شیطانی منصوبہ سازوں کی ہاں میں ہاں نہیں ملائیں گے، یہ دُوسری بات ہے کہ جن لوگوں کی فطرت ہی مسخ ہوچکی ہو یا وہ اِیمان و اِیقان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہوں، عین ممکن ہے کہ وہ صحیح صورتِ حال معلوم ہونے کے باوجود بھی اس سے باز نہ آئیں۔

....

یہاں ایک اِشکال ہوتا ہے کہ کیا دُنیا جہان میں یہ سارے کام ایجنسیاں ہی کرتی ہیں؟ کیا ہر جگہ ایسی ایجنسیاں موجود ہیں؟ چلئے! ایک لمحے کے لئے مان بھی لیا جائے کہ یہ سارے کام ایجنسیاں کرواتی ہیں تو سوال یہ ہے کہ کیا وہ کسی انسان کو اس

کے ضمیر کے خلاف آمادہ کرسکتی ہیں؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ جی ہاں! ہر جگہ ایسی ایجنسیاں مختلف شکلوں میں موجود ہیں، رہی یہ بات کہ وہ ایجنسیاں لوگوں کو کس طرح استعمال کرتی ہیں؟ اور ان کا طریقۂ کار کس قدر مربوط و منظّم ہوتا ہے؟ اور وہ لوگوں کو ان کے ضمیر کے خلاف اپنے مقاصد کے لئے کیسے استعمال کرتی ہیں؟ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے روزنامہ ''جناح'' لاہور کے کالم نگار جناب ملک ریاض حسین کے کالم ''حقیقت'' میں شائع شدہ مضمون ''یہ سب سازش ہے'' کا ایک اقتباس یہاں نقل کردیا جائے، اُسے پڑھئے! اور بتلایئے کہ ایجنسیاں لوگوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرتی ہیں یا نہیں؟ اور کرتی ہیں تو کس انداز سے؟ چنانچہ ملک ریاض حسین لکھتے ہیں:

> ''میں پچھلے دنوں امریکا گیا، نیویارک میں میری ملاقات ایک پاکستانی امریکن سے ہوئی، اس نوجوان کا تعلق لاہور سے تھا، وہ دس سال پہلے روزگار کے سلسلے میں امریکا آیا تھا، امریکا میں اس نے دُوسرے پاکستانیوں کی طرح بے تحاشا محنت کی اور وہ آہستہ آہستہ خوشحال ہوگیا، نیوجرسی شہر میں اس کے دو گیس اسٹیشن تھے، وہ اچھی زندگی گزار رہا تھا، یہ نوجوان جب میرے پاس آیا تو بہت پریشان تھا، اس کو کسی نے اس غلط فہمی میں مبتلا کردیا تھا کہ میرے بعض دوست صدر بش کی کابینہ میں اہم عہدوں پر فائز ہیں، اور اگر میں چاہوں تو اس کے کچھ مسائل حل کرسکتا ہوں، اس کا کہنا تھا وہ مجھ سے ہیلپ چاہتا ہے، میں نے ہنس کر اس سے کہا اگر تمہارے معاملات پاکستانی حکومت تک ہوتے تو شاید میں تمہاری کچھ مدد کرسکتا لیکن میں امریکا میں صرف چند لوگوں سے شناسا ہوں اور وہ بھی پاکستانی

ہیں، ان میں ایک بھی ایسا شخص نہیں جس کی صدر بش تک پہنچ ہو، جب وہ مجھ سے پوری طرح مایوس ہوگیا تو اس نے مجھے سلام کیا اور اجازت چاہی، میں نے بر سبیل تذکرہ اس سے پوچھا ''تمہارا مسئلہ کیا ہے'' اس کے بعد اس نے ایک طویل اور دُکھی کہانی سنائی۔

اس نے بتایا وہ جب امریکا پہنچا تو اس نے نیو یارک میں ٹیکسی چلانا شروع کی، اس دوران اس کا رابطہ چند پاکستانیوں سے ہوا جو جعلی کریڈٹ کارڈوں کا کام کرتے تھے، ان پاکستانیوں نے اسے سبز باغ دِکھائے اور اسے پیش کش کی اگر وہ ایک کریڈٹ کارڈ فروخت کرے گا تو اسے کارڈ کی مالیت کا پچیّس فیصد ملے گا، یہ ایک اچھی خاصی پیشکش تھی وہ ایک ہزار ڈالرز کا کریڈٹ کارڈ فروخت کرتا تو اسے دو سو پچاس ڈالرز ملتے، اس نے جب اس کاروبار کا تجزیہ کیا تو اسے محسوس ہوا وہ روزانہ آٹھ سے دس کارڈ بیچ سکتا ہے اور روزانہ دو سے ڈھائی ہزار ڈالرز کما سکتا ہے، اس نے یہ کاروبار شروع کردیا، اس کاروبار سے اس نے لاکھوں ڈالرز کمائے بعد ازاں اس نے اس رقم سے نیوجرسی میں دو تین مکانات اور ایک گیس اسٹیشن خرید لیا، وہ ٹیکسی ڈرائیور سے بزنس مین بن گیا، گو اسے زندگی کے اس دور میں جعلی کریڈٹ کارڈوں کے کاروبار کی ضرورت نہ تھی لیکن وہ انسانی فطرت سے مجبور تھا، جب انسان لالچ میں مبتلا ہوتا ہے تو اس لالچ میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے، ایک چور اگر دو ہزار روپے کی چوری کرتا ہے تو وہ کبھی نہ کبھی دو کروڑ روپے کا داؤ بھی لگاتا ہے، یہ پاکستانی بھی خوشحال ہونے کے باوجود جعلی

کارڈوں کا دھندا مسلسل کرتا رہا، نائن الیون کے بعد جب امریکا میں پاکستانیوں کے خلاف آپریشن شروع ہوا تو ایف بی آئی نے جعلی کریڈٹ کارڈ بنانے والا نیٹ ورک پکڑ لیا، تحقیقات کا دائرہ پھیلتے پھیلتے اس نوجوان تک پہنچ گیا، ایف بی آئی نے اسے گرفتار کر کے سیف ہاؤس میں پھینک دیا، وہ چار ماہ تک وہاں رہا، ایک دن ایک سارجنٹ اس سے ملنے آیا اور پیش کش کی کہ اگر وہ بعض معاملات میں ان کی مدد کرے تو یہ لوگ اسے رہا کر سکتے ہیں، نوجوان نے حامی بھرلی، اگلے دن ایف بی آئی نے اس سے سفید کاغذوں پر دستخط کرائے اور رہا کر دیا، سیف ہاؤس سے باہر جانے سے پہلے اس نے ایف بی آئی کے افسروں سے اس کام کے بارے میں پوچھا جس کے بارے میں اس سے بات کی تھی، سارجنٹ نے کہا تم گھر چلے جاؤ جب ہمیں ضرورت ہوگی کام بتادیں گے، ایک مہینے تک ایف بی آئی کے کسی شخص نے اس سے کوئی رابطہ نہ کیا، لیکن ایک صبح اسے ایک فون کال موصول ہوئی اور اسے نیویارک ڈاؤن ٹاؤن کے ایک ریستوران میں بلایا گیا، یہ نوجوان وہاں پہنچ گیا، اس سے ایک عجیب و غریب کام لیا گیا، ایف بی آئی نے اسے نیویارک کی چند مساجد کے نام دیئے اور اس سے کہا: ان مساجد میں فلاں فلاں مسلمان لوگ نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں تم ان لوگوں کو جہاد پر اُبھارو اور انہیں تیار کرو، وہ اسلحہ خریدیں اور امریکا کی بعض جگہوں پر حملہ کر دیں، اس نوجوان کے لئے یہ کام بہت عجیب اور پریشان کن تھا، اس کا کہنا تھا: اسے اس وقت یہ سمجھ نہ آئی کہ اس سے ایسا کام کیوں لیا جا رہا ہے، جو امریکا کے لئے انتہائی خطرناک

ہے، لیکن اس کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، لہٰذا وہ چپ چاپ اس کام میں جت گیا، اس نے ایف بی آئی کی مطلوبہ مساجد میں نمازیں پڑھنا شروع کردیں اور آہستہ آہستہ ان لوگوں تک پہنچ گیا جنہیں ایف بی آئی نے ٹارگٹ کیا تھا، وہ ان کی گفتگو اور محفلوں میں شریک ہوتا اور انہیں جہاد کی ترغیب دیتا، وہ لوگ اس کی باتوں میں آگئے، یہ پاکستانی نوجوان ان ساری سرگرمیوں سے ایف بی آئی کو مطلع کرتا رہا، ایف بی آئی نے اسے اسلحہ ڈیلروں کے ایڈریس دیئے اور اس کی ڈیوٹی لگائی کہ وہ ان مسلمان ''مجاہدین'' کو ان اسلحہ ڈیلروں تک لے جائے، ایف بی آئی نے اسلحہ خریدنے کے لئے ڈالر بھی خود دیئے، اس نوجوان نے دونوں پارٹیوں کی ملاقات کا بندوبست کیا اور انہوں نے چالیس لاکھ بیس ہزار ڈالرز میں انتہائی خطرناک اسلحے کا سودا کرلیا، نوجوان ''مجاہدین'' کے ذریعے ہی رقم اسلحہ ڈیلر کے حوالے کرائی اور اس کے نتیجے میں اسلحہ ڈیلروں نے ان لوگوں کو اسلحہ فراہم کرنے کا وعدہ کرلیا، دن اور وقت طے کرلیا گیا، اس پاکستانی نوجوان نے ایف بی آئی کو مقرّرہ وقت اور جگہ کے بارے میں بتادیا، یہ نوجوان ''مجاہدین'' کو لے کر مقرّرہ وقت پر وہاں پہنچ گیا، جس وقت اسلحہ ''مجاہدین'' کے حوالے کیا جارہا تھا عین اس وقت ایف بی آئی نے چھاپہ مارا اور ان کو گرفتار کرلیا، اگلے دن اس نوجوان کو رہا کردیا گیا، جبکہ ''مجاہدین'' کو امریکی انتظامیہ نے حراست میں لے لیا، اسلحہ کی اس ڈیلنگ کی خبر پوری دُنیا کے میڈیا پر ہائی لائٹ ہوئی، اس کے بعد امریکی انتظامیہ نے ان لوگوں کے خلاف مقدمے درج کئے

اور سماعت شروع ہوگئی۔ یہ سارا واقعہ سنانے کے بعد اس نوجوان نے کہا: میں بُری طرح ایف بی آئی کے شکنجے میں پھنس چکا ہوں، میں اپنے بچوں کے ساتھ پاکستان نہیں جاسکتا، میری ایک ایک حرکت کی نگرانی کی جاتی ہے، میرے ٹیلی فون ٹیپ کئے جاتے ہیں اور میرے اکاؤنٹ کی ساری تفصیل ایف بی آئی کے پاس ہے، میں دُہرے عذاب کا شکار ہوں، اگر میں ایف بی آئی کی بات نہیں مانتا تو یہ لوگ کسی دن مجھے دہشت گرد ڈکلیئر کریں گے اور گرفتار کر کے کسی اندھی جیل میں پھینک دیں گے، دُوسری طرف ''مجاہدین'' میرے بارے میں مشکوک ہوجاتے ہیں تو یہ لوگ مجھے اور میرے خاندان کو قتل کردیں گے، اگر یہ دونوں خدشات غلط بھی ثابت ہوں تو بھی میں اپنے ضمیر کا قیدی بن چکا ہوں، میرا ضمیر مجھے ہر وقت ملامت کرتا رہتا ہے کہ میں نے یہودیوں کا آلہ کار بن کر معصوم مسلمانوں کو پریشان کیا ہے۔

میں اس کی تفصیل سن کر پریشان ہوگیا، میں نے اسے تسلی دی اور دروازے تک چھوڑ کر واپس آگیا، وہ دن ہے اور آج کا دن ہے میں جب بھی اخبار میں دہشت گردوں کی گرفتاری کا واقعہ پڑھتا ہوں تو مجھے وہ نوجوان اور اس کی داستان یاد آجاتی ہے، مجھے محسوس ہوتا ہے یہ سارا ٹوپی ڈرامہ ہے اور امریکا کے کچھ لوگ اس قسم کے ڈراموں سے اسلامی دُنیا کو بدنام کررہے ہیں، یہ لوگ شاید اس قسم کے واقعات کی مدد سے اسلامی دُنیا کے خلاف کوئی بڑا آپریشن کرنا چاہتے ہیں......''

(روزنامہ ''جناح'' لاہور ۱۱راگست ۲۰۰۶ء)

دراصل معاندینِ اسلام اور اِسلام دُشمنوں کی کئی اقسام ہیں:

ا:... ایک تو وہ ہیں جو قلباً، قالباً اور پیدائشی اسلام دُشمن تھے اور ہیں جیسے یہود، نصاریٰ، کفار، مشرکین اوران کے ہم نوا۔

۲:... دُوسرے وہ ہیں جو بنیادی اور تخلیقی طور پر تو کافر ومشرک اور اِسلام دُشمن نہ تھے، مگر اَغراض و مقاصد کے پیشِ نظر وہ ایسے افراد و اقوام کے ساتھ وابستہ ہوگئے، جو اِسلام دُشمن تھے، یوں وہ بھی انہی کے رنگ میں رنگ گئے، جیسے مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ۔

پھر ایسے لوگ جو بنیادی اور تخلیقی طور پر کافر ومشرک اور اِسلام دُشمن نہ تھے، مگر اَغراض و مقاصد کے تحت اسلام دُشمنوں کے ساتھ وابستہ ہوگئے، ان کی بھی دو قسمیں ہیں:

الف:... ان میں سے ایک گروہ تو ایسا ہے جو اِسلام دُشمنی میں اس قدر آگے نکل گیا، کہ دِین و اِیمان کی سرحد کو پار کرکے دائرۂ کفر میں داخل ہوگیا اور وہ کھلے عام اپنے آپ کو اِسلام دُشمن کہنے اور لکھنے لگا۔

ب:... دُوسرا گروہ وہ ہے جو حالات و اَغراض کے تحت اسلام دُشمنوں میں شامل ہوجانے کے باوجود بھی اپنے آپ کو حقیقی مسلمان، اسلام دوست اور اِعتدال پسند مسلمان باور کراتا ہے، بلاشبہ اسلام دُشمن خواہ کسی بھی قسم کے ہوں خطرناک ہیں، مگر ان میں سب سے زیادہ نقصان دہ اور خطرناک مؤخر الذکر گروہ، عناصر اور اَفراد ہیں، جو اِسلام دُشمن ہونے کے باوجود بھی اپنے آپ کو حقیقی مسلمان، اسلام دوست اور اِعتدال پسند مسلمان باور کراتے ہیں اور اپنی اسلام دُشمنی کے زہر کو اِسلام دوستی کے شہد میں ملاکر مسلمانوں کے دِین و اِیمان کو تباہ و برباد کرنے میں مصروف ہیں، بلاشبہ اسلام اور مسلمانوں کو ایسے افراد و عناصر سے جس قدر نقصان پہنچا ہے شاید ہی کسی دُوسرے اسلام دُشمن سے ایسا نقصان پہنچا ہو، جو لوگ اسلام کا نام لے کر اسلام کی اور شریعت کا نام لے کر شریعت کی اور دِین و مذہب کا نام لے کر دِین و مذہب کی

مخالفت کرتے ہیں، وہ آستین کے سانپ ہیں، اور یہی وہ لوگ ہیں جو شیطان کے آلہ کار اور اَمریکا، برطانیہ اور دُوسری لادِین قوّتوں کے ایجنٹ ہیں، جو اپنے آقاؤں کے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے سرگرم ہیں اور دِین و مذہب کے نام پر دِین و مذہب کی بنیادیں کھوکھلی کررہے ہیں، مسلمانوں کو ایسے دُشمنانِ دِین کی دسیسہ کاریوں اور ریشہ دوانیوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ)

سانحۂ لال مسجد... مغربی ایجنڈے کی تکمیل!

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ!

جدھر دیکھیں اور جس طرف نگاہ اُٹھائیں، وہاں اسلام، مسلمان، اسلامی شعائر اور مسلمانوں کی مقدس شخصیات، اپنوں اور غیروں کی تلواروں کی زَد میں ہیں، اور دُنیا جہان کی توپوں کا رُخ اسلام اور مسلمانوں کی طرف ہے۔

ہر شخص آتشِ نمرود کو ہوا دینے میں مصروف ہے، مگر اے کاش! اس کو بجھانے یا ٹھنڈا کرنے کے لئے کوئی تیار نہیں، ایک طرف اگر اِسلام دُشمن قوّتوں کا اسلام، پیغمبرِ اِسلام اور مسلمانوں کے خلاف اتحاد، اتفاق اور ایکا قابلِ دید ہے، تو دُوسری طرف مسلمانوں کا اختلاف، افتراق اور تشتّت و اِنتشار لائقِ صد ماتم ہے۔

جہاں مغرب نے اسلام دُشمنی کی تحریک کو کمالِ مہارت سے پروان چڑھایا ہے، وہاں مسلمانوں نے دِفاعِ اسلام کے اہم فریضے اور مقصدِ حیات کو نہایت بے توجہی اور بے اعتنائی سے پسِ پشت ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، کس قدر حیرت کی بات ہے کہ سیکولر مغرب تو اپنی اسلام دُشمن رَوِش کو نہیں چھوڑ سکی، لیکن اس کے برعکس نام نہاد مسلم حکومتیں، اربابِ اِقتدار اور مسلمان، روشن خیال کہلانے کے شوق میں، اپنے دِین و مذہب اور ملک و ملت کے مفادات، اور مقدس شخصیات کی عزّت و ناموس اور شعائرِ اسلام کے تحفظ سے یکسر دامن کش ہوگئے، جب تک مغرب کو اِسلام، مسلمانوں اور ان کی مقدس شخصیات کی توہین و تنقیص پر کسی شدید رَدِّعمل کا اندیشہ اور خدشہ رہا، وہ ہلکے

پھلکے انداز میں مسلمانوں کے جذبات مجروح کرتی اور پھر برائے نام معافی تلافی کرکے ان کے اعصاب کمزور کرتی رہی، لیکن اس طرح کی مسلسل کارروائیوں سے جب اسے یقین ہوگیا کہ اب مسلمانوں کے اعصاب ٹوٹ چکے ہیں، ان میں دِفاع کی قوّت نہیں رہی، یا کمزور پڑگئی ہے اور وہ بھی ہماری طرح اب مذہب کو فرد کا انفرادی اور ذاتی معاملہ سمجھنے لگے ہیں، تو اس نے کھل کر اِسلام اور شعائرِ اِسلام کے خلاف میدان سنبھال لیا، اور آئے دن اسلام، شعائرِ اِسلام اور مسلمانوں کی مقدس شخصیات کی توہین وتنقیص کرنے میں مصروف ہوگئی۔

مسلمانوں نے جب آسانی سے اس کو برداشت کرلیا اور مغرب نے بہ حسن وخوبی یہ معرکہ سر کرلیا، تو اس نے دو قدم آگے بڑھ کر براہِ راست مسلمان ممالک پر چڑھائی کردی، اپنی قوّت وشوکت کی دَھاک بٹھانے کے لئے فلسطین اور دُنیائے عرب کے وسط میں اِسرائیل کے نام سے یہودی حکومت قائم کرائی، الجزائر، کوسووو اور بوسنیا کی مسلم آبادیوں کو تہ تیغ کیا گیا، لاکھوں انسانوں کو راتوں رات موت کے گھاٹ اُتارا گیا، انڈونیشیا میں مشرقی تیمور کے نام سے عیسائی اسٹیٹ قائم کی گئی، افغانستان پر چڑھائی کی گئی، وہاں کی مسلم حکومت کو تاراج کیا گیا، لاکھوں مسلمانوں کو تہ تیغ کیا گیا، اگلے مرحلے میں عراق پر قبضہ کیا گیا، عراقی صدر کو پھانسی پر لٹکا کر مسلم دُنیا کو حکم عدولی یا مغرب کی مخالفت پر اس جیسے بھیانک انجام سے دوچار ہونے کی دھمکی دی گئی، اور مزید مسلم ممالک مثلاً: ایران، شام اور پاکستان کو بھی اسی قسم کے انجام کے لئے تیار رہنے کے اشارے دیئے گئے، تب ''مرتا کیا نہ کرتا'' کے مصداق ''مسلم حکمرانوں'' نے بھی انقیاد وتسلیم کا اعلان کردیا، مگر افسوس کہ مغرب نے اس پر بھی قناعت نہ کی، بلکہ مسلمانوں کو دہشت گرد، تشدّد پسند، مجرم اور اِنتہا پسند باور کرایا گیا اور مسلم حکمرانوں کو ایسے ''مجرموں، دہشت گردوں'' اور ''تشدّد پسندوں'' کے خلاف گھیرا تنگ کرنے، ان کو مغرب اور خصوصاً امریکا کے حوالے کرنے کا حکمِ شاہی صادر کیا

گیا، یوں افغانستان، عراق، عرب اور پاکستان کے ''دہشت گردوں'' سے بدنامِ زمانہ، پل چرخی، قلعہ جنگی، ابوغریب جیل اور گوانتاناموبے کے عقوبت خانے بھرنے لگے، دُوسری جانب مسلمانوں کی دِینی، مذہبی، جہادی اور رفاہی تنظیموں پر پابندی عائد کرائی گئی، مگر سیکولر مغرب کی عداوتِ اسلام کی آگ پھر بھی ٹھنڈی نہ ہوئی، اور وہ ''مسلمان حکمرانوں'' کے کردار سے مطمئن نہ ہوئی، تو اس نے توہینِ رسالت پر مبنی خاکے بنوائے، ان کو اَخبارات و میڈیا پر اُچھالا اور مسلمانوں کی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت کا امتحان لیا، جب دُنیا بھر کے مسلمانوں، خصوصاً پاکستان کے مسلمانوں نے اس پر شدید اِحتجاج کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی بے پناہ محبت وعقیدت اور جذباتی وابستگی کا ثبوت دیا تو مغرب کی آتشِ انتقام مزید بھڑک اُٹھی اور اس نے اپنے ''نمائندوں'' سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ مسلمانوں کی محبت و عقیدت کے محوَر و مراکز پر حملے کئے جائیں، یوں پاکستان میں نافذ قانون توہینِ رسالت کو متنازعہ بنایا گیا، اس کے طریقۂ کار میں ترمیم کی گئی، حدود آرڈی نینس کو منسوخ و معطل کیا گیا، اور قادیانیوں کو غیرمسلم اقلیت قرار دینے والی ترمیم کی منسوخی کو ایجنڈے میں شامل کرایا گیا، اس پر بھی مسلمانوں کی قوّتِ دِفاع کمزور نہیں ہوئی، تو مسلمانوں کے عبادت خانوں، مساجد اور مدارس کے انہدام اور بلڈوز کرنے کے اَحکامات صادر کرائے گئے۔

دِینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لینے کے منصوبے بنوائے گئے، ان کے نصاب میں تبدیلی پر زور دیا گیا، مدرسہ بورڈ اور ماڈل مدارس کے شوشے چھڑوائے گئے، بلکہ دِینی مدارس کو نابود یا کمزور کرنے کے لئے بالفعل ماڈل مدارس جاری کئے گئے، دِینی مدارس کی کردارکشی کی گئی، دِینی مدارس کو دہشت گرد باور کرانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا، اہلِ علم، علماء اور دِینی مدارس کے طلبہ کو تشدّد پسند اور دہشت گرد باور کرانے کے لئے پوری قوّت صرف کی گئی، اور دِینی مدارس و مراکز پر بمباری کی گئی،

وزیرستان پر آپریشن کے نام پر چڑھائی کی گئی، اسی طرح بھولے بھالے مسلمانوں کو شریعت کے خلاف اُکسایا گیا، اس کے ساتھ ساتھ خالص علمی و تحقیقی کام کرنے والے علماء وصلحاء کے پاک، پاکیزہ اور مقدس خون سے زمین رنگین کی گئی، ان کو خاک وخون میں تڑپایا گیا، چنانچہ مولانا حبیب اللہ مختار، مولانا مفتی عبدالسمیع، مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مولانا مفتی نظام الدین شامزی، مولانا مفتی محمد جمیل خان، مولانا نذیر احمد تونسوی، مولانا محمد عبداللہ اسلام آباد، شیخ الحدیث مولانا عنایت اللہ، مولانا مفتی محمد اقبال، مولانا حمیدالرحمٰن عباسی، مولانا اعظم طارق اور مولانا مفتی عتیق الرحمٰن رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے بیسیوں علماء، صلحاء کو شہید کیا گیا، اس کے علاوہ سانحہ نشتر پارک میں بیسیوں علماء اور عوام کو خاک وخون میں تڑپایا گیا، جبکہ مسلمانوں کی قوّت وشوکت کو ختم کرنے اور ان کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے فرقہ واریت کی آگ بھڑکائی گئی، غرض مسلمانوں اور دِین داروں کو ہر اِعتبار سے مشتعل کرنے کی کوشش کی گئی۔

اس کے علاوہ کہیں تسلیمہ نسرین جیسی حیا باختہ خاتون کو مسلمانوں کی مقدس شخصیات پر زبانِ طعن بلند کرنے کے لئے مأمور کیا گیا، کہیں یوسف کذّاب، کو اس کام کے لئے نامزد کیا گیا، کہیں ملعون سلمان رُشدی اور اس کی بدنامِ زمانہ ہفوات ''شیطانی آیات'' کی سرپرستی کی گئی اور کہیں اس کی گستاخیوں پر اس کو ''سر'' کا خطاب دے کر مسلمانوں کے زخمی قلوب پر نمک پاشی کی گئی۔

غرض مغرب کی چیرہ دستیوں کی ایک طویل داستان اور لامتناہی سلسلہ ہے، سمجھ نہیں آتا کہ کس کا ذکر کیا جائے اور کس کو چھوڑا جائے؟ دیکھا جائے تو ان تمام کا مقصد صرف اور صرف یہی نظر آتا ہے کہ مسلمانوں کو ذہنی، قلبی کوفت اور کرب واذیت میں مبتلا کیا جائے۔ یہ حقیقت ہے کہ مسلمانوں کو جس قدر تکلیف اور اَذیت پہنچتی ہے، اسلام دُشمن اتنا ہی فرحت وخوشی محسوس کرتے ہیں۔

....

غالباً اس سب کچھ کے باوجود بھی مغرب، مسلمان حکمرانوں سے صحیح معنی میں خوش اور راضی نہیں ہوئی، یقیناً اس کی خواہش اور چاہت ہوگی کہ کسی طرح مسلمان، ان کے علماء، ان کے دِینی مراکز، مدارس ان میں پڑھانے والے اساتذہ، معلّمات، طلبہ اور طالبات بدنام ہوجائیں اور لوگ ان سے متنفر ہوجائیں، ان پر سے مسلمانوں کا اعتماد اُٹھ جائے اور دِین، دِینی مدارس، مدارس کا نصاب، اس کے اساتذہ، طلبہ اور طالبات نشانِ نفرت بن جائیں۔

بلاشبہ شروع دن سے ہی اس کی یہی خواہش اور کوشش رہی ہے، مگر بحمدللہ! آج تک وہ اس میں کامیاب نہیں ہوسکی، لیکن جب مغرب نے دیکھا کہ مسلمانوں کو مشتعل کرنے اور ان کو طیش دِلانے کی اس کی کوئی کوشش وسعی کامیاب نہیں ہوئی، تو اس نے اپنے مہروں کو مدارس و مساجد کے خلاف راست اقدام کا حکم دیا، چنانچہ مسلمانوں کے ملک، مسلمان آبادی کے شہر اور پاکستان کے دارالخلافہ اسلام آباد میں دن دہاڑے قانونی طور پر قائم کی گئی، مساجد کو ڈھا کر مسلمانوں کو مشتعل کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی، اس پر جہاں پاکستان بھر کے مسلمانوں، دِین داروں اور اہلِ علم نے بھرپور اِحتجاج کیا اور اس کی شدید مذمت کی، وہاں اسلام آباد کی لال مسجد اور مدرسہ حفصہ للبنات کے خطیب و مہتمم مولانا عبدالعزیز اور ان کے نائب مولانا عبدالرشید غازی اور دُوسرے علماء نے بھی احتجاج کیا اور مطالبہ کیا کہ گرائی جانے والی چھ مساجد کو دوبارہ تعمیر کیا جائے اور اس کی یقین دہانی کرائی جائے کہ آئندہ کسی مسجد کو نہیں گرایا جائے گا، اس پر حکومت نے ٹال مٹول اور لیت ولعل سے کام لیا تو ان حضرات نے لال مسجد اور مدرسہ حفصہ سے ملحق چلڈرن لائبریری پر قبضہ کرلیا، گویا انہوں نے لائبریری کے قبضے کو اپنے جائز مطالبات منوانے کے لئے ایک سبب اور ذریعے کے طور پر اِستعمال کرنے کی کوشش کی۔

اگرچہ ملک بھر کے سرکردہ علمائے کرام، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے

ذمہ داران، مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی کے اساتذہ اور مشائخ نے ان کے احتجاج کے اس انداز اور رَوِش سے اختلاف کیا اور ان کو متعدّد بار سمجھایا کہ یہ طریقۂ کار آپ کے لئے، آپ کے مدرسے، طلباء، طالبات و اساتذہ اور ملک بھر کے دِینی مدارس کے لئے نقصان دہ ہے اور اس سے آپ کو، آپ کے مدرسے اور آپ کی تحریک کو نقصان ہوگا، اور اس کا سارا فائدہ اسلام دُشمنوں کو ہوگا اور جو لوگ دِین، دِینی مدارس اور علماء دُشمنی میں اُدھار کھائے بیٹھے ہیں، آپ کے اس عمل کو جواز بناکر دِینی مدارس، علماء، طلبہ، طالبات اور اہلِ دِین کو ہدفِ تنقید بنائیں گے، اور جو دِین دُشمن آج تک دِینی مدارس، طلبہ اور علماء کو دہشت گرد کہتے آرہے تھے اور ان کے پاس اس اِتہام و اِلزام کا کوئی ثبوت نہیں تھا، آپ کے اس طرزِ عمل سے ان کو ثبوت مہیا ہوجائیں گے اور دِین دُشمن خصوصاً مدارس دُشمن اس کو جواز بناکر آپ کے مدرسے پر چڑھائی بھی کرسکتے ہیں، مگر نامعلوم ان حضرات پر اپنے اکابر و اساتذہ کی فہمائش اور دِل سوزی کا اثر کیوں نہ ہوا؟ شاید اس لئے کہ وہ سمجھتے ہوں گے کہ مسلمان حکومت اور مسلمان فوج اپنے ہی مسلمانوں کے خلاف اس قدر اِنتہائی اقدامات کی طرف نہیں جائے گی۔

ہمارا وجدان کہتا ہے کہ وہ حضرات اپنی جگہ مخلص تھے اور انہوں نے جو کچھ کیا، اللہ کے لئے کیا تھا، مگر ان کے ''مشیروں'' میں سے کچھ بدبخت خیرخواہی کے عنوان سے بدخواہی کرنا چاہتے تھے، اس لئے انہیں بدبختوں میں سے کچھ ''بڑوں'' کی ان کو آشیرباد یا تعاون کا پورا پورا یقین تھا کہ ان کے خلاف ایسا کوئی اقدام نہیں کیا جائے گا، دُوسری طرف غالباً کچھ حکومتی اہل کار، ان کے بچے اور بچیاں بھی اس مدرسے میں زیرِ تعلیم تھے اور وہ بھی براہِ راست ان سے رابطے میں تھے، اس لئے ان کو ایسے کسی خطرے کا احساس نہیں ہونے دیا گیا۔

پھر جب لال مسجد و مدرسہ حفصہ للبنات کے ذمہ داران کو کچھ لوگوں نے

علاقے میں چلنے والے زنا کاری اور بدکاری کے اَڈّوں کی شکایت کی اور وہاں کسی ایسی خاتون کی نشاندہی بھی ہوئی، جو اس قسم کا کوئی اَڈّا چلاتی تھی، تو انہوں نے اپنے تئیں خلوص و اِخلاص سے اس کی روک تھام کے لئے اپنے کارکنان کے ذریعے اس کو مدرسہ بلاکر اس کی فہمائش کی، تاہم تنبیہ کے بعد اس کو چھوڑ دیا گیا، اسی طرح کچھ لوگوں کو فحش کیسٹوں اور سی ڈیز کے کاروبار سے بھی منع کیا اور مردوں کا مساج کرنے والی چینی خواتین کو بھی اس غلیظ کام سے منع کیا، مگر چونکہ اس پورے عرصے میں حکومت اور اس کی ایجنسیاں منقار زیر پر رہیں، تو ان کے حوصلے مزید بڑھتے چلے گئے، علمائے کرام اور خصوصاً وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اربابِ حل وعقد نے جب دیکھا کہ وہ اپنے طرزِ عمل سے باز آنے اور اپنے موقف سے ہٹنے کو تیار نہیں، تو انہوں نے تنبیہاً جامعہ فریدیہ اور مدرسہ حفصہ کا وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے اِلحاق ختم کردیا، مگر افسوس! کہ وہ حضرات حکومت کی اس خفیہ چال کو بھی نہ سمجھ سکے۔ اب سمجھ میں آتا ہے کہ حکومت اور ایجنسیوں کا چھ ماہ تک منقار زیر پر رہنا یا خاموش رہنا صرف اور صرف اس لئے تھا کہ ان کے خلاف انتہائی اقدام کا جواز پیدا کرکے رائے عامہ کو ہموار کیا جاسکے، نیز اپنے بیرونی آقاؤں کو باور کرایا جاسکے کہ یہ لوگ اس قدر خطرناک تھے کہ ان کی سرکوبی کے لئے چھ ماہ کا عرصہ لگ گیا۔

بہرحال ان حضرات نے گرائی گئی مساجد کی تعمیر کے ساتھ ساتھ یہ مطالبات بھی کئے کہ حکومت ملک سے عریانی، فحاشی کا سدِباب کرے اور نفاذِ شریعت کا اعلان کرے۔

بلاشبہ ان کے یہ مطالبات اپنی جگہ سو فیصد صحیح، دُرست، بجا اور ہر مسلمان کے دِل کی آواز تھے، مگر انہوں نے جو طریقۂ کار اِختیار کررکھا تھا، اس سے علماء کو اختلاف تھا۔ اس لئے کہ دو اور دو چار کی طرح یہ واضح تھا کہ ایک معمولی چلڈرن لائبریری کے قبضے سے مجبور ہوکر، مذہب بیزار حکومت، ان کے یہ مطالبات کیونکر مان سکتی تھی؟

اخباری اطلاعات، میڈیا رپورٹوں اور تجزیوں کے مطالعے سے لگتا ہے کہ چیف جسٹس کے خلاف دائر ریفرنس میں جھوٹ ثابت ہونے، لندن میں منعقد ہونے والی آل پارٹیز کانفرنس کے ایشو کو دَبانے اور اسے غیرمؤثر بنانے یا ان سے توجہ ہٹانے اور مغربی دُنیا میں اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو سنبھالا دینے کے لئے حکومت نے لال مسجد کا ایشو کھڑا کر کے اس پر چڑھائی کی منصوبہ بندی کی تھی، اس آپریشن کے نام پر جس قدر خون ریزی ہوئی ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، اگر حکومت کو ذرّہ بھر ملک وملت سے خیر خواہی ہوتی تو وہ ان نہتے شہریوں، معصوم طلبہ، طالبات اور جائز و شرعی مطالبہ کرنے والی اس مٹھی بھر جماعت پر اس طرح چڑھائی نہ کرتی اور نہ ہی انسانوں کے خون سے ہولی کھیلتی۔

۹ر جولائی تک کی اخباری اطلاعات اور سرکاری اعداد وشمار کے مطابق ہماری بہادر فورس کے ہاتھوں ۳۰ سے زائد اَفراد خاک وخون میں تڑپائے جاچکے تھے، جبکہ لال مسجد کے ذمہ داران کی اطلاع کے مطابق صرف ایک رات کے آپریشن میں ساڑھے تین سو طالبات جامِ شہادت نوش کرچکی ہیں۔

اس ساری صورتِ حال کا تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ اس معرکہ ''حق و باطل'' کی وجہ سے دُنیا بھر میں دِین، اہلِ دِین، علماء، طلباء، طالبات اور مدارس و مساجد کو بُری طرح ہدفِ تنقید و ملامت بنایا جارہا ہے، بہرحال مولانا عبدالعزیز کے شریعت یا شہادت کے نعرے کے باوجود آپریشن کے دوران برقع پہنا کر مسجد سے نکالنا، پھر ان کا دَھرلیا جانا اور برقع اور حجاب کی توہین و تنقیص اور موصوف کی میڈیا پر تذلیل کرنا بھی اسی سازش اور طے شدہ منصوبہ کا حصہ لگتا ہے، ورنہ ایک معمولی عقل وفہم کا انسان بھی یہ باور نہیں کرسکتا کہ مولانا عبدالعزیز جیسا مضبوط اعصاب کا انسان اس قدر جلدی کیونکر باہر آگیا؟ چنانچہ بعد کی اخباری اطلاعات اور ان کی اہلیہ اُمِّ حسان کے بیان کی روشنی میں ان کو کسی ''بڑے'' کے اعتماد و یقین دہانی کے بعد باہر نکلنے پر آمادہ

کیا گیا تھا، جس کا واضح قرینہ یہ ہے کہ اگر وہ فرار ہورہے ہوتے تو اپنی بیوی اور معصوم بچیوں کو محاصرے میں چھوڑ کر اکیلے باہر نہ آتے؟ چونکہ ان کے ساتھ دھوکا ہوا تھا، اس لئے جیسے ہی وہ باہر آئے تو ان کو پکڑ کر طے شدہ منصوبے کے مطابق نہ صرف ان کی توہین و تذلیل کی گئی بلکہ مُلاَّ، مولوی، داڑھی، دِین و شریعت، حجاب اور برقع کا خوب مذاق اور تمسخر اُڑایا گیا۔

بہرحال اس تکلیف دہ صورتِ حال کو اَب ایک ہفتہ ہوچکا ہے، لیکن جہاں حکومت اور فوج لال مسجد اور مدرسہ حفصہ کے معصوم طلبہ، یتیم بچوں اور بچیوں کو فتح کرنے پر تلی ہوئی ہے، وہاں مدرسہ اور مسجد میں محصور مٹھی بھر طلبہ، طالبات اور ان کے اساتذہ بھی اس پر ڈَٹے ہوئے ہیں کہ ہم ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ ہمیں محفوظ راہ داری دی جائے اور ہمیں مولانا عبدالعزیز اور سرنڈر ہونے والے دُوسرے طلبہ کی طرح ذلیل نہ کیا جائے، مگر افسوس! کہ حکومت، اس کی ایجنسیاں اور فوج، ان کو ایسی کوئی رعایت دینے کے لئے تیار نہیں۔

اس پر پاکستان بھر کے مذہبی و سیاسی علمائے کرام نے بیک زبان یہ مطالبہ کیا ہے کہ اگر حکومت، قومی اور ملکی مجرموں کو عام معافی دے کر ان کو چھوٹ دے سکتی ہے، بلکہ ان کو اعلیٰ سرکاری مناصب پر فائز کرسکتی ہے، تو ایسے لوگوں کو وہ کیوں معاف نہیں کرسکتی، جن کا صرف اور صرف یہ جرم ہے کہ وہ حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ مساجد و مدارس کو نہ گرایا جائے اور گرائی گئی مساجد و مدارس کو دوبارہ تعمیر کیا جائے، آئندہ کے لئے یہ یقین دہانی کرائی جائے کہ مساجد نہیں گرائی جائیں گی، ملکِ عزیز سے عریانی و فحاشی، زناکاری کے اَڈّے ختم کئے جائیں اور نفاذِ شریعت کیا جائے۔

بہرحال یہ تسلیم! کہ لال مسجد اور مدرسہ حفصہ والوں کا انداز اور طرزِ عمل ٹھیک نہیں تھا، لیکن ان کے مطالبات اپنی جگہ بالکل بجا، صحیح اور دُرست تھے، تو ان کے ساتھ چوروں، ڈاکوؤں، لٹیروں، غداروں اور ملک و ملت دُشمنوں کا سا سلوک کرنا

کیونکر رَوا ہوسکتا ہے؟

اب بھی وقت ہے حکومت اپنے طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کرے اور اس خون خرابے سے باز آجائے اور مدارس دُشمنی کی پالیسی ترک کردے، ورنہ اس کے نتائج نہایت بھیانک اور خطرناک ہوں گے۔ یہ بات اپنی جگہ سو فیصد صحیح ہے کہ اس ساری صورتِ حال سے امریکا اور اس کے اتحادی خوش ہوئے ہیں اور ہماری حکومت اور جناب پرویز مشرف کا مغرب میں مورال بلند ہوگیا ہے، لیکن حکومت اور فوج کے اس طرزِ عمل سے دُنیا بھر کے مسلمان اور دِین دار برادری نہایت کرب و اذیت میں مبتلا ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ یہ سب کچھ بھی مغرب کے اس ایجنڈے کا حصہ ہے جس کی تکمیل کی خاطر عراق، افغانستان، کوسوو، بوسنیا، الجزائر اور فلسطین کے مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی گئی اور مسلمانوں کے شعائر اور مقدس شخصیات کی توہین و تنقیص کی گئی ہے، جس کی خاطر توہینِ رسالت پر مشتمل خاکے بنائے گئے، تسلیمہ نسرین اور رُشدی ایسے ملعون کو نوازا گیا اور مسلمان علماء و صلحاء کے خون سے زمین رنگین کی گئی، تاہم ظلم، ظلم ہے اور ظلم کی سیاہ رات ہمیشہ نہیں رہتی، ایک نہ ایک دن حق و سچ اور عدل و انصاف کا سویرا ہوگا تو کسی ظالم کو کہیں کسی تاریکی میں پناہ نہیں ملے گی۔

....

۹؍جولائی کی صبح کو ہم نے یہاں تک لکھا اور پُراُمید تھے کہ اِن شاء اللہ کوئی بیچ کی راہ نکل آئے گی اور ہماری حکومت علماء، طلبہ اور طالبات کو خون میں نہلانے اور اپنے ہی شہریوں کو فتح کرنے، ان کو کیڑوں، مکوڑوں کی طرح پاؤں تلے روندنے اور مسجد و مدرسے کے تقدس کو پامال کرنے کی ناپاک جسارت نہیں کرے گی۔

دُوسری طرف ہم اس لئے بھی مطمئن تھے کہ ملک بھر کے مقتدر علمائے کرام کا نمائندہ وفد اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی اعلیٰ قیادت اس قضیہ کو سلجھانے

کے لئے اسلام آباد میں موجود ہے، یقیناً وہ اس کا کوئی پُرامن اور پائیدار حل نکالنے میں کامیاب ہوجائے گی، چنانچہ وفاق المدارس العربیہ کے علمائے کرام نے حالات کو سدھارنے اور قابلِ عمل حل نکالنے اور خون ریزی کو روکنے کے لئے اپنی بھرپور کوشش کی اور کافی حد تک وہ اس میں کامیاب بھی ہوگئے، چنانچہ ان حضرات نے مسلم لیگ (ق) کے چوہدری شجاعت حسین، وزیر اعظم شوکت عزیز، وفاقی وزیر مذہبی اُمور اعجاز الحق کے ساتھ تفصیلی مذاکرات کے بعد ایک قابلِ عمل حل بھی نکال لیا تھا، جبکہ اس دوران مختلف مراحل میں وفاقی وزراء محمد علی درانی، طارق عظیم، نصیر خان، انجینئر امیر مقام اور کمانڈر خلیل بھی شریک رہے، چنانچہ وزیر اعظم شوکت عزیز کے ساتھ طویل ملاقات میں تقریباً تمام اُمور پر اُصولی اتفاقِ رائے ہوگیا تھا۔

مگر افسوس! کہ جناب جنرل پرویز مشرف اور ان کے مشیروں کی انانیت، رعونت، تکبر، ہٹ دھرمی، علماء دُشمنی اور مغرب خوشنودی اس کی راہ میں آڑے آگئی، یوں طے شدہ لائحہ عمل، اور امن منصوبہ نخوتِ اِقتدار کی بھینٹ چڑھ گیا اور خیر خوبی سے حل ہونے والا قضیہ بدترین خونی معرکے کی شکل اختیار کرگیا، اس موقع پر علمائے کرام نے کیا کچھ کیا؟ اور ان کی مساعی کو کب اور کس نے مسترد کیا؟ اس سلسلے میں علماء نے جو کچھ کہا، اس کی تفصیلات روزنامہ ''جنگ'' کراچی کے حوالے سے درج ذیل ہیں:

> ''اسلام آباد (نمائندہ جنگ، این این آئی) وفاق المدارس العربیہ پاکستان نے لال مسجد کے نائب خطیب مولانا عبدالرشید غازی سے مذاکرات کی ناکامی کی ذمہ داری حکومت پر عائد کرتے ہوئے الزام عائد کیا ہے کہ اس حوالے سے وزراء غلط وجوہات بیان کررہے ہیں، سمجھوتے کے مسوّدے کو ایوانِ صدر میں تبدیل کردیا گیا، انہوں نے کہا کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد پر حکومت کی طرف سے طاقت کا استعمال ہٹ دھرمی کا نتیجہ

ہے، ہم مزید خونریزی روکنے کے لئے جس جذبے کے تحت یہاں آئے تھے، وہ مزید صدمے اور رنج وغم میں بدل گیا ہے، وزیرِاعظم کی موجودگی میں طے پانے والے متفقہ فارمولے کو مولانا عبدالرشید غازی نے قبول کرلیا تھا لیکن ایوانِ صدر سے دُوسرا مسوّدہ لانا مذاکرات کی ناکامی کا سبب بنا، آئندہ کے لائحہ عمل کے لئے آج (بدھ) کو راولپنڈی میں وفاق المدارس کی مجلسِ عاملہ کا ہنگامی اجلاس طلب کیا گیا ہے، دریں اثناء لال مسجد انتظامیہ کے ساتھ مذاکرات کے لئے جانے والے وفد میں شامل مفتی محمد رفیع عثمانی نے کہا ہے کہ حکومتی رویئے نے مایوس کیا ،ہمارا دِل خون کے آنسو رو رہا ہے، انہوں نے کہا کہ عبدالرشید غازی مصالحت پر راضی تھے، علماء اور وزراء کے درمیان معاہدے کے مسوّدے پر ایوانِ صدر میں تبدیلی کردی گئی، مفتیٔ اعظم پاکستان مفتی رفیع عثمانی نے کہا کہ لال مسجد آپریشن میں فریقین کی طرف سے جاں بحق ہونے والے افراد کو شہید قرار دیا جاسکتا ہے، اس کا انحصار ان کی نیت پر ہے، پارلیمنٹ لاجز میں صحافیوں کے سوال کا جواب دیتے ہوئے مفتی رفیع عثمانی نے کہا کہ دیکھنا ہوگا کہ لال مسجد کے اندر جاں بحق ہونے والوں کی نیت کیا ہے، اگر وہ اس نیت کے ساتھ لڑ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دِین کو بچایا جائے، غیرِاسلامی اقدام کو روکا جائے تو اس حوالہ سے رائے کا مختلف ہونا معنی نہیں رکھتا ہے، وہ شخص شہید ہے، اسی طرح سیکورٹی فورسز میں شامل اہلکاروں کی نیت کو دیکھنا ہوگا، اگر وہ اس نیت کے ساتھ آپریشن میں شریک تھے کہ مسجد اور مدرسے میں

موجود لوگ ایسی سرگرمیوں میں ملوّث ہیں جو شرعاً صحیح نہیں تو وہ شہید قرار پائیں گے، لیکن اگر وہ ملازم کے طور پر تنخواہ کے عوض کارروائی میں شریک تھے تو شہید نہیں ہوں گے، وہ جہنمی ہوں گے۔ تفصیلات کے مطابق منگل کو ایک مشترکہ پریس کانفرنس جس میں وفاق المدارس کے صدر مولانا سلیم اللہ خان، نائب صدر ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر، رکن مجلسِ عاملہ مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، ناظم اعلیٰ مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا مفتی محمد، مولانا قاری سعیدالرحمٰن، مولانا حکیم محمد مظہر مہتمم جامعہ اشرف المدارس کراچی، مولانا مفتی عبدالحمید جامعہ اشرف المدارس، مولانا امداداللہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی، قاضی عبدالرشید مہتمم دارالعلوم فاروقیہ، مولانا ظہور علوی مہتمم جامعہ محمدیہ اسلام آباد اور دیگر علمائے کرام موجود تھے، انہوں نے کہا کہ حالات کے سنگینی کی طرف جانے سے روکنے کے لئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سربراہ مولانا محمد سلیم اللہ خان اپنے رُفقاء حضرت مولانا مفتی محمد رفیع، مولانا ڈاکٹر عبدالرزّاق اسکندر، مولانا قاری محمد حنیف جالندھری، مولانا زاہدالراشدی، مولانا ڈاکٹر عادل خان، مولانا حکیم محمد مظہر، مولانا مفتی محمد نعیم اور دیگر علمائے کرام کے ہمراہ ۹؍جولائی کو اِسلام آباد پہنچے تا کہ لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے خلاف حکومتی آپریشن سے پیدا شدہ صورتِ حال پر حکومت سے بات چیت کی جاسکے اور مزید خونریزی کے امکانات کو روکتے ہوئے مسئلے کے پُرامن حل کا کوئی راستہ نکالا جاسکے، انہوں نے کہا کہ اس وفد نے پاکستان مسلم لیگ کے چوہدری شجاعت حسین، وزیراعظم شوکت عزیز اور وفاقی وزیر

مذہبی اُمور اِعجازالحق کے ساتھ تفصیلی گفتگو کی جبکہ اس گفتگو کے مختلف مراحل میں وفاقی وزراء محمد علی درانی، طارق عظیم، نصیر خان، انجینئر امیر مقام، کمانڈر خلیل بھی شریک رہے اور وزیراعظم کے ساتھ ملاقات میں تمام اُمور پر اُصولی اتفاقِ رائے ہوگیا، ان طویل مذاکرات کے دوران لال مسجد و جامعہ حفصہ کے منتظم مولانا عبدالرشید غازی سے بھی ٹیلی فون پر تفصیلی گفتگو ہوتی رہی اور آخری مجلس میں مولانا عبدالرشید غازی کے اصرار پر ان کے نمائندہ کے طور پر مولانا فضل الرحمٰن خلیل کو بھی شامل کرلیا گیا، اس طویل گفتگو اور وزیراعظم کے ساتھ اتفاقِ رائے کے بعد اس کی تفصیلات طے کرنے کے لئے چوہدری شجاعت حسین، محمد علی درانی، اعجازالحق اور طارق عظیم کے ساتھ شام کو طویل ملاقات ہوئی اور ایک متفقہ فارمولا طے پایا جسے فون پر مولانا عبدالرشید غازی کو بھی سنادیا گیا اور انہوں نے بھی اتفاق کرلیا، انہوں نے کہا کہ اس مصالحتی فارمولے پر فریقین کے اتفاق کے بعد، جب دستخط کرنے کا مرحلہ آیا تو چوہدری شجاعت حسین اور ان کے رُفقاء نے کہا کہ اس کی حتمی منظوری کے لئے اسے ایوانِ صدر لے جانا ضروری ہے، ہمیں اس پر تعجب ہوا کیونکہ اس مصالحتی فارمولے کو ان بنیادی نکات کی روشنی میں تحریر کیا گیا جو آج ہی وزیراعظم کے ساتھ طویل مجلس میں اُصولی طور پر طے کئے گئے تھے اور اَب چوہدری شجاعت حسین اور ان کے رُفقاء کے اتفاق سے مشترکہ طور پر لکھے گئے تھے، بہرحال وہ حضرات ایوانِ صدر چلے گئے اور کم وبیش دو گھنٹے کے بعد واپس آئے تو ان کے پاس ایک نیا فارمولا تھا جس میں سابقہ فارمولے کی بنیادی باتوں کو

جن پر ہم نے مولانا عبدالرشید غازی کو بمشکل تیار کیا تھا، تبدیل کردیا گیا تھا اور انہوں نے آتے ہی یہ کہہ دیا کہ اب اس میں رَدّوبدل نہیں ہوسکتا، یہ حتمی بات ہے، جس کا ''ہاں'' یا ''نہ'' میں جواب مطلوب ہے اور ہمارے پاس اس مقصد کے لئے صرف نصف گھنٹہ ہے، اس کے بعد ہم اس کے لئے مزید وقت نہیں دے سکتے، یہ نیا فارمولا عبدالرشید غازی کو فون پر سنایا گیا تو انہوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کردیا، جس کے بعد مزید کوئی بات جاری رہنے کا امکان نہیں تھا، انہوں نے کہا کہ متفقہ فارمولے میں تحریر تھا کہ مولانا عبدالرشید غازی کو ان کے خاندان اور ذاتی سامان سمیت ان کے گاؤں کے گھر میں بحفاظت منتقل کردیا جائے گا، لیکن نئی تحریر میں جو اَلفاظ درج کئے گئے ان کا مطلب کسی گھر میں ان کی منتقلی اور ان کے خلاف کارروائی تھا، متفقہ فارمولے میں یہ طے پایا تھا کہ جامعہ حفصہ اور لال مسجد میں موجود طلبہ اور دیگر اَفراد جو مولانا عبدالرشید غازی کے ہمراہ باہر آئیں گے تو محفوظ مقام پر منتقل کرنے کے بعد ان کے معاملات کی انکوائری کی جائے گی اور جو اَفراد جامعہ حفصہ کا تنازعہ شروع ہونے سے قبل کسی کیس میں مطلوب نہیں ہوں گے انہیں ان کے گھر بھجوادیا جائے گا جبکہ مطلوب افراد کے معاملات قانون کے مطابق عدالتوں کے ذریعے طے کئے جائیں گے، مگر نئے فارمولے میں اسے تبدیل کردیا گیا، متفقہ فارمولے میں لکھا گیا تھا کہ عبدالرشید غازی کے الگ ہوجانے کے بعد لال مسجد کا انتظام محکمہ اوقاف اسلام آباد کے سپرد ہوگا اور جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ کو وفاق المدارس کے کنٹرول میں دے دیا جائے گا

اور جامعہ حفصہ اور جامعہ فریدیہ سے متعلق قانونی معاملات اور لال مسجد کے انتظامی اُمور حکومت اور وفاق المدارس کے باہمی مشورے سے ہوں گے، اس شق کو بھی تبدیل کردیا گیا، چنانچہ بنیادی اُمور کی تبدیلی کے بعد وہ مصالحتی فارمولا جو حکومت اور وفاق المدارس کی مشترکہ مذاکراتی ٹیم کے درمیان باہمی اتفاقِ رائے سے طے کیا گیا تھا، چونکہ باقی نہیں رہا، اس لئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے وفد کے لئے اس معاملے سے الگ ہوجانے کے سوا کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا، اس کے بعد جو صورتِ حال پیش آئی ہے وہ پوری قوم کے سامنے ہے، ہمیں افسوس ہے کہ حکومت نے آخری مرحلے میں ڈیڈ لاک پیدا کرکے اور تبدیل شدہ فارمولے کا نصف گھنٹہ کے اندر ہاں یا نہ میں حتمی جواب دینے کا مطالبہ کرکے ہماری مصالحتی کوششوں کو ناکام بنادیا، اس سلسلے میں آئندہ لائحہ عمل کے تعین کے لئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سربراہ مولانا سلیم اللہ خان نے مجلسِ عاملہ کا ہنگامی اجلاس آج ۱۱رجولائی کو صبح دس بجے راولپنڈی میں طلب کرلیا ہے، جس میں تبدیل شدہ صورتِ حال میں وفاق کا موقف اور پروگرام طے کیا جائے گا۔"

(روزنامہ "جنگ" کراچی ۱۱رجولائی ۲۰۰۷ء)

اخباری اطلاعات کے مطابق منگل کی صبح نمازِ فجر کے وقت شروع ہونے والے اس خونی معرکے کی بدولت لال مسجد اور اس سے ملحقہ مدرسہ حفصہ میں محصور قریب قریب تمام افراد شہید کردیئے گئے ہیں اور مولانا عبدالرشید غازی اور ان کی بوڑھی والدہ بھی جامِ شہادت نوش کرچکی ہیں۔ اس طرح سینکڑوں کی تعداد میں معصوم طلبہ اور طالبات بھی نہایت مظلومیت اور بے بسی کی حالت میں دِین وشریعت کا نام

لینے کی پاداش میں جان کی بازی ہار چکے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون!

کیا کہا جائے کہ ہمارے حکمران مسلمان ہیں؟ یا کافر؟ انسان ہیں یا درندے؟ کیا کوئی مسلمان یا انسان بھی ایسی سفاکانہ اور بے رحمانہ کارروائی کرسکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ ان اقتدار کے بچاریوں اور چنگیز کے جانشینوں کے ہاں انسانیت اور اس کے حقوق نام کی کوئی شے نہیں ہے، دیکھا جائے تو ان کو انسانوں سے نہیں اقتدار سے محبت ہے، اگر یہ لوگ انسان ہوتے یا انہیں انسانیت کی عظمت کا پاس ہوتا تو انہیں معلوم ہوتا کہ ایک مسلمان کے خون کی عظمت کعبۃ اللہ سے بڑھ کر ہے اور ایک مسلمان کا ناحق قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے۔

اس خونی معرکے میں کتنے لوگ شہید ہوئے؟ کتنے مرد، کتنی عورتیں اور کتنے معصوم بچے اپنے ملک کی بہادر فوج کی بے رحم گولیوں کا نشانہ بنے؟ ان میں کتنے تربیت یافتہ جنگجو تھے؟ کتنے پاکستانی اور کتنے غیر ملکی تھے؟ ان کے پاس کیسے مہلک ہتھیار تھے؟ اور انہوں نے کس قدر مزاحمت کی؟

تاحال اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا، اس لئے کہ لال مسجد اور مدرسہ حفصہ میں صحافیوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے، اور نہ ہی ہسپتالوں میں کسی کو جانے کی اجازت ہے، شاید اس لئے کہ کہیں حکومت اور ایجنسیوں کے پروپیگنڈے کی قلعی نہ کھل جائے اور قوم کے سامنے اس آپریشن کے جواز کا بھانڈا نہ پھوٹ جائے۔

تاہم سماجی کارکن عبدالستار ایدھی کے مطابق حکومت نے پانچ سو کفن تیار کرنے کا کہا تھا، مگر میں نے ہزار کفن بنوائے ہیں، اور صورتِ حال بہت خراب ہے، انہوں نے کہا کہ لال مسجد کو بھیجی گئی تین سو چادریں کم پڑگئیں اور ہلاک شدگان کی تعداد سینکڑوں میں ہوسکتی ہے، انہوں نے کہا کہ میتیں اُٹھانے والے کارکنوں کے مطابق سینکڑوں میتیں پڑی ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ پاکستان کی تاریخ کا بدترین سانحہ ہے۔

بہرحال اتنی بات تو طے ہے کہ اس معرکہ خوں چکاں میں جامِ شہادت نوش

کرنے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہے، کیونکہ سرکاری اعداد و شمار بلکہ وزیر داخلہ آفتاب شیر پاؤ کے مطابق لال مسجد اور مدرسہ حفصہ میں چار ساڑھے چار ہزار اَفراد تھے، جبکہ سرنڈر ہوکر آنے والے حکومت کے بقول پندرہ سو افراد تھے، سوال یہ ہے کہ باقی تین یا ساڑھے تین ہزار اَفراد کہاں گئے؟ کیا یہ حقیقت نہیں کہ وہ سب کے سب بھی خون میں نہلا دیئے گئے ہیں؟ اور ان کے پاک و پاکیزہ خون سے لال مسجد کے درودیوار اور اس کے فرش کو لال کردیا گیا ہے؟ اگر ایسا ہے اور یقیناً ایسا ہے تو حکومت وفوج کے بزرجمہروں کا یہ کہنا کہ اس آپریشن میں ساٹھ سے زائد اَفراد مارے گئے ہیں، کیونکر قابلِ تسلیم ہوگا...؟

موجودہ صورتِ حال کو دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ موجودہ حکومت کو اپنے شہریوں سے ذرّہ بھر کوئی تعلق ہے؟ بلامبالغہ اگر انہیں انسانی جانوں اور مسلمانوں سے کچھ بھی ہمدردی ہوتی تو وہ یہ انتہائی ظالمانہ، سفاکانہ اور بہیمانہ قدم نہ اُٹھاتی، کیا اربابِ اِقتدار سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ ان معصوموں کا خون کیوں بہایا گیا؟ کیا یہ ملک دُشمن تھے؟ کیا یہ ملک وملت دُشمن سرگرمیوں میں مصروف تھے؟ کیا اسلام کے نام پر بننے والے ملک میں مساجد کے انہدام کی روک تھام کا مطالبہ جرم ہے؟ کیا زناکاری، فحاشی اور عیاشی کے اَڈّوں کی بندش کے لئے آواز اُٹھانا خلافِ قانون ہے؟ کیا نفاذِ شریعت کا مطالبہ ملکی بغاوت ہے؟ کیا چلڈرن لائبریری پر قبضہ ایسی چیز تھی کہ اس سے اقتدار کی گاڑی رُک گئی تھی؟ کیا اس آپریشن کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا؟ اگر جنوری سے جولائی تک کے عرصے میں صرف اس لئے آپریشن نہیں کیا گیا کہ حکمتِ عملی کے خلاف تھا، تو اب اس کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی؟ کیا اب ہزاروں معصوموں کا قتل حکمتِ عملی کے مطابق ہوگیا تھا؟ کیا یہ ملک اس لئے بنا تھا کہ اس میں اسلام کے پاسبانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جائے گا؟ کیا ہماری فوج کا یہی کام رہ گیا ہے کہ وہ مساجد و مدارس، علماء اور طلبہ پر گولیاں برسائے؟ کیا سرکاری خزانے پر

پلنے والے وزیروں، مشیروں کی فوج ظفر موج کا یہی مصرف ہے کہ وہ زانیوں، شرابیوں کا تحفظ کرے ،اور جو ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرے ان کو خاک وخون میں تڑپائیں؟ کیا اس ملک میں رحم وکرم نام کی کوئی شے نہیں؟ کیا حقوقِ نسواں بل پاس کرنے والی حکومت کو ان معصوم بچیوں پر کوئی ترس نہیں آیا؟ جو برقعے میں ملبوس گھٹ کر شہید ہوگئیں اور درندوں نے انہیں مدرسہ حفصہ سے متصل پانی کے نالے میں پھینک دیا، کیا وہ خواتین نہیں تھیں؟ اگر جواب اِثبات میں ہے اور یقیناً اِثبات میں ہے تو ان یتیم و لاوارث طالبات کے کوئی حقوق نہیں تھے؟ اگر تھے تو حقوقِ نسواں کی دُہائی دینے والے اس موقع پر کیوں خاموش ہیں...؟

کیا یہ ممکن نہ تھا کہ ایسے ''باغیوں'' کی بجلی، پانی اور گیس بند کردیا جاتا یا اعصاب شل کرنے والی گیس چھوڑ کر ان کو بے بس کیا جاتا اور وہ مجبور ہوکر خود ہی ہتھیار ڈال دیتے؟ اگر یہ سب کچھ ممکن تھا تو اس قتلِ عام کا کیا جواز تھا؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ جان بوجھ کر ان معصوموں کو اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کیا گیا؟ اور اس صورتِ حال سے فائدہ اُٹھا کر اپنے ''آقاؤں'' کی خوشنودی حاصل کرنے اور ان کی بارگاہ میں ''اچھا'' کہلانے کے لئے یہ سب کچھ کیا گیا؟ یا پھر مدارس، مساجد، علماء، طلبہ، طالبات اور برقع کو بدنام کرنے کے لئے یہ سارا ڈرامہ رچایا گیا ہے؟ اگر نہیں تو اَب تک ان سے چشم پوشی کیوں برتی گئی تھی؟ اور اَب بہ عجلت تمام یہ سب کچھ کیوں کیا گیا؟ یہ وہ سولات ہیں جو ہر اِنسان اور مسلمان کے ذہن میں اُبھرتے ہیں اور اُبھر کر ہلچل مچاتے ہیں مگر اِضطراب اور پریشانی ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔

شاید جنابِ صدر اور ان کے مشیرانِ باتدبیر سمجھتے ہوں گے کہ وہ ان ''باغیوں'' کو ٹھکانے لگاکر مطمئن ہوجائیں گے، نہیں، ہرگز نہیں! بلکہ ''ایں خیال است ومحال است وجنوں'' یاد رکھئے! ان بے قصوروں، خصوصاً معصوم بچوں اور خواتین کا بہنے والا خونِ ناحق، انہیں کبھی چین وسکون سے نہیں رہنے دے گا، اگرچہ

بظاہر انہوں نے اپنے نام نہاد مخالفوں کو ٹھکانے لگا کر بیرونی دُنیا سے خراجِ تحسین حاصل کرلیا ہے، مگر جس طرح اللہ تعالیٰ نے میدانِ کربلا میں حضرت حسینؓ کے قافلے کو شہید کرنے والے ایک ایک بدباطن سے بدلہ لیا اور تاریخ بتلاتی ہے کہ ان میں کا ایک ایک فرد اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب اور اِنتقام کا نشانہ بنا، ایسے ہی اِن شاء اللہ! خاندانِ نبوّت کے ان رُوحانی جانشینوں کی مظلومیت ومقہوریت بھی رنگ لائے گی اور ان مظلوموں کے بے قصور بہنے والے مقدس خون کا انتقام لیا جائے گا۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اربابِ اِقتدار کے دن گنے جاچکے ہیں اور ان کے ظلم وستم کا باب بہت جلد بند ہونے والا ہے، بلکہ اب تو اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں ہم سے آزادی کی یہ نعمت سلب نہ کرلی جائے، کیونکہ ہم نے اور ہمارے بڑوں نے ''اللہ کی زمین پر اللہ کا قانون'' اور ''پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ'' کے نام پر یہ ملک حاصل کیا تھا، مگر افسوس کہ ہم اللہ سے کئے گئے اس وعدے سے مکر گئے، تو ہم سے ایک حصہ چھین لیا گیا، مگر اَب جب باقی ماندہ حصے میں بھی اسلام، شعائرِ اِسلام، مساجد و مدارس، دِین اور اہلِ دِین کی توہین وتنقیص کا سلسلہ شروع ہوچکا ہے اور علماء، طلبہ اور معصوم پردہ نشینوں کو خاک وخون میں تڑپایا جارہا ہے، تو اس بات کا شدید اندیشہ ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ ہم سے یہ باقی ماندہ حصہ بھی واپس نہ لے لیں۔

اے اللہ! ان معصوموں کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرما اور ان کے متعلقین کو صبرِ جمیل نصیب فرما اور ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچا، آمین!

بہرحال جو ہونا تھا وہ ہوچکا۔ اب علماء، صلحاء، اربابِ مدارس اور خصوصاً وفاق المدارس کے اربابِ حل وعقد کو چاہئے کہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور آئندہ پیش آنے والے حالات، واقعات اور صورتِ حال کا اِدراک کریں اور ان سے نمٹنے کے لئے کوئی مؤثر حکمتِ عملی طے کریں، ورنہ اندیشہ ہے کہ جن درندوں کے منہ کو علماء طلبہ اور طالبات کا خون لگ گیا ہے، وہ مزید دُوسرے مدارس اور علماء کی طرف بھی بڑھنے کی

کوشش کریں گے، لہٰذا اس کے لئے قبل از وقت پیش بندی کی شدید ضرورت ہے۔

بلاشبہ لال مسجد کا سانحہ پاکستان کی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے، ہمارے خیال میں ہماری حکومت اور فوج نے لال مسجد پر حملہ اور فائرنگ کر کے جلیانوالہ باغ اور مسجد شہید گنج کے موقع پر ہونے والی انگریزوں اور سکھوں کی فائرنگ کی تاریخ دُہرا کر ثابت کر دیا ہے کہ انگریزوں اور سکھوں کو مطمئن رہنا چاہئے کہ "مسلمانوں کی سرکوبی" کے لئے ان کے "جانشین" اب بھی موجود ہیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رجب ۱۴۲۸ھ)

حق وصداقت کا معیار؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

دُنیا میں موجود اِنسانوں میں سے ہر ایک اپنے موقف کو حق، سچ اور صحیح جانتا و مانتا ہے، اور وہ اپنے موقف کی صحت، صداقت وحقانیت پر دلائل، براہین اور شواہد و قرائن جمع کرتا ہے۔

چنانچہ انسانی تاریخ کا جائزہ لیجئے اور قرآن وحدیث کا مطالعہ کیجئے! تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک اپنے اپنے موقف ومسلک پر مطمئن ومسرور ہے بلکہ اس پر فریفتہ ہے، جیسا کہ اِرشادِ اِلٰہی ہے:

"مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَهُمْ وَكَانُوْا شِیَعًا، كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْهِمْ فَرِحُوْنَ." (الروم:۳۲)

ترجمہ:..."جنھوں نے کہ پھوٹ ڈالی اپنے دِین میں اور ہوگئے ان میں بہت فرقے، ہر فرقہ، جو ...دِین... اس کے پاس ہے، اس پر فریفتہ ہے۔"

اس ساری صورتِ حال کی وجہ اور سبب یہ ہے کہ شیطان ملعون ہر ایک کو اس کے اعمال و عقائد، خوش نما اور مزین کرکے دِکھاتا ہے، چنانچہ ایک طرف اگر مسلمان اور اہلِ حق اپنے موقف کی حقانیت وصداقت کو قرآن وحدیث کے دلائل سے مبرہن کرتے ہیں، تو دُوسری طرف اَعدائے اسلام، کفار ومشرکین، یہود و نصاریٰ اور

ہنود و مجوس بھی اپنے مزعومہ عقائد و اعمال کی خوبی اور بہتری کے لئے دُور کی کوڑی لانے کی سعی وکوشش کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

۱:... ”وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ“ (النمل:۲۴)

ترجمہ:... ”میں نے پایا وہ، اور اس کی قوم سجدہ کرتے ہیں سورج کو اللہ کے سوا، اور بھلے دِکھلا رکھے ہیں شیطان نے ان کے کام، پھر روک دیا ہے ان کو راستے سے، سو وہ راہ نہیں پاتے۔“

۲:... ”فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ.“ (الانعام:۴۳)

ترجمہ:... ”پھر کیوں نہ گڑگڑائے، جب آیا ان پر عذاب ہمارا، لیکن سخت ہوگئے دِل ان کے، اور بھلے کر دِکھلائے ان کو شیطان نے جو کام وہ کر رہے تھے۔“

۳:... ”وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ....“ (الانعام:۱۳۷)

ترجمہ:... ”اور اسی طرح مزین کر دیا بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کی اولاد کے قتل کو۔“

۴:... ”كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ.“ (الانعام:۱۲۲)

ترجمہ:...... ”اسی طرح مزین کر دیئے گئے کافروں کی نگاہ میں ان کے کام۔“

۵:... ”وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْیَوْمَ مِنَ النَّاسِ.....“ (الانفال:۴۸)

ترجمہ:...... ”اور جس وقت خوشنما کردیا شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے عملوں کو اور بولا کہ کوئی بھی غالب نہ ہوگا تم پر آج کے دن لوگوں میں سے۔“

ایک طرف اگر مسلمان اپنے دِین و مذہب، مسلک و موقف اور اِیمان و عقیدے کی سچائی پر قرآن وسنت یعنی حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی تعلیمات اور آسمانی وحی کو بطورِ اِستدلال پیش کرتے ہیں، تو دُوسری جانب شیطان بھی اپنے متعلقین ومتبعین کو نہایت قوّت و شدّت سے باور کراتا ہے کہ تم ہی حق پر ہو، اس لئے کہ اگر تمہارا موقف غلط اور مسلمانوں کا صحیح و دُرست ہوتا تو تمہاری کثرت اور مسلمانوں کی قلّت کیوں ہوتی؟ تم معزّز اور مسلمان ذلیل کیوں ہوتے؟ تم حاکم اور مسلمان محکوم کیوں ہوتے؟ تم جابر اور مسلمان مجبور کیوں ہوتے؟ تم غنی اور مسلمان فقیر کیوں ہوتے؟ تم امیر اور مسلمان غریب کیوں ہوتے؟ تم مدعی اور مسلمان مجرم کیوں ہوتے؟ تم حکمران اور مسلمان تمہاری رعایا کیوں ہوتے؟ اس کے علاوہ پوری دُنیا میں مسلمانوں کے بجائے اقتصادیات پر تمہارا قبضہ کیوں ہوتا؟ پوری دُنیا میں مسلمانوں کے بجائے تمہارے اقتدار کا سکہ کیوں ہوتا؟

الغرض جس طرح کفار ومشرکین اور عیسائی، وغیرہ اپنی اس عددی کثرت، عزّت، اقتدار اور حاکمیت کو اپنی صداقت کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح وہ لوگ جو مسلمان ہونے کے باوجود اِسلامی اقدار سے باغی اور تہذیبِ مغرب کے دِلدادہ ہیں وہ بھی دِین وشریعت کے حامیوں کے خلاف یہی اِستدلال پیش کرتے ہیں کہ اگر ان حامیانِ شریعت کا موقف ومنشور حق و سچ یا صحیح وصواب ہوتا تو ملکی عوام ان کی بجائے ہمارے ساتھ کیوں ہوتی؟ وہ ان کے بجائے ہماری آواز پر لبیک کیوں

کہتی؟ اور وہ ان کو مسترد کیوں کرتی؟ انہیں عوامی سطح پر مقبولیت کیوں نہ ہوتی؟ قومی و صوبائی اسمبلیوں میں انہیں عددی برتری کیوں نہ حاصل ہوتی؟ ان کے عوامی اجتماعات، جلسوں، جلوسوں اور ریلیوں میں عوام بھرپور شرکت کیوں نہ کرتی؟

دراصل روزِ اوّل سے دُنیا میں دو طرح کی دعوتیں اور دو قسم کے پروگرام چلے آرہے ہیں، ایک طرف اگر انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت ہے تو دُوسری طرف خواہش پرستوں اور نفس و شیطان کے پجاریوں کی، حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت رائج و مروّج عقائد، نظریات اور غلط اعمال و افعال کے خلاف ہوتی ہے، تو نفس و شیطان کے پجاریوں اور باطل پرستوں کی عین منشائے شیطان اور ہوا پرستی کے مطابق۔ ظاہر ہے کہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام ماحول کا دَھارا اور ذوق و مزاج بدلنے کے لئے آتے ہیں۔

جبکہ نفس و شیطان کی دعوت، خواہش پرستوں کے ذوق و مزاج کی تائید و تسکین کے لئے ہوتی ہے، اور یہ ایک مُسلّمہ حقیقت ہے کہ: ”چلو اُدھر کو ہوا ہو جدھر کی“ بہت آسان ہے اور تہذیب و تمدّن کے بہتے دریا کے دھارے پر چلنا سہل اور اس کی مخالفت میں سفر کرنا مشکل، بلکہ حد درجہ صبر آزما ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ”زمانہ ساز“ بننا مشکل اور ”بزمانہ ساز“ نہایت سہل، کیونکہ ابن الوقت ...زمانے کے مطابق چلنا... ہونا کمال نہیں، بلکہ ابوالوقت ...جو وقت کو اپنے انداز میں ڈھال لیں... بننا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

چنانچہ ماحول و معاشرے میں پہلے سے موجود ذوق و مزاج کی تعلیم و ترویج پر کسی محنت و مشقت کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی جہالت، لاعلمی، بے شرمی، بے حیائی اور تخریب کاری کے لئے کسی مکتب، مدرسہ، جامعہ اور اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے کہ تخریب و بربادی آسان اور حد درجہ سہل ہے، جبکہ بگڑے ماحول و معاشرے کی تعمیر و اِصلاح اور خواہش و ہوا پرستی کے سامنے

بند باندھنا اور اس کے سامنے رُکاوٹ کھڑی کرنا بے حد مشکل اور نہایت ہی محنت طلب کام ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت بھٹکتی انسانیت کی اصلاح کے لئے ہوئی ہے، جبکہ دُوسری طرف کفر، شرک، بت پرستی، قتل و غارت گری، زنا کاری، بدکاری، چوری، ڈکیتی، بداَخلاقی، حیوانیت، درندگی اور سفاکی کے لئے کسی کو مأمور نہیں کیا گیا، اس کے علاوہ مشاہدہ بھی یہی ہے کہ زمین و مکان اور باغ و گلستان کی آبادی و شادابی کے لئے محنت اور دیکھ بھال کی ضرورت ہوتی ہے، اس کے برعکس اس کے فساد و بگاڑ کے لئے کسی سعی و جدوجہد کی ضرورت نہیں ہوتی، اگر اس کو یوں ہی لاوارث چھوڑ دیا جائے تو کچھ ہی عرصے بعد محل و مکان شکست و ریخت کا شکار اور سرسبز و شاداب باغ و گلستان بنجر ہوجائے گا، اس میں طرح طرح کے خود رو پودے، جھاڑ جھنکار اور اَنواع و اَقسام کی خاردار جھاڑیاں پیدا ہوجائیں گی اور وہ باغ و مکان ایک ویرانہ و جنگل کی شکل اختیار کرلے گا۔

ٹھیک اسی طرح معاشرے کی اصلاح و تعمیر کے لئے محنت کی ضرورت ہوتی ہے اور اس پر تن، من، دھن کی بازی لگانا پڑتی ہے، جبکہ اس کے بگاڑ کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔

جس طرح حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت محنت طلب تھی، اور معاشرے کے ذوق و مزاج کے خلاف تھی اور نفس و شیطان کی دعوت عین منشائے نفس و شیطان اور مقتضائے خواہش تھی، اور جس طرح حضراتِ انبیائے علیہم السلام کی خلافِ مزاج دعوت و محنت پر لبیک کہنے والے کم اور خواہش پرست و آزادی پسند ذوق و مزاج کے ہم نوا زیادہ تھے، ٹھیک اسی طرح اگر آج دعوتِ نبوّت کے حاملین کی صدا پر لبیک کہنے والے کم اور نفس و شیطان اور خواہش و ذوق کی ہم نوائی کرنے اور ان کا ساتھ

دینے والے زیادہ ہوں تو لائقِ تعجب اور باعثِ اِضطراب نہیں، بلاشبہ نہ یہ مقبولیت عنداللہ کی دلیل ہے اور نہ ہی کسی موقف کی صداقت کی علامت، بلکہ اس کو اپنی مقبولیت کی دلیل کے طور پر پیش کرنا دراصل مشرکین و معاندینِ اسلام کی ہم نوائی کے مترادف اور ان کی دعوت ومشن کے غلط اور باطل ہونے کی کھلی دلیل ہے، کیونکہ ان کج فہموں کی دعوت، چاہے کتنا ہی خوشنما اور ان کے خیال میں کتنا ہی اچھی کیوں نہ ہو اور ان کا اندازِ بیان کتنا ہی سحر انگیز کیوں نہ ہو، مگر بہرحال وہ سیّد الاوّلین و الآخرین اپنی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور اَندازِ بیان سے زیادہ جاذبِ نظر، عمدہ اور اچھا نہیں ہے؟ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے مقابلے میں یا تمام انبیائے کرام علیہم السلام کے پروگرام و پیغام کے مقابلے میں، ان کے مخالفین و معاندین کا پروگرام، پیغام اور دعوت غلط و باطل تھی، تو ان کے متبعین کا پیغام، پروگرام اور دعوت، انبیاء کے نائبین اور وارثوں کے مقابلے میں کیونکر اچھی ہوسکتی ہے؟ اگر حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت پر لبیک کہنے والے اقل قلیل اور کفر وشرک اور بتوں کے بچاریوں کی کثرت، دلیلِ کمال نہیں، تو جاہلیت کے علم برداروں کی عددی کثرت دلیلِ کمال کیوں ہوگی؟

اگر حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت کی جاسکتی ہے، تو ان کے نائبین کی مخالفت بھی لائقِ تعجب نہیں، اگر ان کے پروگرام و پیغام سے بے اعتنائی، ان کے کمال اور ان کے پیغام و پروگرام کی عظمت کے منافی نہیں، تو ان کے نام لیواؤں کی مخالفت بھی ان کے نقص کی دلیل نہیں ہے، بلکہ ان کے عین حق وصداقت اور جادۂ مستقیم پر کاربند ہونے کی علامت ہے۔

اس لئے اگر کچھ احمق جہالتِ جدیدہ کے علم برداروں کے اِردگرد اِکٹھے ہوجائیں تو ان کو کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے، اور انہیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ ہمارے موقف کی حقانیت وصداقت کی دلیل ہے۔ ورنہ پھر انہیں یہ بھی ماننا ہوگا کہ

...نعوذ باللہ!... حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت، پیغام اور پروگرام کے مقابلے میں معاندینِ اسلام کا پیغام، پروگرام اور ان کی دعوت حق و سچ تھی، جب ہی تو انبیائے کرام علیہم السلام کے ماننے والے کم اور ان کے مخالفین و معاندین زیادہ تھے۔ حالانکہ نصوصِ صریحہ سے ثابت ہے کہ ایسے انبیاء بھی آئے، جن کی دعوت پر لبیک کہنے والوں میں صرف ایک دو تھے اور بعض ایسے بھی ہوئے، جن کی دعوتِ حق و صداقت پر لبیک کہنے والا ایک بھی نہیں تھا، کیا کہا جائے کہ ان کی دعوت و پیغام میں نقص تھا؟ یا ان کے معاندین و مخالفین ہی محروم القسمت تھے...؟

روزِ اوّل سے حق و باطل کا معیار یہ رہا ہے کہ باطل اور باطل پرستوں کی دعوت خواہشاتِ نفس اور ہوا پرستی کے منشا کے عین مطابق ہوتی ہے، اس لئے بگڑے ہوئے معاشرے میں موجود ہوا پرستوں کی اکثریت ان کے ہم دوش ہوجاتی ہے، اس کے برعکس چونکہ حق پرستوں اور داعیانِ حق کی دعوت معاشرے میں موجود فساد و بگاڑ کی اصلاح اور ہوا پرستی و خواہش پرستی کی مخالفت پر مبنی ہوتی ہے، اس لئے خواہش پرستوں کی اکثریت اس کی مخالفت و مخاصمت پر کمربستہ ہوجاتی ہے۔

ٹھیک یہی فلسفہ آج بھی کارفرما ہے کہ معاشرے میں حق پرستوں کی دعوت پر لبیک کہنے والوں کی کمی کو بطورِ معیار اِستعمال کرکے دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہم اور ہمارا پروگرام ہی حق و سچ ہے، جب ہی تو ہماری کثرت ہے۔

جو لوگ مسلمانوں اور دِین و شریعت کے داعیوں کے مقابلے میں اپنی عددی کثرت کو معیارِ حق جانتے ہیں، دیکھا جائے تو وہ دراصل اسلام دُشمنوں کے اس پروپیگنڈے کو تقویت پہنچارہے ہیں کہ: ''پاکستانیوں نے اِنتخابات میں دِین داروں کو شکست دے کر اِسلام کو مسترد کردیا ہے'' صرف یہی نہیں، بلکہ دُوسرے لفظوں میں امریکا، برطانیہ اور دُوسرے اسلام دُشمن ممالک کے نشریاتی اداروں نے بھی ایسے لوگوں کو جنھوں نے دِین داروں کے مقابلے میں انتخابات میں عددی اکثریت حاصل کی

ہے، اسلام مخالف کیمپ میں شمار کر کے خود ان کے کفر پر مہرِ تصدیق ثبت کی ہے، بتلایا جائے، یہ ان کے موقف کے سچا ہونے کی علامت ہے یا غلط ہونے کی؟

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۲۸ھ)

اسلام کی اشاعت کے لئے الیکٹرانک میڈیا کا استعمال

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

ملک میں ٹی وی چینلوں کی بھرمار اور ان کے ذریعے مخرّبِ اخلاق پروگراموں کی نشر و اِشاعت کے بعد ہر دردمند مسلمان پاکستانی کے دِل میں یہ سوال اُٹھا ہوگا کہ ان سے نجات کی کیا صورت ہوگی؟ اخلاق سوزی کے اس بڑھتے ہوئے طوفان کے آگے بند باندھنے کی کیا سبیل ہوگی؟ اسلام کی حقیقی تعلیمات کے فروغ اور فحاشی کے خاتمے کا کیا طریقہ ہوگا؟

چنانچہ ان سوالات کا جواب دینے اور اپنے خلاف، اسلام کے حامی عناصر کی ممکنہ مہم کا رُخ بدلنے کی غرض سے ان چینلوں نے جہاں اسلامی تعلیمات کے فروغ کے نام پر ''عالم آن لائن، غامدی، الف'' وغیرہ جیسے اسلام دُشمنی اور بے دِینی پر مشتمل پروگرام نشر کرنا شروع کئے، وہاں بعض افراد نے ''حق''، ''لبیک'' اور اس جیسے دیگر ناموں سے کئی نئے چینلوں کا آغاز کردیا، جن کا مقصد بادی النظر میں اسلامی تعلیمات کا فروغ اور اسلام کے بارے میں بین الاقوامی پراپیگنڈے کا جواب دینا تھا۔

ان چینلوں نے کئی نئی ابحاث کو جنم دیا۔ نئے نئے افراد اِسلامی اسکالرز کے رُوپ میں سامنے آنے لگے، شرعی مسائل کے نام پر ایسی باتیں بتلائی جانے لگیں جن

کو شاید پوری اُمتِ مسلمہ نے چودہ سو سال میں نہ سنا ہو، کئی مسالک کے علماء کو ایک جگہ بٹھا کر ایک ہی مسئلے کے بارے میں ان کی رائے معلوم کر کے سائل کو اُلجھا دیا گیا اور علماء کے اختلافِ رائے کو ہوا دے کر مسلمانوں کے دِلوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی گئی کہ خود علماء میں ان مسائل کے حوالے سے اختلافات موجود ہیں، اس لئے عوام اُلجھ کر رہ گئے کہ وہ کس کی پیروی کریں؟ کس مسلک پر عمل کریں؟ کس عالم کا بیان کردہ مسئلے کا حل صحیح اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ہے؟ اس طرح ان پروگرامز میں علماء کی شرکت اور ان میں دیئے جانے والے ''فتووں'' نے مسائل کو حل کرنے کے بجائے مزید گنجلک کر دیا، اور علماء پر مسلمانوں کا اعتماد پختہ ہونے کے بجائے متزلزل ہونے لگا۔

اس کے ساتھ ساتھ ماضی میں اُٹھنے والا یہ سوال ایک مرتبہ پھر سامنے آ گیا کہ کیا اسلام کے فروغ کے لئے ٹی وی اور دیگر تصویری ذرائع کو اِستعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بالفاظِ دیگر اسلام کی نشر واشاعت کے لئے الیکٹرانک یا ڈیجیٹل میڈیا کو کس حد تک استعمال کیا جاسکتا ہے؟ اہلِ حق کو اپنا کوئی ٹی وی چینل قائم کرنا چاہئے یا نہیں؟

ایک مستفتی نے اس صورتِ حال کے تناظر میں چند سوالات لکھ بھیجے، جن کے جواب کو قارئین کی دِلچسپی کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ چنانچہ سوالات اور ان کا جواب ملاحظہ ہو:

''محترم جناب حضرت مولانا صاحب
السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

اس اِستفتاء کا مقصد آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دِلانا مقصود ہے، جس نے اہلِ حق کے مابین عقیدہ اور فکر کے اعتبار سے گہرے اختلافات کو جنم دیا ہے، بدقسمتی سے یہ فکری تغیر بھی اس نام نہاد ''روشن خیالی'' کی کالی آندھی کا نتیجہ ہے جو

اکتوبر ۲۰۰۱ء سے چلنا شروع ہوئی، آپ کے سامنے پوری صورتِ حال رکھنے کا مقصد علمائے حق، جو اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش فرمارہے ہیں، کا واضح اور دوٹوک موقف جاننے اور سمجھنے کی کوشش کرنا ہے۔

حضرت! ایک عرصے سے ملکِ عزیز کے علمائے کرام کے درمیان ایک بات پر بحث چل رہی ہے کہ آیا ٹی وی کے ذریعے درسِ قرآن اور دیگر دِینی پروگرام کئے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی علمائے کرام ٹی وی پر آکر مختلف دِینی پروگراموں کا اِنعقاد کریں، اور پھر اس سلسلے میں اہلِ حق اپنا کوئی ٹی وی چینل قائم کریں تاکہ دیگر خرافات سے بچاسکے، لیکن چونکہ کوئی ٹھوس بات طے نہ ہوسکی، اس لئے علمائے کرام کی ٹی وی پروگراموں میں شرکت کے جواز کا فتویٰ کہیں سے جاری نہ ہوا، لیکن اب اچانک صورتِ حال بدل گئی ہے اور یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ بالآخر علمائے کرام نے ٹی وی کو گلے لگا ہی لیا۔

چنانچہ اتوار ۲۵؍مارچ کو گلستان انیس کلب واقع شہید ملت روڈ (بہادرآباد) میں ''تحفظ حدود اللہ'' کے بینر تلے نام نہاد ''حقوقِ نسواں بل'' کے موضوع پر پروگرام کیا گیا، اس پروگرام میں شہر کے جید علمائے کرام نے شرکت کی۔ اس پروگرام میں عوام کی کثیر تعداد کے علاوہ فوٹوگرافر بھی موجود تھے، بلکہ ایک ٹی وی کا کیمرہ پورے پروگرام کو فلم بند کررہا تھا، پروگرام کے اِختتام پر اسٹیج سے اعلان ہوا کہ یہ پروگرام ٹی وی کے ''حق چینل'' پر نشر کیا جائے گا، اعلان میں یہ بھی کہا گیا کہ ہر بدھ کو رات دس بجے اسی چینل پر ایک عالمِ دِین .... کا درسِ قرآن

کا پروگرام آیا کرے گا، اس پروگرام کی ابتدا بدھ ۲۸/مارچ سے ہوگی، بندے کو جو اِطلاع موصول ہوئی ہے، اس کے مطابق اتوار ۲۵/مارچ کا پروگرام حق چینل پر ۳۱/مارچ کو رات دس بجے نشر کیا جائے گا۔

الحمدللہ! ہم بحیثیت عام مسلمان، زندگی کے ہر شعبے میں اور ہر مسئلے میں اپنے علمائے کرام کی طرف دیکھتے اور رہنمائی حاصل کرتے ہیں، اور اس کو دُنیا میں اپنی کامیابی اور آخرت میں نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں، لہٰذا آپ سے اس بارے میں بھی رہنمائی کی سخت ضرورت ہے کہ کیا گھر میں ٹی وی کا رکھنا اور اس پر فقط دِینی پروگراموں کا دیکھنا جائز ہے؟ جب علمائے کرام کا ٹی وی پر آنا جائز ہے تو عوام کا ان پروگراموں کا دیکھنا بھی جائز ہوگا، یہ تو ایک سادہ سی بات ہے، لیکن ٹی وی پر آنے کے جواز کا فتویٰ اگر جاری ہوا تو پھر اس کے ذیل میں اَن گنت سوالات پیدا ہوں گے، جن کا تشفی بخش جواب دینا ضروری ہوگا۔

اُمید ہے کہ آپ ہماری مکمل رہنمائی فرمائیں گے اور اُمتِ مسلمہ کو اس نئے فکری بھونچال سے نجات دِلائیں گے۔

بندہ: ابوطلحہ، عالمگیر مسجد بہادر آباد، کراچی‘‘

جواب:… تصویر بنانا اور بنوانا دونوں حرام ہیں اور اس کی حرمت پر پوری اُمت کا اِجماع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر بنانے والے کو ملعون قرار دیا ہے۔ چونکہ ٹی وی میں تصویر ہوتی ہے، اسی طرح وہ پروگرام جو کیمرے کے ذریعے محفوظ کرکے ویڈیو کی شکل میں چلائے جاتے ہیں، وہ بھی تصویر کے حکم میں ہیں، اس لئے ٹی وی اور ویڈیو کے پروگرام کرنا اور دیکھنا دونوں ناجائز ہیں۔ اس پر ہمارے تمام

اکابر کا فتویٰ ہے۔

بایں ہمہ اگر کوئی عالم یا مولوی ٹی وی پر آتا ہے یا اپنی ویڈیو بناتا، بنواتا یا اس کی اجازت دیتا ہے، تو کسی ایک عالم یا چند علماء کے اس عمل کو ٹی وی اور وی سی آر کے جواز پر بطورِ اِستدلال پیش کرنا دُرست نہیں، اس لئے کہ یہ ان کا انفرادی عمل ہے۔

۲:... اس کے ساتھ ہی یہ بات آج کل زیرِ بحث ہے اور اس پر تحقیق کی جارہی ہے کہ جو پروگرام ویڈیو کیسٹ اور سی ڈیز میں محفوظ کرلئے جاتے ہیں، وہ تصویر کے حکم میں ہیں یا نہیں؟ علماء کا ایک طبقہ اس کو تصویر نہیں سمجھتا، ان کا کہنا ہے کہ چونکہ ویڈیو اور سی ڈی کی موجودہ حالت میں تصویر نظر نہیں آتی، بلکہ وہ چند نقطے ہوتے ہیں اور ویڈیو کیسٹ یا سی ڈیز میں خوردبین لگاکر بھی ان کو نہیں دیکھا جاسکتا، البتہ جب ٹی وی اور کمپیوٹر میں ڈال کر ان کو چلایا جاتا ہے، تو ٹی وی اور کمپیوٹر کی مشین ان کو جوڑ کر ایک شکل بنادیتی ہے، لہٰذا یہ تصویر نہیں ہے۔

لیکن اس کے ساتھ ہی دُوسرا طبقہ اور اہلِ علم کی قابلِ اعتماد جماعت اس کو بھی تصویر کہتی ہے، کیونکہ جب وہ ٹی وی اور کمپیوٹر پر دیکھتے وقت تصویر ہے، تو اس کا حکم بھی تصویر ہی کا ہوگا۔

ہمارے اکابر کی یہی تحقیق ہے، اور یہی قابلِ اعتماد ہے اور اسی میں ہی سلامتی ہے، باقی جن حضرات کا عمل آپ نے نقل فرمایا ہے، ان ہی سے دریافت کیا جائے کہ اب تک جو چیز متفقہ طور پر ناجائز تھی، اب وہ جائز کیسے ہوگئی؟

پھر ان حضرات کے اس عمل سے گناہ اور بدکاری کی راہ کھل جائے گی، اور جب ٹی وی گھر میں آجائے گا، تو خیر سے جائز و ناجائز کی تحقیق ثانوی درجہ میں چلی جائے گی۔

رہی یہ بات کہ کفر نے اسلام کے خلاف ٹی وی کو ہتھیار کے طور پر اِستعمال کیا ہے، تو ہم اس کو اِشاعتِ اسلام کے لئے استعمال کیوں نہ کریں؟ بلاشبہ بادی

النظر میں یہ جذبہ اچھا معلوم ہوتا ہے، مگر اس اُمت کا یہ طرۂ اِمتیاز رہا ہے کہ اس نے اشاعتِ اسلام کے لئے کسی ناجائز کو ذریعہ نہیں بنایا، اگر اس کی اجازت ہوتی تو چوروں کی اصلاح کے لئے چوروں کے گروہ میں اور زانیوں کی اصلاح کے لئے زانیوں کے گروہ میں شامل ہونا، بلکہ کافروں کی اصلاح کے لئے کافروں کے گروہ میں شامل ہونا جائز ہوتا۔

پھراس کے علاوہ یہ بھی ضروری نہیں کہ جو کچھ اغیار کے پاس ہو، وہ ہمارے پاس بھی ہو، کیونکہ شیطان کو اِنسانی قلوب میں وساوس ڈالنے اور اس پر تسلط کا جو اختیار حاصل تھا اور ہے، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حاصل ہوتا، کیونکہ اشاعتِ کفر کے لئے شیطان جب یہ ہتھیار اِستعمال کرسکتا ہے، تو اللہ کا نبی اس کا زیادہ مستحق ہونا چاہئے تھا۔ اسی طرح جب شیطان انسانی قلوب کی اسکرین پر اپنے وساوس کے ذریعے گناہوں اور بدکاریوں کی فلم دِکھاتا ہے، تو ہمیں بھی اس کی اجازت ہونا چاہئے تھی۔

پھر ٹی وی اور وی سی آر کے جواز کے لئے یہ دلیل بھی کوئی اہمیت نہیں رکھتی کہ اگر ہم نے ان کو نہ اپنایا تو لادِین قوّتیں اس کو دِین کے بگاڑ کے لئے استعمال کریں گی اور اسلام کا حلیہ بگڑ جائے گا اور اسلام اپنی اصلی حالت میں باقی نہیں رہے گا، اس لئے کہ جب اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس قدر تسلط دینے کے باوجود بھی آج تک اسلام کو محفوظ رکھا ہے، تو آئندہ بھی تحریف سے اُسے بچائے گا، اس کے علاوہ ٹی وی کا پیغام حقانیت کی دلیل بھی نہیں، ورنہ شیطان کا پیغام، جو پوری دُنیا میں ہے، حق ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں، لہٰذا ہم دِینِ اسلام کی اشاعت اور اس کی حفاظت کے مکلّف ضرور ہیں، مگر جائز طریقہ پر اور بس، واللہ اعلم بالصواب!

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، شعبان ۱۴۲۹ھ)

اِنحطاط وتنزل کی اِنتہا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت کی جو جو علامات ارشاد فرمائی ہیں، کسی قدر معمولی غور و فکر سے دیکھا جائے تو وہ منظر قریب قریب اب ہمارے سامنے ہے، اور ایسا لگتا ہے کہ یہ ہمارا دور ہی وہی ہے، نہیں تو وہ دور ہم سے کچھ زیادہ دُور نہیں ہے، اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”عن موسی بن ابی عیسی المدینی: قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: کیف بکم اذا فسق فتیانکم وطغٰی نسائکم؟ قالوا: یا رسول اللہ! وان ذٰلک لکائن؟ قال: نعم! وأشد منه، کیف بکم اذا لم تأمروا بالمعروف وتنهوا عن المنکر؟ قالوا: یا رسول اللہ! وان ذٰلک لکائن؟ قال: نعم! وأشد منه، کیف بکم اذا رأیتم المنکر معروفًا والمعروف منکرًا۔“

(کتاب الرقائق، ابن مبارک ص:۴۸۴)

ترجمہ:... ”اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تمہارے نوجوان بدکار ہوجائیں گے، اور تمہاری لڑکیاں اور عورتیں تمام حدود پھلانگ جائیں گی، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ!

کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا: ہاں! اور اس سے بڑھ کر، اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب نہ تم بھلائی کا حکم کروگے، نہ بُرائی سے منع کروگے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ایسا بھی ہوگا؟ فرمایا: ہاں! اور اس سے بھی بدتر، اس وقت تم پر کیا گزرے گی؟ جب تم بُرائی کو بھلائی اور بھلائی کو بُرائی سمجھنے لگو گے۔''

ہمارے معاشرے کی بدلتی قدروں اور شر و فتنے کی نت نئی شکلوں کا جائزہ لیجئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیش گوئی حرف بہ حرف صادق آتی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اب ہم جس طرح بڑی بڑی بُرائیوں اور فحاشی و غلاظت کی ایمان شکن کارروائیوں کو صبر و تحمل سے برداشت کررہے ہیں، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہمارے اِیمان و اِیقان کی قوّتِ مدافعت جواب دے چکی ہے اور ہمارے دِلوں سے اِیمانی غیرت اور دِینی حمیت رُخصت ہوچکی ہے، اور ہماری اِیمانی رُوح مرچکی ہے۔ اب ہمیں اچھے اور بُرے کی تمیز نہیں رہی، اور ہمارے دِل و دِماغ اب فحاشی و عریانی کی غلاظت سے اُٹھنے والی سرانڈ کے عادی ہوچکے ہیں، اب ہمیں کوئی بُرائی، بُرائی نہیں لگتی اور کسی اچھائی کی مشامِ جاں کو معطر کرنے والی خوشبو سے ہم نامانوس ہوچکے ہیں۔

چنانچہ آئے دن دُنیا جہان میں اسلام، شعائرِ اِسلام پر حملے ہوتے ہیں اور ہم ان کو ٹھنڈے پیٹوں ہضم اور برداشت کرجاتے ہیں، دُنیائے کفر کے دریدہ دہن، اسلام کو طعن و تشنیع کا نشانہ بناتے ہیں، مگر ہماری پیشانیوں پر بل نہیں پڑتا، اسلام دُشمن، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتے ہیں، ان کی توہین و تنقیص کرتے ہیں، ان کے خلاف توہین آمیز خاکے شائع کرتے ہیں، ان کے خلاف دِل آزار کتابیں اور مضامین لکھتے ہیں، مگر ہماری جبین پر پسینہ نہیں آتا، دُنیائے کفر ایسے بدباطنوں کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے انہیں ''سر'' کا خطاب دیتی ہے، مگر ہمارے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی اور ہم احتجاج کے دو بول بولنے کا تکلف بھی نہیں کرتے، اسی

طرح وہ مکہ و مدینہ پر حملے کا اعلان کرتے ہیں مگر ہماری رَگِ حمیت نہیں پھڑکتی۔

مسجدیں اور مدرسے گرائے جاتے ہیں، ان پر بمباری کی جاتی ہے، مگر ہمیں کوئی پریشانی نہیں ہوتی، بلکہ ہم دو قدم آگے بڑھ کر ان کے عزائم کی تکمیل میں اپنے فوجیوں اور اپنے خزانے سے خریدے گئے اسلحے سے نفاذِ اِسلام کا مطالبہ کرنے والے لال مسجد و مدرسہ حفصہ کے علماء، طلبہ، طالبات، ہزاروں معصوم بچوں، بچیوں، بیواؤں اور یتیموں کو فاسفورس بم برسا کر کوئلہ کر دیتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اسلام کا نام لینے والے اور اِسلامی مملکت کے خزانے پر پلنے والے اب دِین و مذہب اور مسجد و مدرسہ کے نہیں، بلکہ مندر و کنیسہ اور گرجا و گردوارے کے محافظ ہیں۔

اب انہیں حرمین شریفین کی ایمان افزا ہواؤں اور امن و عافیت بخش جھونکوں کی نہیں، بلکہ یورپ و امریکا کی بادِ صرصر کی ضرورت ہے، یہی وجہ ہے کہ ان کو حرمین شریفین کو گزند پہنچانے کی کسی خبر سے کوئی پریشانی نہیں ہوتی، بلکہ ان کو یورپ و امریکا کے امن و امان کی فکر رہتی ہے، چنانچہ اگر کوئی دریدہ دہن مکہ و مدینہ پر حملے کی بات کرے تو ان کو کوئی اِضطراب نہیں ہوتا، اُلٹا یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ وہ حکومت کا نمائندہ نہیں تھا، لیکن اگر کوئی یورپ و امریکا کے مفادات کے خلاف بات کرے تو وہ قابلِ گردن زدنی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر مکہ و مدینہ کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والے سے یہ کہہ کر بے اعتنائی برتی جاسکتی ہے کہ ''وہ حکومت کا نمائندہ نہیں تھا'' تو جو لوگ امریکا اور مغرب کی دریدہ دہنیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں، ان کو القاعدہ کا رکن کہہ کر کیوں قابلِ گردن زدنی سمجھا جاتا ہے؟ اور ایسے ''مجرموں'' کو امریکا کے حوالے کیوں کیا جاتا ہے؟

کیا کہا جائے کہ ہم امریکا کے غلام ہیں یا پیغمبرِ اِسلام کے نام لیوا؟ ہمارے ہاں دِین و مذہب کی زیادہ اہمیت ہے یا دُنیا اور اس کے معمولی مفادات کی؟ ہم عیسائیت و یہودیت کے وفادار ہیں؟ یا اسلام کے...؟

ہمارے نزدیک امریکا اور یورپ کی عمارتوں کی زیادہ اہمیت ہے؟ یا مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کی؟ ہم امریکا اور اس کی ناپاک زمین کو زیادہ قابلِ احترام سمجھتے ہیں؟ یا مقدس اَرضِ حرم کو...؟

اس سب سے بڑھ کر تکلیف دہ اَمر یہ ہے کہ ہم جو کچھ کررہے ہیں، اس پر ذرّہ بھر نادم و شرمندہ نہیں ہیں، بلکہ دیکھا جائے تو ہم لال مسجد و مدرسہ حفصہ کے ہزاروں معصوموں کو خاک و خون میں تڑپا کر بھی خراجِ تحسین وصول کرنے کے منتظر ہیں، یہی مطلب ہے اس ارشادِ نبوی کا کہ: ''اس وقت تم پر کیا گزرے گی جب تم بُرائی کو بھلائی اور بھلائی کو برائی سمجھنے لگو گے۔''

....

اس کے ساتھ ہی تصویر کا دُوسرا رُخ دیکھئے تو اندازہ ہوگا کہ ہم ذِلت و اِدبار کی کس گہرائی میں گر چکے ہیں، دِین و مذہب سے کس قدر دُور جاچکے ہیں؟ اور ہوا و ہوس پرستی، عریانی، فحاشی، راگ باجے اور خواہشِ نفس کے سامنے اس قدر مجبور ہوچکے ہیں، کہ نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو ناجائز و حرام قرار دیا تھا، ہم پوری قوّت و طاقت سے ان کو حلال و جائز قرار دینے کے لئے کوشاں ہیں۔

آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ: ''بعثت بکسر المزامیر'' (کنزالعمال ج:۱۵ ص:۲۲۶) ...میں آلاتِ لہو ولعب کو توڑنے...اور گانے بجانے کو مٹانے... کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں...مگر اس کے برعکس اَبنائے کفر اور ذُرّیتِ اِبلیس نے ہمیں اپنی مخصوص حکمتِ عملی اور عیاری سے نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن اور سنت کے مقابلے میں لاکر کھڑا کردیا اور ہم خدا کے نام سے منسوب فلم ''خدا کے لئے'' کے عنوان سے پورے دِین و مذہب اور شریعت کا مذاق اُڑانا شروع ہوگئے، اِنا للہ واِنا اِلیہ راجعون!

چنانچہ نئی نسل کو دِین و مذہب اور علماء سے متنفر و باغی کرنے، داڑھی، اِرتداد

کی شرعی سزا، اسلامی لباس، مذہبی عسکریت پسندی، طالبان کی اسلام پسندی کی بُرائی، قباحت اور شناعت دِلوں میں بٹھانے کے علاوہ موسیقی کی حلت، مسلم لڑکی کے غیر مسلم سے نکاح، اوباش و آوارہ زندگی، بے حیائی و بے شرمی اور خواتین کی مادر پدر آزادی پر مشتمل ایک فلم بنوائی گئی، جس کا نام سن کر ہی دانتوں پسینہ آجاتا ہے کیونکہ: ''برعکس نہند نامِ زنگی کافور'' کے مصداق جس فلم میں اللہ سے عداوت و بغاوت اور کفر وطغیان کی تعلیم دی گئی ہو، اس کا نام ''خدا کے لئے'' رکھ کر کیا...نعوذ باللہ!...اللہ تعالیٰ کے قہر کو دعوت نہیں دی جارہی ؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب اور قہر کو جوش آئے اور ہم سب ہی نشانِ عبرت بن جائیں...؟

اس فلم کی ویب سائٹ اور اَخباری اطلاعات کے مطابق اس فلم کا پسِ منظر یہ ہے کہ ایک گلوکار کو اللہ تعالیٰ نے کسی بندۂ خدا کی برکت سے ہدایت نصیب فرمائی تو اس نے گانے بجانے اور ڈھول تماشے کی گناہ آلود زندگی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خیر باد کہہ کر دِین وشریعت کی زندگی اپنالی، جب اس نے اس غلیظ زندگی اور غلاظت بھرے ماحول سے توبہ کرکے معصیت کی جگہ طاعت، گناہ کی جگہ نیکی، بغاوت کی جگہ اطاعت، دُنیا کی جگہ آخرت، ظلم کی جگہ عدل ،ہوا و ہوس کی جگہ دِین وشریعت، گمراہی کی جگہ ہدایت کو اَپنالیا اور ان کی دعوت وتبلیغ شروع کردی، تو ذُرّیتِ اِبلیس کے سینے پر سانپ لوٹنے لگے، ان سے یہ برداشت نہ ہوسکا کہ ایک مسلمان راہِ راست پر کیسے آگیا؟ اس پر حقیقتِ حال کیوں کھل گئی؟ اس نے اپنی خوبصورت آواز کو حمد ونعت اور تلاوتِ کلام اللہ میں استعمال کرنا کیوں شروع کردیا؟ اس نے گانے باجے اور راگ و رنگ کی مذمت کیوں شروع کردی؟ اس کے اس طرزِ عمل سے اس کے سینکڑوں پرستاروں نے اس غلیظ کوچہ و بازار سے کیوں منہ موڑ لیا؟ اس نے اور اس کے چاہنے والوں نے مسجد و مدرسے کا رُخ کیوں کیا؟ اس کی دیکھا دیکھی مسلم نوجوان اس کی ہم نوائی کیوں کرنے لگے؟ وہ یورپ وامریکا کی جگہ حرمین شریفین کے چکر کیوں کاٹنے لگا، اس نے

نفس و شیطان کو چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول کا دامن کیوں تھام لیا؟ وغیرہ وغیرہ۔

یہ تھا وہ دُکھ اور یہ تھی وہ تکلیف اور درد جس کی وجہ سے ضلالت و گمراہی کے پجاریوں اور دِین و مذہب کے غداروں کے پیٹ میں مروڑ اُٹھنے لگے، چنانچہ انہوں نے مسلمانوں سے بدلہ لینے اور ان کو اس کا مزہ چکھانے کے لئے وہ کھیل کھیلا کہ شیطان بھی اُنگشت بدنداں ہوگا، شاید اس کو بھی یہ ترکیب نہ سوجھی ہوگی کہ کسی غلیظ فلم پر ''خدا کے لئے'' کا ٹائٹل استعمال کیا جائے، کیا کوئی مسلمان یہ گوارا کرسکتا ہے کہ کسی زناکاری، بدکاری، عیاشی، فحاشی اور جسم فروشی کے اَڈّے پر ''خدا کے لئے'' کا بورڈ سجادیا جائے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ایک ایسی فلم ...جس میں اَحکامِ اسلام، شعائرِ اِسلام اور منصوصاتِ شرعیہ کا انکار کیا گیا ہو، جس میں غنا اور موسیقی جیسی لعنت کو ...جس کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے: ''**الغناء ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل**'' (کنزالعمال ج:۱۵ ص:۲۱۸) ...گانا باجا، دِل میں اس تیزی سے نفاق پیدا کرتا ہے جس تیزی سے پانی سبزی کو اُگاتا ہے... جائز و حلال باور کرانے کی کوشش کی گئی ہو، جس میں داڑھی جیسے حکمِ شرعی کا مذاق اُڑایا گیا ہو... اس پر ''خدا کے لئے'' کا عنوان لگانا کیونکر گوارا اور برداشت ہوسکتا ہے؟ نعوذ باللہ! کہیں یہ اس گھناؤنی سازش کا حصہ تو نہیں کہ آئندہ لوگ گناہ کو گناہ سمجھ کرنہیں، بلکہ نیکی سمجھ کر کیا کریں؟ کیا اس کا یہ معنی نہیں کہ آئندہ مسلمان خنزیر کے گوشت کو بکری کا گوشت سمجھ کر کھایا کریں؟ یا شراب اور پیشاب پر زَمزم کا لیبل لگاکر استعمال کیا کریں؟ یا پھر نعوذ باللہ! ناچ گانے کے کلب پر ''بیت اللہ'' کا بورڈ لگاکر اس کنجر خانے کو بیت اللہ کا نام دیا جائے...؟

ہائے افسوس! کہ مسلمان تقلیدِ مغرب میں اس قدر مسخ ہوگیا ہے کہ اب وہ جھوٹ، سچ اور حق و باطل کے درمیان حائل دیوار گرانے پر تل گیا ہے، اور جو کام دُنیائے کفر اور ذُرّیتِ اِبلیس نہ کرسکی تھی، اس کا ذمہ اس نام نہاد مسلمان نے اُٹھالیا ہے؟ کیا کہا جائے ایسے لوگ مسلمان کہلانے کے لائق ہیں یا کافر؟ کیا صرف اسلامی

نام رکھنے سے آدمی مسلمان بن جاتا ہے؟ دیکھا جائے تو ان فلم سازوں نے مسلمانوں کی دِینی، ملّی غیرت پر حملہ کیا ہے، بلاشبہ یہ فلم محض فلمی کردار نہیں، بلکہ دِین و مذہب، امانت و دیانت، شرافت و صداقت، عفت و عصمت، حمیت و غیرت، شرم و حیاء، تقویٰ و تدین، غرض تمام دِینی اقدار کے خلاف کھلی بغاوت اور اِعلانِ جنگ ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے کافر و مسلمان کے باہمی نکاح کو ناجائز و حرام قرار دے کر، اس پر پابندی لگاتے ہوئے فرمایا تھا:

"وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ، وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ، وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا، وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ، اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ، وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ، وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ." (البقرۃ:۲۲۱)

ترجمہ:... "اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لے آئیں، اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے مشرک بی بی سے اگرچہ وہ (مشرک عورت) تم کو بھلی لگے، اور نکاح نہ کرو مشرکین سے جب تک وہ ایمان نہ لے آویں، اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ (مشرک مرد) تم کو بھلا لگے، وہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف، اور اللہ بلاتا ہے جنت کی اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے، اور بتلاتا ہے اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں۔" (ترجمہ شیخ الہند)

مگر یہ باغیانِ دِین و مذہب کہتے ہیں ہمیں یہ پابندی قبول نہیں، بلکہ ...نعوذ باللہ... مسلمان لڑکی کسی کافر و مشرک کے نکاح میں دی جاسکتی ہے؟ یہی وجہ ہے

کہ اس فلم میں مسلمان لڑکی کے غیر مسلم سے شادی رچانے کو نہ صرف جائز قرار دیا گیا ہے، بلکہ گویا اس کی ترغیب دی گئی ہے۔

کیا یہ دِین و شریعت اور قرآن و سنت سے اِعلانِ بغاوت نہیں؟ کیا یہ کتاب اللہ کا انکار نہیں؟ کیا کتاب اللہ کا انکار کفر نہیں؟ کیا کہا جائے کہ یہ فلم کفر و اِرتداد کی اشاعت و ترویج کے لئے بنائی گئی ہے؟ یا مسلمانوں کی گرتی ساکھ بحال کرنے کے لئے؟ کیا اس فلم کے بنانے والے، اس کی اشاعت و ترویج کرنے والے مسلمان ہیں؟ کیا سمجھا جائے کہ ایسے لوگ مسلمانوں کے ترجمان ہیں یا دُنیائے کفر کے ایجنٹ؟ پھر جو لوگ اس فلم کی خرید و فروخت اور دیکھنے دِکھانے کے اعتبار سے اسلام دُشمنوں کے مذموم مقاصد کی تکمیل کا ذریعہ بن رہے ہیں، کیا وہ اس میں برابر کے شریک نہیں...؟

ہائے افسوس! کہ مسلمان کو اس کا احساس تک نہیں رہا کہ اس کی صلاحیتیں، اس کی جان و مال کہاں خرچ ہو رہا ہے؟ اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنا وزن اسلام دُشمنوں کے پلڑے میں ڈال کر اپنی دُنیا و آخرت تباہ کر رہا ہے۔

اسی طرح دُنیائے کفر اور یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ اس فلم کی اشاعت، ترویج اور مقبولیت کے اظہار و بیان کے لئے اخبارات، رسائل اور میڈیا میں بڑے بڑے اور جہازی سائز کے اشتہارات شائع کرکے باور کراتے ہیں کہ اب تک اس فلم کو اتنا اتنا لاکھ افراد دیکھ چکے ہیں۔

گویا وہ اپنے تئیں یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم اپنے مقاصد میں اس قدر کامیاب ہوگئے ہیں؟ حالانکہ ان کم نصیبوں کو یہی نہیں معلوم کہ یہ سب کچھ ان کی مخالفت میں جارہا ہے۔

کیونکہ اس فلم کے دیکھنے والے ان لاکھوں افراد کی گمراہی و ضلالت کا وبال و گناہ بھی ان کم نصیبوں کے نامۂ اَعمال میں لکھا جارہا ہے، اس لئے کہ: ”مَن سَنَّ فی

الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا و وزر من عمل بھا" (مشکوٰۃ ص:۳۳)... جس نے کوئی بُرا طریقہ ایجاد کیا، اس کا وبال اور ان سب لوگوں کا وبال جنہوں نے اس کی تقلید میں اس بُرے عمل کو اپنایا، اس کی گردن پر ہوگا...۔

اب بتلایا جائے کہ فلم بنانے، اس کی اشاعت و ترویج یا خرید و فروخت کرنے والوں کو اس پر خوش ہونا چاہئے یا رونا چاہئے؟

بلاشبہ جب کوئی شخص دِین و مذہب سے بیزار، فکرِ آخرت سے عاری، اور ہوا و ہوس کا پرستار بن جائے، تو وہ نفع نقصان کے احساس سے محروم ہوجاتا ہے، بلکہ وہ جائز و ناجائز اور حلال و حرام کے تصوّر سے بھی ناآشنا ہوجاتا ہے، اُسے مضر و مفید بلکہ اسے زہر و تریاق میں کوئی فرق نہیں نظر آتا۔

یہی کچھ اس بدنامِ زمانہ فلم "خدا کے لئے" کے ڈائریکٹر شعیب منصور کے ساتھ ہوا ہے، چنانچہ اس فلم کی ویب سائٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف مصوّری اور موسیقی کے عشق میں اتنا آگے جاچکے ہیں کہ خیر سے اب وہ عقل و دانش کی تمام حدیں پار کرچکے ہیں، جیسا کہ وہ فرماتے ہیں:

"میں اس بات پر کبھی یقین نہیں کرسکتا کہ اللہ دُنیا میں
اپنی ہی عطا کردہ خوبصورت ترین چیزوں سے نفرت کرے گا،
یعنی موسیقی اور مصوّری۔"

کیا کہا جائے کہ موصوف کی عقل و خرد اور دِل و دِماغ دُرست ہیں؟ کہیں یہ صاحب ذہنی مریض تو نہیں؟ ورنہ کوئی معمولی عقل و فہم کا انسان اس کے سمجھنے سے قاصر نہیں کہ دُنیا میں جتنا چیزیں ہیں، سب ہی اللہ کی پیدا کردہ اور عطا کردہ ہیں، یہ دُوسری بات ہے کہ ان میں سے جو چیزیں انسان کے لئے مفید و نفع بخش تھیں، ان کے استعمال کو حلال و جائز قرار دیا گیا، اور جو اِنسانوں کے لئے نقصان دہ یا ضرر رساں تھیں ان کو حرام اور ناجائز قرار دیا گیا۔

اس تفصیل کے بعد موصوف کا یہ ارشاد کیونکر دُرست ہوسکتا ہے؟ کہ: ''میں اس بات پر کبھی یقین نہیں کرسکتا کہ اللہ دُنیا میں اپنی ہی عطا کردہ خوبصورت ترین چیزوں سے نفرت کرے گا، یعنی موسیقی اور مصوّری'' کیا دُنیا میں جتنا حرام و ناپاک چیزیں ہیں، ان کو اللہ کے علاوہ کسی اور نے پیدا یا عطا کیا ہے؟ اگر جواب اِثبات میں ہے تو کیا یہ مجوسیوں کا عقیدہ نہیں تھا کہ وہ خالقِ خیر اور خالقِ شر کو دو الگ خدا مانتے تھے؟ اب بتلایا جائے کہ موصوف کا یہ ارشاد اسلام سے میل کھاتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں...!

چلو اگر موصوف کے اس فلسفے کو مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ تمام چیزیں حلال و پاک ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے نفرت نہیں کرتا تو کیا ہم ان سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ جتنا حرام چیزیں ہیں وہ اللہ کی عطا کردہ نہیں ہیں؟ حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسلمان کے لئے بہت ساری چیزوں کے علاوہ بہت سے ایسے رشتے بھی بنائے ہیں جن سے نکاح شادی حرام ہے، مثلاً: ماں، بیٹی، بہن، خالہ، بھتیجی، بھانجی وغیرہ، کیا یہ رشتے اللہ کے عطا کردہ اور خوبصورت نہیں ہیں؟ اگر کسی کی بیٹی اور بہن خوبصورت ہو تو کیا وہ خدانخواستہ اس سے شادی رچاسکتا ہے؟ اسی طرح کیا خنزیر، کتا، بھیڑیا اور سانپ وغیرہ اللہ کے پیدا کردہ جانور نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو کیا جناب فلم ساز صاحب ان کے بارے میں فرمادیں گے کہ یہ سب حلال ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ہی عطا کردہ چیزوں سے نفرت نہیں کرتا۔ کیا سمجھا جائے کہ موصوف ان کے حلال ہونے کے قائل ہیں؟ کیا وہ سوَر خور ہیں؟ کیا وہ اپنی بہن، بیٹی اور ماں سے جنسی تقاضے پورے کرنے کے قائل ہیں؟ اگر نہیں، اور یقیناً نہیں، تو موسیقی اور مصوّری کے بارے میں اس ہرزہ سرائی کا کیا معنی؟

پھر یہ بات بھی محلِ نظر ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے موسیقی عطا فرمائی ہے'' اس لئے کہ موسیقی اللہ کی عطا نہیں، بلکہ انسان کا اپنا فعل ہے، لہٰذا جیسے یہ کہنا جائز نہیں کہ زنا اور قتل و غارت گری اللہ کی عطا کردہ ہے، اسی طرح موسیقی اور مصوّری کو بھی اللہ کی

عطا کہنا جہالت و بے عقلی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت اور عقلِ سلیم نصیب فرمائے، آمین!

الغرض سمجھ نہیں آتا کہ یہ دُنیا کے بچاری اس اِیمان شکن اور گمراہ کُن فلم پر اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ کیا ان کو مرنا نہیں؟ کیا ان کو موت، آخرت اور قیامت پر ایمان نہیں؟ اگر ہے اور یقیناً ہے، جیسا کہ فلم سازوں کے ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ خیر سے وہ بھی مسلمان ہیں، تو بتلایا جائے کہ وہ اس بغاوتِ اسلام پر اللہ کے سامنے کیا جواز پیش کریں گے...؟

بھلا جہاں ہر شخص کو اپنی نجات کے لالے پڑے ہوں گے، وہاں یہ لوگ اس ایمان شکن و اخلاق سوز فلم کے ذریعے گمراہ اور بے راہ ہونے والے کروڑوں انسانوں کے ایمان وعمل کو غارت کرنے کا وبال کیونکر برداشت کرسکیں گے...؟

اس لیے اس فلم کو خریدنا، بیچنا، اس کی تشہیر کرنا، دیکھنا اور دِکھانا سب ناجائز، حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، بلکہ اندیشہ ہے کہ اس گستاخی پر اِیمان نہ سلب ہوجائے، اسی طرح جن لوگوں نے یہ فلم بنائی ہے ان کو چاہیے وہ اس ایمان شکن فعل سے توبہ کریں اور بغاوتِ خداوندی کے اس نشان کو ختم کریں، ورنہ خطرہ ہے کہ کہیں یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا نشانہ نہ بن جائیں۔

لہٰذا ہم فلم کے بنانے، بنوانے، اس کی تشہیر کرنے، سینما ہالوں پر چلانے، دیکھنے اور خرید وفروخت کرنے والوں سے نہایت دِل سوزی سے عرض کرنا چاہیں گے کہ اپنی دُنیا و آخرت خراب نہ کریں، اور اس گھاٹے کے سودے سے فوراً رُجوع کرلیں، ورنہ بہرحال اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہے...!

وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ "بینات" کراچی، رمضان المبارک ۱۴۲۸ھ)

مسلمان بچوں کو مرتد بنانے کی سازش

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

کسی قوم و ملک کی تعمیر و ترقی اور عظمت و سربلندی میں اس کی تعلیم، معیارِ تعلیم اور نصابِ تعلیم، ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

بلاشبہ نصابِ تعلیم انسان کو اخلاقی قدروں سے آگاہ اور رُوشناس کرتا ہے، نصابِ تعلیم انسان کی ذہنی اور فکری تعمیر و تربیت کرتا ہے، نصابِ تعلیم کے ذریعے انسان کے قلبی رُجحانات اور طبعی احساسات کی تعمیر و تخریب ہوتی ہے، نصابِ تعلیم انسان کے دِین و مذہب کی اساس و بنیاد کا کردار ادا کرتا ہے اور نصابِ تعلیم ہی انسان کو دِین دار و بے دِین اور مسلم و کافر بناتا ہے۔

کیونکہ نصابِ تعلیم ہی نئی نسل کی ذہنی اور فکری تعمیر، ترقی اور تربیت میں بنیادی پتھر کا کردار ادا کرتا ہے، اس لئے کہ ایک معصوم بچہ یا خالی الذہن طالبِ علم شروع دن سے جو کچھ درس گاہ اور اساتذہ سے سنے گا، اس کے دِل و دِماغ اور تحت الشعور میں نقش کالحجر ہوجائے گا۔

اسی فلسفے کے تحت ہر نبی اپنی اُمت کے لئے معلّم اور وحیٴ اِلٰہی اس کا نصابِ تعلیم ہوتا ہے، چنانچہ اللہ کا نبی ان خدائی تعلیمات کی روشنی میں اپنی اُمت اور ماننے والوں کی ذہنی اور فکری تربیت کرتا ہے، اور اپنی اُمت کو انہی خطوط پر گامزن کرکے رشکِ ملائک بناتا ہے۔

اس کے برعکس جس قوم و ملت کا نصاب ناقص ہو، یا اس کی درس گاہ کے نظامِ تعلیم میں کجی اور جھول ہو، وہ کامل، مکمل اور ترقی یافتہ نہیں کہلاسکتی۔ وہ ناقص، نامکمل، ادھوری، غیرمہذّب اور غیرترقی یافتہ کہلائے گی، کیونکہ وہ ہر معاملے میں دُوسروں کی دست نگر اور محتاج ہوگی۔

بلاشبہ اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، اس میں کسی اعتبار سے کوئی جھول، نقص یا کمی نہیں، یہی وجہ ہے کہ اسلام میں انسان کے بچپن، جوانی، بڑھاپے، زندگی، موت، مابعدالموت اور ایمان وعقیدے سے متعلق واضح تعلیمات موجود ہیں، مثلاً ایک مسلمان کو اللہ تعالیٰ، اس کے ملائک، آسمانی کتابوں، انبیاء، رسولوں، یومِ آخرت، اچھی بُری تقدیر، مرنے کے بعد جی اُٹھنے، جنت وجہنم میں لے جانے کا سبب بننے والے اعمال، حساب، کتاب، میزانِ عمل، میدانِ حشر اور پلِ صراط وغیرہ کے بارے میں تمام تفصیلات سے آگاہ کیا گیا ہے۔

صرف یہی نہیں بلکہ دیکھا جائے تو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام کا بھی قریب قریب یہی نصاب تھا، آخر میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نصاب کی تکمیل وتتمیم فرمائی اور یہود ونصاریٰ کی جانب سے اس میں جو جو اضافے یا کوتاہیاں دَر آئی تھیں، یا اس میں غلط عقائد ونظریات اور باطل رَسم و رِواج شامل ہوگئے تھے، ان کی اصلاح فرماکر اس کو کامل ومکمل فرمادیا، اس لئے ارشاد ہوتا ہے:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (المائدۃ:۳)

ترجمہ:... "آج میں نے تمہارے لئے تمہارے دِین کو کامل کردیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی، اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دِین کے پسند کیا۔"

اس کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درج ذیل ارشادات میں واضح فرمایا کہ:

الف:... ''انما بعثت معلّمًا'' (مشکوٰۃ ص:۳۶) ...میں معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں...۔

ب:... ''بعثت لأُتمم مکارم الأخلاق'' (کنزالعمال ج:۱۱ ص:۴۲۰) ...میں عمدہ اخلاق کی تعلیم وتکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں...۔

چونکہ ہر شخص جانتا ہے کہ نئی نسل اور خالی الذہن افراد کو جیسی تعلیم اور جیسی فکر وسوچ دی جائے گی، انہیں خطوط پر اس کی ذہنی، فکری نشوونما ہوگی اور اس کے دِل و دِماغ میں دِین و مذہب اور اِیمان وعقیدے کے اسی طرح کے نقوش مرتب ہوں گے، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، اَئمہ مجتہدینؒ اور چودہ صدیوں کے اکابرینِ اُمت نے اسی غرض سے اُمت کے لئے ہمیشہ ایسا نصابِ تعلیم مرتب فرمایا کہ اس کی برکت سے حق و سچ اور کذب و باطل نکھر کر سامنے آگیا۔

مگر اے کاش! کہ اب اُمتِ مسلمہ کی تعلیم و تربیت اور نصابِ تعلیم کی ترتیب وتدوین ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہے، جو خیر سے خود ہی دِین و مذہب اور نصوصِ قطعیہ سے ناآشنا و نابلد ہیں، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور کی مرتب کردہ ساتویں جماعت کے لئے پنجابی کی دُوسری کتاب کے ص:۳۰، پر جناب غفران سیّد صاحب کے مضمون ''ساڈے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے شروع میں درج ہے:

''پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم باراں ربیع الاوّل نوں
پیر دہاڑے دی پیاری سویر ویلے عرب دے مشہور تے مبارک
شہر مکے وچ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا دے گھر پیدا ہوئے، اوس
ویلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نوں وفات پائیاں پنج سو اکہتر

ورہے ہو چکے سن۔“

(پنجابی دی دوجی کتاب، ستویں جماعت لئی، ترمیم شدہ ص:۳۰)

کون نہیں جانتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت واقع نہیں ہوئی؟ بلکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اُٹھالیا ہے اور قربِ قیامت میں جب وہ نازل ہوں گے تو تمام اہلِ کتاب آپ پر اِیمان لائیں گے، چنانچہ اِرشادِ اِلٰہی ہے:

”وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۙ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ، وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا. وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ.“ (النساء: ۱۵۷ تا ۱۵۹)

ترجمہ:... ”اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک، بلکہ اس کو اُٹھالیا اللہ نے اپنی طرف، اور اللہ ہے زبردست حکمت والا، اور جتنے فرقے ہیں اہلِ کتاب کے، سو عیسیٰ پر اِیمان لائیں گے اس کی موت سے پہلے۔“

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اُٹھائے جانے اور قربِ قیامت میں ان کے زندہ آسمان سے نازل ہونے اور ان کے کارناموں کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

”والذی نفسی بیده! لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حَکَمًا عدلًا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتّٰی لایقبله احد....“

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۴۹)

ترجمہ:... ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! عنقریب تمہارے درمیان (عیسیٰ) ابنِ مریم عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے، پس وہ صلیب کو توڑیں

گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جنگ کو موقوف کردیں گے اور مال
اس قدر لٹائیں گے کہ اس کو قبول کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔“

قرآنِ کریم، احادیثِ متواترہ اور نصوصِ قطعیہ پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا گیا اور نہ ان پر موت واقع ہوئی ہے، مگر اے کاش! کہ پنجاب ٹیکسٹ بورڈ کے بزرچ مہر اور مرتبینِ نصاب اس کے برعکس فرماتے ہیں کہ:

”ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ربیع الاوّل کو پیر
کے دن کی پیاری صبح کے وقت عرب کے مشہور اور مبارک شہر مکہ
مکرمہ میں بی بی آمنہ کے گھر پیدا ہوئے، اور اس وقت حضرت
عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کو پانچ سو اِکہتر سال ہو چکے تھے۔“

کیا کہا جائے کہ یہ لوگ دِین و مذہب سے آشنا ہیں یا جاہل و لاعلم؟ کیا ایسے لوگ جو قصداً اور جان بوجھ کر قرآنی نصوص، احادیثِ متواترہ اور چودہ صدیوں کے اکابر و محققین کے متفقہ اور اِجماعی عقیدے سے متصادم عقائد و نظریات کی تعلیم و ترویج کے مرتکب ہوں، ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جاسکتی؟ کیا ایسے بدقماشوں کے خلاف ملکی قانون حرکت میں نہیں آتا؟ کیا یہ ہاٹ میٹر نہیں؟ کیا اس کے خلاف محکمہ انفارمیشن کو ایکشن لیتے ہوئے شرم آتی ہے...؟

بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ قادیانیوں اور یہودیوں کے علاوہ کسی مسلمان کا نہیں ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی بدباطن قادیانی نے عیاری و چالاکی سے مسلمان بچوں کو گمراہ کرنے کے لئے یہ مضمون شامل کیا ہو؟ اگر ایسا ہے تو کیا اس کے خلاف کوئی چارہ جوئی نہیں ہوگی...؟

کہیں ایسا تو نہیں کہ مرتبینِ نصاب میں اسلام دُشمن قادیانی اور مرزائی مہرے موجود ہوں؟ اور وہ منصوبہ بندی سے مسلمان نونہالوں کو مرتد بنانے کی سازش میں مصروف ہوں؟ اگر ایسا ہے تو اس کے سدِّباب کے لئے کس کا دروازہ کھٹکھٹایا جائے...؟

اس سب سے تکلیف دہ امر یہ ہے کہ اس کفریہ عقیدے اور مضمون پر مشتمل کتاب کی ثقاہت و تصدیق پر وزیرِ اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز اِلٰہی صاحب کا بایں الفاظ پیغام بھی موجود ہے:

''وزیرِ اعلیٰ (پنجاب) کا پیغام''

''عصرِ حاضر علمی ترقی کی انتہاؤں کو چھو رہا ہے، ترقی یافتہ اقوام کا طرۂ امتیاز اعلیٰ تعلیمی معیار ہے، اس مقصد کے حصول میں نصاب اور درسی کتب کو بنیادی اہمیت حاصل ہے جن کو جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنا ہماری حکومت کا تعلیمی میدان کو فوقیت دینا ثابت کرتا ہے، نصاب کی اَز سرِ نو تشکیل کے ساتھ ساتھ درسی کتب کی تصنیف و تدوین میں بھی ہم نے کہنہ مشق ماہرین کی خدمات حاصل کیں جو اعلیٰ معیارِ تعلیم کے حصول میں یقیناً ممد و معاون ہوں گی۔

عزیز طلبہ و طالبات! زندگی کے اعلیٰ معیار کے حصول میں علمی ترقی اور اعلیٰ معیار بنیاد کا درجہ رکھتے ہیں، ہماری حکومت اس بنیاد کی فراہمی کے لئے مقدور بھر کوششیں کر رہی ہے۔ آپ کا فرض ہے کہ ان نصابی کتب سے استفادہ کریں اور پاکستان کی تعمیر و ترقی میں بھرپور کردار اَدا کریں۔

میں دُعا کرتا ہوں کہ ہماری نسلِ نو جدید تعلیمی تقاضوں کو مدِ نظر رکھ کر ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو، آمین۔

چودھری پرویز اِلٰہی
(وزیر اعلیٰ پنجاب)۔''

گویا اس کفر کو وزارتِ اعلیٰ پنجاب نے بھی سندِ جواز فراہم کی ہے، تاکہ کسی معصوم اور مسلمان بچے کو اس کتاب کے کسی مضمون پر ذرّہ بھر کسی شک و شبہ کی گنجائش

نہ رہے، بلکہ اسے من وعن قبول کرکے اس کے مطابق اپنا ایمان وعقیدہ بنایا جاسکے، فانا للہ وانا الیہ راجعون...!

ہم اربابِ حکومت اور وزارتِ تعلیم کی خدمت میں گزارش کریں گے کہ دِینی مدارس کے نصاب اور نظامِ تعلیم اور اس کی اصلاح وترمیم کی سوچ وفکر میں ہلکان ہونے کے بجائے سرکاری اسکولوں میں پڑھنے والے مسلم نونہالوں کے اِیمان و عقیدے کے تحفظ کی فکر کریں، اور ان کو کافر و مرتد بنانے والے دُشمنانِ اسلام اور غدارانِ ملک وملت کا تعاقب کریں۔

مانا کہ دِینی مدارس اور ان کا نصاب و نظامِ تعلیم تمہارے اور تمہارے آقاؤں کے ذوق و مزاج سے میل نہیں کھاتا، مگر بحمداللہ! اس کا اطمینان رکھئے کہ دِینی مدارس کے نصاب میں جس طرح ملک و ملت دُشمنی کی تعلیم نہیں دی جاتی، اسی طرح دِین و مذہب سے برگشتہ کرکے مسلمان بچوں کو اِرتداد کی گہری غاروں میں بھی نہیں دھکیلا جاتا۔

لہٰذا جو بدبخت وزارتِ تعلیم اور وزیرِ اعلیٰ پنجاب کی ناک کے نیچے بیٹھ کر مسلمان بچوں کو گمراہ کرنے اور ان کو مرتد بنانے کی ناپاک کوششوں میں مصروف ہیں، ان کو لگام دی جائے، بلاشبہ یہ ملک وملت اور دِین و مذہب کی بہت بڑی خدمت ہوگی۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی، ذوالقعدہ ۱۴۲۹ھ)

اقوامِ متحدہ اور امریکہ کی انسانیت دُشمنی!

انسانی حقوق کی تنظیموں کے منہ پر زوردار طمانچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

سپر طاقتوں کی آلۂ کار، دُنیائے کفر کے حقوق کی پاسبان اور ''انسانی حقوق'' کے تحفظ کی دعوے دار ''اقوامِ متحدہ'' اور ''ایمنسٹی انٹرنیشنل'' کو غالباً امریکہ کا دوغلا پن اور منافقانہ کردار نظر نہیں آتا، یا وہ جان بوجھ کر اس سے آنکھیں بند کرلیتی ہیں، جبکہ ان کی ''دُوربین نگاہیں'' دُنیا کے کسی حصے میں کسی کافر کو چبھنے والے کانٹے کو نہ صرف دیکھ سکتی ہیں، بلکہ انہیں اس کی تکلیف کا احساس بھی ہوتا ہے، چنانچہ وہ ایسے کسی معاملے پر چیخ اُٹھتی ہیں اور اس پر شورِ محشر برپا کردیتی ہیں، مگر یہاں ان کی ناک کے نیچے ''امن کے عالمی چمپئن'' امریکہ میں انسانوں کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کیا جاتا ہے، لیکن ان کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی، اور حرفِ غلط کی طرح ان کے منہ سے امریکہ کی انسانیت دُشمنی کے خلاف صدائے احتجاج بلند نہیں ہوتی۔ مانا کہ عراق، افغانستان، کشمیر، فلسطین، بوسنیا، چیچنیا، الجزائر اور کوسوو چونکہ مسلمان ہیں، اس لئے وہ کسی انسانی سلوک کے مستحق نہیں، اس لئے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو ان کا قتلِ عام اور ان پر خونچکاں مظالم دِکھائی نہیں دیتے، مگر خود ان کا اپنی برادری سے کیا سلوک ہے؟ عیسائیت اور انسانی حقوق کے نام پر مسلمان اکثریتی ملک کے عین وسط میں

عیسائی اسٹیٹ ’’مشرقی تیمور‘‘ قائم کرنے اور بوسنیا سے مسلمانوں کو بے دخل کرنے والوں کو اس انسان دُشمنی کا کچھ نوٹس لینا چاہئے۔

اخباری رپورٹ کے مطابق امریکہ میں ہر سال پچاس ہزار انسانوں کی آزادی سلب کر کے انہیں ظلم و تشدّد کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اور ان مجبور و مقہور غیر ملکیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا جاتا ہے، عورتوں اور بچوں کو زبردستی جسم فروشی اور مشقت پر مجبور کیا جاتا ہے۔

ایک مسلمان اور عرب مجاہد کی آڑ میں پوری اُمتِ مسلمہ کے خلاف برسر پیکار، اور پوری اُمتِ مسلمہ کو دہشت گرد قرار دینے والے بین الاقوامی دہشت گرد امریکہ کو اپنا ظلم و تشدّد اور دہشت گردی نظر نہیں آتی۔

دُوسری طرف امریکہ اپنے مخصوص مفادات کی خاطر، ایک مسلمان ملک پر ’’چڑھائی‘‘ کر کے ان کی عوام کو ظلم و تشدّد کا نشانہ بناتا ہے، اور اپنی زَرخرید لونڈی ’’اقوامِ متحدہ‘‘ کے ذریعہ ان کے خلاف اقتصادی پابندیاں عائد کر کے مسلمانوں کی نسل کشی کرتا ہے، مگر اس پر انسانی حقوق کی دہائی دینے والی کسی تنظیم کی زبان نہیں کھلتی اور ان پر سکوتِ مرگ طاری ہے۔ اخباری اطلاع کے مطابق عراق گزشتہ کئی سالوں سے اقتصادی پابندیوں کے باعث بدترین معاشی بدحالی کا شکار ہے، مجبور و مقہور مسلمان، خواتین، بچے اور بوڑھے غربت و افلاس اور معاشی بدحالی کے باعث نانِ شبینہ کو ترس رہے ہیں، علاج و معالجے کی بنیادی سہولتوں سے محروم ہیں، ان پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا گیا ہے، ان پر تعلیم کے دروازے بند ہیں، چنانچہ ۳۰ فیصد بچوں نے اسکول جانا چھوڑ دیا ہے، اور ہر ماہ چھ ہزار بچے غذائی قلّت سے مر جاتے ہیں۔ روزنامہ ’’جنگ‘‘ کراچی کی درج ذیل خبروں سے اس کی رُوئیداد پڑھئے اور سر دھنئے!

(۱)

’’انسانی حقوق کا دعوے دار امریکہ: ۵۰ ہزار افراد ہر سال غلام بنائے جاتے ہیں۔

نیویارک (اے پی پی) دُنیا کے مختلف ممالک سے ہر سال کم از کم ۵۰ ہزار خواتین اور بچوں کو امریکہ لاکر ان سے زبردستی جسم فروشی، مزدوری یا مشقت کرائی جاتی ہے۔ یہ انکشاف نیویارک ٹائمنز میں امریکہ کے خفیہ ادارے سی آئی اے کے حوالے سے شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں کیا گیا ہے۔ اخبار کے مطابق گزشتہ نومبر میں مکمل ہونے والی سی آئی اے کی رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ مذکورہ بے بس خواتین اور بچے زیادہ تر ایشیا، لاطینی امریکہ اور مشرقی یورپ سے لائے جاتے ہیں اور امریکہ میں ان کی حیثیت غلاموں سے کم نہیں ہوتی۔ رپورٹ کے مطابق امریکہ کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو ایسے کیسوں کی تحقیقات اور ان میں ملوّث افراد کے خلاف مقدمات قائم کرنے میں سخت مشکلات درپیش ہیں، کیونکہ امریکہ میں ایسا کوئی قانون نہیں کہ ایسے جرم میں ملوّث شخص پر براہِ راست ہاتھ ڈالا جاسکے، اور اگر کسی کے خلاف مقدمہ چلتا بھی ہے تو غیر ملکیوں کو ان کی مرضی کے خلاف رکھنے پر انہیں انتہائی معمولی جرمانہ ہوتا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ گزشتہ دو سال کے دوران ایک لاکھ سے زائد خواتین اور بچوں کو غلاموں کی سی حیثیت سے امریکہ لایا گیا اور ان سے متعلق صرف ۲۵۰ کیسوں کی سماعت ہوئی۔ اخبار کے مطابق ۷۹ صفحات پر مشتمل اس سرکاری رپورٹ میں گھمبیر مسئلے پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی

ہے۔‘‘ (روزنامہ ’’جنگ‘‘ کراچی ۳؍اپریل ۲۰۰۰ء)

(۲)

’’دس لاکھ عراقیوں کے مرنے کی ذمہ دار عالمی برادری ہے، نیوزی لینڈ۔ بغداد میں عورتیں اور بچے بھیک مانگ رہے ہیں۔ ۳۰ فیصد بچوں نے اسکول چھوڑ دیا اور ہر ماہ ۶ ہزار بچے غذائی کمی سے مرجاتے ہیں:

واشنگٹن (اے این این) نیوزی لینڈ نے عراق پر عائد کی گئی اقتصادی پابندیوں کی طوالت پر گہری تشویش ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ان پابندیوں کے باعث ہلاک ہونے والے دس لاکھ افراد کی ذمہ داری عالمی برادری پر عائد ہوتی ہے، اور ان اقدامات کے باعث بغداد کی گلیوں میں عورتیں اور بچے بھیک مانگنے پر مجبور ہیں، جبکہ ۳۰ فیصد عراقی بچوں نے اسکول جانا چھوڑ دیا، اور ہر ماہ چھ ہزار بچے غذائی کمی اور بیماریوں کے باعث موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں، جو مہذّب عالمی دُنیا کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔ انہوں نے تجویز دی کہ اقتصادی بہتری کے لئے عراق کو ایک کھرب ڈالر دیئے جائیں۔ نیوزی لینڈ کے وزیرِ خارجہ کل گاف نے منگل کو اقوامِ متحدہ کے سابق ڈپٹی سیکریٹری جنرل ڈینس ہالیڈے، جنھوں نے اقوامِ متحدہ کی طرف سے عراق پر عائد کی گئی پابندیاں اُٹھانے کے خلاف احتجاجاً اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا تھا، سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ آج ایک طرف دو کروڑ تیس لاکھ افراد مہاجر کیمپوں میں کسمپرسی کے عالم میں زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہیں، دُوسری طرف اقوامِ متحدہ اور عالمی برادری انسانی حقوق کے

چارٹر اور اس کے احترام پر عمل درآمد کو ممکن بنانے کی کوششوں پر عمل پیرا ہے۔“ (روزنامہ ”جنگ“ کراچی ۱۹/اپریل ۲۰۰۰ء)

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی رجب المرجب ۱۴۲۱ھ مطابق نومبر ۲۰۰۱ء)

چودہ کروڑ پاکستانیوں کے خلاف بدزبانی!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

گزشتہ روز کراچی کی ایک دِین دار خاتون کا ایک ٹی وی پروگرام سے متعلق درد بھرا مکتوب موصول ہوا، جس میں راقم الحروف سے جواب کا مطالبہ تھا، ذیل میں وہ مکتوب اور راقم کا جواب پیش کیا جارہا ہے:

''س:... آپ کی توجہ ایک اہم مسئلے کی طرف دِلائی جارہی ہے، وہ یہ کہ میری ایک عزیزہ نے کل رات مجھے بتلایا کہ ۱۹؍جون ۲۰۰۶ء بروز پیر ایک مقامی ٹی وی سے رات کوئی دس بجے حالاتِ حاضرہ کا ایک پروگرام ٹیلی کاسٹ ہوا، جس کے میزبان کوئی ملک صاحب تھے اور شرکا ڈاکٹر خالد علوی، ڈاکٹر بابر اعوان تھے۔ ملک صاحب نے اس میں کہا:

''یہ زانیوں کا معاشرہ ہے، مؤمنوں کا نہیں'' مزید کہا کہ میں خود حنفی ہوں اور حنفیوں میں اگر ایک مرد اور ایک عورت ساتھ رہ رہے ہوں اور اعلان کردیں کہ ہم شوہر اور بیوی ہیں تو ان کی بات مان لی جائے گی، اگر وہ چوک پر آکر کہہ دیں کہ:

''ہم شوہر اور بیوی ہیں تو یہ کافی ہے۔''

حضرت !یہ پروگرام حدود آرڈی نینس کے بارے

میں تھا، کیونکہ الحمدللہ! ہمارے گھر ٹی وی نہیں ہے، تو ہم تو اس گندگی سے بچے ہوئے ہیں، مگر ٹی وی پر یہ کیا کہا جارہا ہے؟ کیا ان لوگوں کو اس کے اثرات کا کچھ گمان نہیں؟ جن صاحبہ نے مجھے یہ بتایا وہ انتہائی دردِ دِل رکھنے والی، دِینی رُجحان کی خاتون ہیں، آپ سے گزارش ہے کہ اس بارے میں تحقیق کرکے کوئی قدم اُٹھائیں، ورنہ تو جو حالت اس وقت ہماری ہے بس اللہ ہی رحم کرے، میرے اور اہلِ خانہ کے لئے خصوصی دُعاؤں کی درخواست ہے۔ مسز راشد حسین، کراچی۔''

ج:... میری بہن! آپ نے حدود آرڈی نینس کے خلاف جس ٹی وی پروگرام کا حوالہ دیا ہے اور اس میں مذاکرہ کے میزبان: ملک صاحب کے فرمان: ''یہ زانیوں کا معاشرہ ہے، مؤمنوں کا نہیں'' کا تذکرہ کیا ہے، نامعلوم انہوں نے کس تناظر میں یہ کہا ہے؟ اور ان کو اس گوہرفشانی کی کیا ضرورت پیش آگئی تھی؟ اور اس ''ارشاد'' سے وہ کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟ نیز یہ کہ وہ اس کے ذریعے حدود آرڈی نینس کی منسوخی کے ''معرکہ'' میں کیا فوائد وثمرات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ بہرحال شرعاً، اخلاقاً اور قانوناً ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم اپنی طرف سے ان کے اس قول کی کوئی تأویل کریں یا اس کا کوئی محمل و مصداق تلاش کریں، کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ صاحب مسلمانوں کے رُوپ میں غیرمسلموں کی ترجمانی کررہے ہوں؟

تاہم جناب ملک صاحب سے ہم اتنا عرض کرنے کی جسارت ضرور کریں گے کہ اگر خدانخواستہ جناب ملک صاحب کا ماحول ایسا ہو تو یہ ان کی خوش نصیبی یا بدنصیبی! مگر انہیں پورے پاکستانی معاشرے کو ایسی غلیظ اور گندی گالی دینے کا حق نہیں تھا، شاید انہیں اپنے اس ''ارشاد'' اور ''کوثر و تسنیم'' سے دُھلی زبان سے صادر ہونے والے اس کلمے کی سنگینی کا احساس نہیں ہوا ہوگا، ورنہ انہیں اس کا اندازہ ہوتا کہ انہوں

نے اس کے ذریعے پاکستان میں بسنے والے چودہ کروڑ، انسانوں کو زانی اور بدکار کی بدترین گالی دی ہے۔

کیا نعوذ باللہ! اس گالی کی زد میں وہ خود، ان کی اہلیہ محترمہ، ان کی بہنیں، بیٹیاں، ماں باپ، عالم، جاہل، نیک و بد اور شریف و رذیل سب ہی نہیں آجاتے؟ کیا وہ واقعی پورے پاکستانی معاشرے کو ایسا ہی سمجھتے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو ان کے نزدیک اس پورے معاشرے میں کوئی بھی شریف انسان نہیں ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو کیا اس ملک کی عدلیہ، مقننّہ اور انتظامیہ قابلِ اعتماد رہیں گی؟ اور ان کے قول و قرار اور قضایا و فیصلے لائق اعتماد ہوں گے؟ کیا ایسا معاشرہ، انسانی معاشرہ کہلانے کا مستحق ہوگا؟ اپنی سماعت پر یقین نہیں آتا کہ واقعی موصوف ملک صاحب کے نزدیک پاکستانی معاشرے کے علماء، صلحاء، بزرگانِ دِین، سیاسی، دِینی راہنما، سیّد، اُمتی، اور مرد و عورتیں سب کے سب نعوذ باللہ! اس حمام میں ننگے ہیں؟

ہم جناب ملک صاحب سے نہایت دِل سوزی سے عرض کریں گے کہ ان کے بقول بے شک پورا معاشرہ بدکردار ہی سہی، مگر انہیں ایسی گوہرفشانی نہیں کرنی چاہئے تھی، ان کی اس بات پر کوئی اعتماد و یقین کرے یا نہ کرے، مگر یہ ضرور کہا جائے گا کہ برتن سے وہی چھلکتا ہے، جو کچھ اس میں ہوتا ہے۔

لیکن بایں ہمہ ہم جناب ملک صاحب سے بھی عرض کریں گے کہ ان کا انداز بہرحال غیرمحتاط تھا، ان کو نہایت محتاط انداز میں یوں فرمانا چاہئے تھا کہ: میرے مشاہدے، میرے گھر، میرے خاندان اور میرے دائیں بائیں جو کچھ ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ: ”یہ معاشرہ زانیوں کا معاشرہ ہے، موٴمنوں کا نہیں۔“

اگر وہ اتنا سی احتیاط فرمالیتے تو نہ کسی کو اِشکال ہوتا اور نہ ہی ان کے بارے میں کوئی بدگمانی کا شکار ہوتا، بہرحال ”گزشتہ را صلوات آئندہ را احتیاط“ کے مصداق اُنہیں آئندہ زبان سنبھال کر منہ کھولنا چاہئے ورنہ ”عزّتِ سادات“ جانے کا شدید اندیشہ ہے۔

۲:...اگر موصوف کے ارشاد کا مقصد یہ ہے کہ چونکہ ہمارے معاشرے میں فحاشی، عریانی، بے حیائی، بے راہ روی اور مرد و زَن کے بے محابہ اختلاط کا عروج ہے، جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ بدکاری و زنا کاری کا معاشرہ ہے، یہاں زنا کاری کے مواقع کثرت سے موجود ہیں اور یہاں زنا کاری سے بچنا مشکل و ناممکن ہے، لہٰذا موجودہ حالات میں زنا کی حدود کا نفاذ نہیں ہونا چاہئے، بلکہ جب تک زنا کاری و بدکاری پر آمادہ کرنے والے اسباب و ذرائع کو ختم یا کم نہ کردیا جائے، اس وقت تک زنا آرڈی نینس کو معطل یا منسوخ کردینا چاہئے، کیونکہ اس طرح کثرت سے لوگوں کے اس قانون کی زد میں آنے کا اندیشہ ہے، اور کثرت سے مجرموں کو سزا دینا بہرحال خلافِ مصلحت ہے۔

اگر ہم ان کے ارشاد کا معنی و مفہوم صحیح سمجھے ہیں تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ جانِ من! جرم و سزا کے قانون کے نفاذ کی ضرورت ہی تب پیش آتی ہے، جب معاشرے میں جرائم کی کثرت ہوجائے اور کسی شریف شہری کی جان و مال، عزّت و آبرو کے ضائع ہونے کا شدید اندیشہ پیدا ہوجائے، اس لئے کہ سزاؤں کا نفاذ شریف شہریوں کے بجائے جرائم پیشہ افراد کی سرکوبی، جرائم کی روک تھام اور ان کے خاتمے کے لئے ہوتا ہے۔

چلئے! اگر موصوف کا حدود آرڈی نینس اور سزاؤں کی معطّلی کا فلسفہ مان بھی لیا جائے تو کیا وہ حکومت کو یہ مشورہ بھی دیں گے کہ چونکہ ہمارا معاشرہ دہشت گردی کا معاشرہ ہے، لہٰذا ڈاکوؤں اور دہشت گردوں کے خلاف اس وقت تک کوئی قانون نافذ نہیں ہونا چاہئے، جب تک کہ ہمارا معاشرہ ان جرائم سے پاک نہ ہوجائے، یا کم از کم ان میں خاطرخواہ کمی نہ ہوجائے؟

اسی طرح چونکہ ہمارے معاشرے میں لوٹ مار، قتل و غارت گری اور چوری کی کثرت ہے، اس لئے یہاں چوری اور قتل و غارت گری کے خلاف بھی کسی قسم کی

قانون سازی نہیں ہونی چاہئے، بلکہ پہلے سے اگر ایسا کوئی قانون موجود ہے تو اس کی تنسیخ یا اس میں نرمی کی ضرورت ہے؟

بتلایا جائے کہ کیا موصوف کا یہ خوبصورت فلسفہ اور منطق قابلِ تسلیم ہوگی؟ کیا کوئی عقل مند انسان، جسے ذرّہ بھر بھی انسانوں سے خیرخواہی اور ہمدردی ہو، موصوف کی اس ''حکمت'' کو قبول کرسکتا ہے؟ کیا ایسا ''صائب'' مشورہ دینے والا مجرموں کا پشت پناہ کہلائے گا یا شریف شہریوں کا؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے کہ وہ شریف شہریوں کے بجائے مجرموں کا پشت پناہ کہلائے گا، تو ٹھیک اسی طرح جو لوگ زناکاری و بدکاری کے بجائے حدود آرڈی نینس کے خلاف صف آراء ہیں اور چاہتے ہیں کہ موجودہ بے راہ روی و بدکاری کے ماحول میں زناکاری کے خلاف قانون سازی یا اس پر قدغن کا قانون پاس کرنا خلافِ مصلحت ہے وہ بھی دراصل قوم کی عفت مآب بہنوں اور بیٹیوں کی عزّت و عصمت کے تحفظ کے بجائے زانیوں اور زناکاروں کے سرپرست اور ان کی شہوت پرستی و بدکاری کے محافظ و پاسبان ہیں۔

۳:...موصوف کا یہ ارشاد بھی حنفیت کا ترجمان نہیں کہ: ''میں خود حنفی ہوں اور حنفیوں میں اگر ایک مرد اور ایک عورت ساتھ رہ رہے ہوں اور اعلان کردیں کہ ہم شوہر اور بیوی ہیں تو ان کی بات مان لی جائے گی، اگر وہ چوک پر آکر کہہ دیں کہ ہم شوہر اور بیوی ہیں تو یہ کافی ہے۔'' اس لئے کہ احناف میں ایسے کسی نکاح کا کہیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا کہ ایک مرد اور عورت ساتھ رہ رہے ہوں اور ان کے نکاح کے اِیجاب و قبول کو کسی نے سنا ہو اور نہ کسی کو معلوم ہو کہ ان کا نکاح ہوا ہے اور وہ اعلان کردیں کہ ہم میاں بیوی ہیں تو ان کے نکاح کو ماننا پڑے، بتلایا جائے کہ اس میں اور زنا میں کیا فرق ہے؟ بلکہ ان کے اس ''فرمان'' کے جزوِ اوّل یعنی: ''ایک مرد اور ایک عورت ساتھ رہ رہے ہوں'' کے ذریعے نعوذباللہ، زنا کو باقاعدہ قانونی شکل دینے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس کو حنفیوں کے سر تھوپا جارہا ہے، کیا کبھی کسی شریف خاندان کے کسی فرد نے ایسا نکاح

کیا ہے؟ کیا کوئی شریف انسان اس کو گوارا کرسکتا ہے کہ اس کی بہن یا بیٹی اس طرح ساتھ رہنے والے مرد کے ہمراہ چوک پر آکر اعلان کردے کہ ہم میاں بیوی ہیں؟

یہ ٹھیک ہے کہ نکاح کے لئے مخصوص دو گواہوں کی شرط نہیں، بلکہ اگر مجمعِ عام میں میاں بیوی کا اِیجاب وقبول ہوجائے تو ان کا نکاح ہوجائے گا۔ اسی طرح اپنی جگہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اَحناف کے ہاں حدیث نبوی: "ثلاث جدّھنّ جدٌّ وھزلھنّ جدٌّ، النّکاح والطّلاق والعتاق" کے مصداق سچ مچ اور مزاح سے بھی نکاح منعقد ہوجاتا ہے، مگر اس کا یہ معنی بھی نہیں کہ نکاح کو بازیچۂ اَطفال بنادیا جائے بلکہ اَحناف کے نزدیک مسلمانوں کے نکاح کے لئے درج ذیل شرائط ہیں:

الف:... اِیجاب وقبول کرنے والے ایک ہی مجلس میں ہوں، اور ان کا اِیجاب وقبول گواہوں کے سامنے ہو۔

ب:... نکاح کے کم ازکم دو گواہ ہوں۔

ج:... دونوں گواہ آزاد ہوں، غلام نہ ہوں۔

د:... دونوں عاقل ہوں، مجنون اور پاگل نہ ہوں۔

ہ:... دونوں بالغ ہوں، نابالغ اور بچے نہ ہوں۔

و:... دونوں مسلمان ہوں۔

ز:... اگر کسی مسلمان کا ذمی کتابیہ سے نکاح ہو رہا ہو تو دونوں گواہ ذمی بھی بن سکتے ہیں۔

ح:... گواہ دونوں مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں ہوں۔

اس کے علاوہ دُوسرے ایسے اُمور بھی ہیں جو درجۂ اِستحباب میں آتے ہیں، مثلاً:

الف:... مسلمان عورت کا جس مرد سے نکاح کیا جارہا ہو وہ دِین و دیانت اور معاش و معاشرت میں اس کا کفو اور ہمسر ہو۔

ب:... نکاح کرانے والا اس خاتون کا قریبی ولی ہو اور ولی کی ترتیب وہی

ہے جو وراثت میں عصبات کی ترتیب ہے۔

ج:...حق مہر مقرّر کیا جائے جس کی کم از کم مقدار دو تولے، ساڑھے سات ماشے چاندی ہو یا مہرِ مثل ہو۔

د:...نکاح کا اعلان کیا جائے تا کہ تہمت کا اندیشہ نہ رہے۔

ان تفصیلات کے بعد بتلایا جائے کہ کسی عورت کا اَزخود کسی مرد کو پسند کر کے اس کے ساتھ رہنا اور چوک میں کھڑے ہوکر اس سے نکاح کا اعلان کرنا کون سی شرافت اور حنفیت ہے...؟

دراصل ملک صاحب اپنے اس ارشاد سے زنا کاری کو تحفظ دینا چاہتے ہیں اور وہ مغربی طرز کی ''فرینڈ شپ'' یعنی بلا نکاح مرد و عورت کے ایک ساتھ رہنے اور ایک دُوسرے کو پہلے آزمانے کے بعد شادی کے یورپی انداز کی ترویج چاہتے ہیں۔

دیکھا جائے تو اس کے پسِ منظر میں یہ چور چھپا ہوا نظر آتا ہے کہ اگر کوئی جوڑا باہمی رضامندی سے اس قسم کا حیاء سوز کردار ادا کرنا چاہے تو ان پر نہ تو زنا کا اِلزام لگنا چاہئے اور نہ ہی حدود آرڈی نینس ان کے خلاف حرکت میں آئے۔ بتلایا جائے کہ یہ زنا بالرضا کو تحفظ دینے کے مترادف نہیں؟ گویا موصوف یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ جب کوئی مرد و عورت راضی ہوں تو وہ جو چاہیں کریں مگر ان کے کسی عمل پر قانون و اخلاق، دیانت و شرافت اور دِین و شریعت کے اعتبار سے کوئی قدغن نہیں ہونی چاہئے۔

ہاں! اگر کسی مرد نے کسی خاتون کے ساتھ جنسی اعتبار سے کوئی زبردستی معاملہ کیا ہو تو وہ زنا کے زُمرے میں آئے گا، بتلایا جائے کہ ملک صاحب کے اس فلسفے اور مغربی معاشرے کے انداز میں کیا فرق ہے...؟

لہٰذا ہم ملک صاحب سے عرض کرنا چاہیں گے کہ وہ اپنی سوچ و فکر کو جو چاہیں نام دیں مگر خدارا اس کو فقہِ حنفی کے سر منڈھنے کی کوشش نہ فرمائیں۔

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی ج:۲۵ ش:۴۲)

اس خودکشی کا ذمہ دار کون؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

گزشتہ دنوں ایک سوال موصول ہوا، جس میں معاشرے میں غربت و افلاس کے شکار ایک بے بس باپ نے اپنی معصوم بچیوں کی دو وقت کی روٹی سے عاجز آ کر اپنے آپ کو اور اپنی معصوم کلیوں کو قتل کرنے کی اجازت چاہی ہے، اس کے جواب میں طبقاتی اُتار چڑھاؤ کا ذمہ دار کون ہے؟ اور اس میں کس کی کیا ذمہ داری ہے، مختصر انداز میں بیان کیا گیا ہے، سوال و جواب پیشِ خدمت ہے۔

س:... میرا نام عبدالرحیم ہے، میری عمر ۳۱ سال ہے، میری شادی ہوچکی ہے، میری دو بچیاں ہیں، میں ایک غریب لڑکا ہوں، میری اتنی گنجائش نہیں ہے کہ اپنی بچیوں کو پال سکوں، میں نے یہ پوچھنا ہے کہ کیا میں ایسی حالت میں خودکشی کرسکتا ہوں؟ کیونکہ ہوسکتا ہے میرے مرنے کے بعد لوگ ان کی کفالت کرسکیں اور ان کو پڑھا لکھا بھی دیں، کیا میں ایسی حالت میں خودکشی کرکے گناہ کا مرتکب تو نہیں ہو رہا اور مجھے کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟ اتنا مجھے علم ہے کہ خدا ہمیشہ غریب کو بیٹیاں ہی دیتا ہے، دولت نہیں، مجھے اس کا حل ضرور بتائیں۔ میرے ماں باپ غریب ہیں، وہی ان کی پرورِش کررہے ہیں، کبھی تو یہ سوچتا ہوں کہ اپنی بچیوں کو قتل کردُوں، مجھے اس کا حل بتائیں؟

ج:... میرے عزیز! غربت و مسکینی تو انبیاء کی میراث ہے اور مال و دولت فرعون وہامان کی، کیا آپ فرعون و ہامان اور قارون کی وراثت نہ ملنے پر پریشان ہیں؟

اور اس پر خدانخواستہ خودکشی کا سوچ رہے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو اپنے لئے فقر و مسکینی مانگ کر لی تھی اور آپ ہیں کہ اس سے پریشان ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تو اپنی آل اولاد کے لئے بھی مال و دولت کی وسعت نہیں مانگی بلکہ فرمایا: ''اے اللہ! میرے خاندان کو بقدرِ کفایت روزی عطا فرما۔'' اس سے ذرا اور آگے بڑھیے! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو فرمایا کہ مجھے تمہاری غربت و تنگ دستی کی فکر نہیں بلکہ مجھے تو اس کا اندیشہ ہے کہ تم پر دُنیا کی وسعت کی جائے گی اور تم بھی پہلے مال داروں کی طرح دُنیا کے چکر میں نہ آجاؤ۔

میرے عزیز! آپ کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ آپ کو مال و دولت کے فتنے کی آزمائش میں نہیں ڈالا گیا، کیونکہ غربت و تنگ دستی عموماً اللہ سے بغاوت و سرکشی کا ذریعہ نہیں بنتی بلکہ بہت سے ایسے گناہ جو مال کی فراوانی کی صورت میں انسان کرتا ہے، غربت و افلاس کی شکل میں ان سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ انبیاء کی بات اور دعوت پر لبیک کہنے والے بھی عموماً غریب و کمزور ہی تھے، جبکہ مال داروں نے اِلَّا ماشاء اللہ ہمیشہ مخالفت ہی کی، اب بتلایئے کہ اب بھی آپ کو نسبتِ نبوّت پر خوشی کے بجائے تنگی ہورہی ہے؟

میرے بھائی! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کو دو بیٹیاں جنت میں پہنچانے کے لئے دی تھیں مگر افسوس! کہ آپ ان ہی کے نام پر خودکشی کرکے ...نعوذ باللہ... جہنم کی راہ لینا چاہتے ہیں؟

میرے بھائی! آپ صبر و شکر سے جتنا ہوسکے محنت کریں اور حلال روزی کما کر ان کو کھلائیں، ان کو پال پوس کر جوان کریں، ان کی اچھی تربیت کریں، اِن شاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جنت میں ایسے ہوں گے جیسے درمیانی اور شہادت کی اُنگلی ایک ساتھ ہوتی ہے۔

میرے بھائی! زندگی میں تنگی ترشی آتی ہے، مگر مسلمان ان سے گھبرایا نہیں

کرتے۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھی تو چار بیٹیاں تھیں، میں تو سمجھتا ہوں کہ آپ کی پہلی دونوں بیٹیاں پیدا ہونے پر آپ کو ایک گونہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نسبت حاصل ہوگئی ہے۔

میرے عزیز! میری بھی چھ بیٹیاں ہیں اور جب میری پہلی بیٹی ہوئی تو میرے باپ نے مجھے فرمایا تھا کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی حد تک نسبت ہوگئی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھی پہلی بیٹی ہوئی تھی، پھر جب مسلسل چوتھی بیٹی ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ تمہیں اولاد کے معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کامل نسبت ہوگئی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بھی شروع میں مسلسل چار بیٹیاں ہوئی تھیں۔

میرے عزیز! آپ بے فکر رہیں، یہ اپنی روزی لائی ہیں اور خود بھی کھائیں گی اور اِن شاء اللہ ان کی برکت سے تمہیں بھی فراوانی ہوگی، بس شروع میں کچھ دن آزمائش کے ہیں، پھر اِن شاء اللہ وسعت ہی وسعت ہوگی۔

قریشِ مکہ بھی اپنی بیٹیوں کو صرف اس لئے قتل کرتے تھے کہ وہ ان کو عار سمجھتے تھے اور ان کی پرورِش سے گھبراتے تھے، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ اولاد کو رِزق کی تنگی کے خدشے سے قتل نہ کرو، کیونکہ نہ صرف ان کو بلکہ تمہیں بھی ہم ہی رِزق دیتے ہیں۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کا رِزق ہمارے ذمہ ہے۔

خدانخواستہ اگر آپ نے اپنے آپ کو یا اپنی ان معصوم بیٹیوں کو قتل کیا تو کسی کا کیا نقصان ہوگا، تمہاری آخرت اور دُنیا دونوں تباہ ہوجائیں گی، اور ہمیشہ ہمیشہ کا عذاب تمہارا مقدّر ہوگا۔

اس کے ساتھ ساتھ میں اَربابِ اقتدار سے بھی عرض کروں گا کہ تمہاری معاشی ترقی کے دعوے کہاں گئے؟ کہ ایک پاکستانی محض اس لئے اپنی یا اپنی دو معصوم کلیوں کی جان لینے کے درپے ہے کہ اس کے پاس ان کو دو وقت کی روٹی کھلانے کا

انتظام نہیں، کیا یہ حکومت کا فرض نہیں کہ ہر شہری کو دو وقت کی روٹی میسر ہو؟

میرے بھائی! آپ نے اپنا پتا نہیں لکھا، ورنہ میں آپ کی کچھ مدد کرسکتا، بہرحال میں عرض کروں گا کہ یہ جواں مردی نہیں، جواں مردی حالات کا مقابلہ کرنے کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے۔ آپ کسی قریب کے عالمِ دِین سے رابطہ کریں، ان سے اپنا مدعا پیش کریں اِن شاء اللہ آپ کو بے یارو مددگار نہیں چھوڑا جائے گا۔

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' ج:۲۵ ش:۴۳)

سزائے اِرتداد کا قانون
متحدہ مجلسِ عمل کا قابلِ فخر اقدام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

قرآن و سنت، دِین و شریعت کی روشنی میں جو شخص اسلام کو چھوڑ کر کوئی دُوسرا دِین و مذہب اختیار کرلے، وہ مرتد ہے اور مرتد کی سزا قرآن و سنت، اِجماع اور فقہائے اُمت کے ہاں یہ ہے کہ اگر مرتد ہونے والی عورت ہو تو اس کو گرفتار کرکے اس کو سمجھایا جائے، اگر اس کے کوئی اِشکالات ہوں تو رفع کئے جائیں اور اُسے دوبارہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے، قبول کرلے تو فبہا، ورنہ اسے زندگی بھر جیل میں مقید رکھا جائے۔

اگر مرتد ہونے والا کوئی مرد ہو تو اسے گرفتار کرکے تین دن تک اس کی فہمائش کی جائے، اگر اس کے کوئی اِشکالات ہوں تو رفع کئے جائیں اور دوبارہ اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے، مان جائے تو فبہا، ورنہ اسے قتل کردیا جائے، اس پر اَئمۂ اَربعہؒ کا اتفاق ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر اَحادیث، حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اجماع اور پوری اُمت کا تعامل بھی اس کی نشاندہی کرتا ہے، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

"من بدّل دینه فاقتلوه!" (ج:۲ ص:۱۰۲۳)

ترجمہ:... "جو مرتد ہوجائے اس کو قتل کردو!"

اس لئے مسلمانانِ پاکستان اور خصوصاً عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوّت کا روزِ اوّل سے یہ مطالبہ تھا کہ پاکستان میں سزائے اِرتداد کا قانون نافذ کرکے قادیانی دجل و فریب کاری اور اس کی اِرتدادی تحریک کا سدِّ باب کیا جائے، مگر نامعلوم کن وجوہات اور مجبوریوں کے پیشِ نظر ہمارے اربابِ اقتدار آج تک مسلمانوں کے اس معقول مطالبے اور شرعی قانون کی تنفیذ و اجراء سے پہلوتہی کرتے رہے ہیں؟

حالانکہ دیکھا جائے تو یہ قانون سراسر قانونِ فطرت ہے، اور اس کے نفاذ سے جہاں مسلمانوں کا دِین و ایمان محفوظ رہے گا، وہاں اسلامی مملکت کی نظریاتی سرحدیں بھی محفوظ ہوں گی، اور ایسے بدباطن جو مختلف انداز میں اسلامی مملکت کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے اور مسلمانوں کے رُوپ میں مسلمانوں میں ہیجان برپا کرنے کے مرتکب ہوتے ہیں، ان کا اس قانون کے نفاذ سے قلع قمع ہوجائے گا۔

بہرحال اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مجلسِ عمل کے کارپردازوں کو! جنھوں نے حالات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے اس قانون کی اہمیت وضرورت کو محسوس کیا اور مرتد کی سزا کے قانون کا مسوّدہ تیار کرکے ایک بل کی شکل میں قومی اسمبلی میں پیش کیا ہے۔

روزنامہ ''اُمت'' کراچی کے نمائندۂ خصوصی کی رپورٹ کی روشنی میں اس کی تفصیلات کچھ یوں ہیں:

> ''اسلام آباد (نمائندہ خصوصی) متحدہ مجلس عمل کے ارکانِ قومی اسمبلی نے ملک میں مرتد کی سزا وضع کرنے کے لئے مسوّدۂ قانون جمع کرادیا ہے۔ یہ بل بدھ کو مجلس عمل کے ڈپٹی سیکریٹری جنرل لیاقت بلوچ نے قومی اسمبلی سیکریٹریٹ میں جمع کرایا۔ اس بل کو ''قانونِ اِرتداد ۲۰۰۶ء'' کا نام دیا گیا ہے۔
> بل کے مطابق جو فرد، دِینِ اسلام چھوڑ کر کوئی اور مذہب اختیار

کرے گا، اسے اسلامی شریعت کے مطابق سزائے موت دی جائے گی، تاہم ایسے فرد کو اسلام کی طرف رُجوع اور توبہ کی تلقین بھی کی جائے گی اور اس مقصد کے لئے مناسب وقت دیا جائے گا۔ تاہم اپنے جرم پر اصرار یا جرمِ اِرتداد کی بار بار تکرار پر مجرم کو حسبِ قانون سزا دی جائے گی۔ پیش کردہ مسوّدۂ قانون میں مرتد کی جائیداد کے انتظام، اس کی اولاد کی ولایت اور اس کی بیوی کی عدّت کے حوالے سے تفصیلی اَحکام وضع کئے گئے ہیں۔ مجلس عمل کے ذرائع کے مطابق افغانستان میں ایک شخص کے اِرتداد اور سرکاری سرپرستی میں اسے بیرون ملک بھیج دینے کے واقعہ نے اہلِ پاکستان کو شدید متأثر کیا ہے، اس حوالے سے اَشد ضروری ہے کہ بروقت قانون سازی کی جائے۔ بل کے اغراض و مقاصد کے مطابق مسلمانانِ پاکستان کے ایمان کی حفاظت مملکت کی ذمہ داری ہے، لہٰذا اس قانون کا وضع کیا جانا ضروری ہے۔ بل پر لیاقت بلوچ کے علاوہ قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا عبدالمالک، اسد اللہ بھٹو، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، صاحبزادہ ابوالخیر محمد زبیر سمیت ۳۲ ارکانِ اسمبلی نے دستخط کئے ہیں۔'' (روزنامہ ''اُمت'' کراچی، مورخہ ۴؍مئی ۲۰۰۶ء)

بلاشبہ اسلامی ممالک اور خصوصاً غریب ممالک میں عیسائی اور دُوسری لادِین این جی اوز اور مشنریوں کے اثر و نفوذ، خصوصاً پڑوسی ملک افغانستان میں مرتد ہوجانے والے ایک شخص اور پوری دُنیائے کفر کی جانب سے اس کی حمایت، تائید، سرپرستی اور مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی خصوصی مہم میں امریکا اور اس کے حواریوں کے بھیانک کردار کے سدِّ باب کے لئے ضروری تھا کہ اس قانون کی تنفیذ سے مسلمانوں

کے دِین وایمان کا تحفظ کیا جائے۔

بہرحال متحدہ مجلس عمل کے ارکان نے اس موقع پر ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے بروقت قدم اُٹھا کر اپنا فرض ادا کردیا ہے۔ اب آگے قومی اسمبلی کے مسلمان ارکان پر منحصر ہے کہ وہ کس حد تک اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہیں...؟

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' ج:۲۵ ش:۲۰)

مقدس ناموں کی توہین

کتا خصلت لوگوں کا بھیانک کردار!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

تجربہ اور مشاہدہ گواہ ہے کہ کتا جب بھی کسی غیر مانوس انسان کو دیکھتا ہے تو ضرور بھونکتا ہے، اور جب تک وہ انسان اس کے سامنے رہتا ہے چپ نہیں ہوتا، اس لئے کہ یہ اس کی خصلت وطبیعت کی مجبوری ہے کہ وہ کسی نامانوس انسان کو دیکھ کر چپ نہیں رہ سکتا۔ اسی طرح وہ لوگ جو کتا خصلت ہوں وہ بھی اپنی اسی طبیعت و عادت سے مجبور ہوتے ہیں۔ غالبًا اسی بنا پر پیغمبرِ اِسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اِبتدا میں مسلمانوں کو کتوں سے نفرت کا حکم دیا کہ کہیں مسلمانوں میں کتوں کی خصلت نہ آجائے..... اور یہ حقیقت ہے کہ ساتھ رہنے سے انسانوں پر جانوروں کی، اور جانوروں پر اِنسانوں کی طبیعت کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

جس طرح کتے کی یہ طبیعت وخصلت ہے، اسی طرح کتوں کے ساتھ رہنے والے کتا خصلت مغربی اور امریکی عیسائیوں اور یہودیوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ کسی مسلمان کو دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتے، بلکہ وہ مسلمانوں کے تصوّر سے بھی بھونک اُٹھتے ہیں۔ مسلمان چاہے کتنا ہی ان کو قریب کریں یا ان کے قریب ہوں، مگر وہ اپنی خصلت سے مجبور ہیں۔ شاید مسلمانوں کو بھونکے بغیر ان کی روٹی ہضم نہیں ہوتی۔

اس پر کسی سیدھے سادے مسلمان کے ذہن میں یہ خیال آسکتا ہے کہ ہم

نے تو آج تک کسی یورپی، امریکی اور مغرب کے کسی یہودی اور عیسائی کو بھونکتے نہیں دیکھا۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ جس طرح اصلی کتے اور کتا خصلت انسان کی شکل و صورت میں فرق ہوتا ہے، اسی طرح ان کی بھونک میں بھی فرق ہوتا ہے، چنانچہ اصلی کتے کی بھونک کسی زبان و لغت کی پابند نہیں ہوتی، جبکہ انسان نما کتوں یا کتا خصلت انسانوں کی بھونک کسی نہ کسی زبان و لغت یا حروف و الفاظ کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے، لہٰذا کبھی تو ان کی بھونک تقریر و بیان کی صورت میں ہوتی ہے اور کبھی تحریر و خاکوں کی شکل میں، پھر ان کی بھونک کے ہدف بھی مختلف ہوتے ہیں، مثلاً: کبھی وہ اسلام کو بھونکتے ہیں تو کبھی پیغمبرِ اسلام کو، کبھی وہ مسلمانوں کو بھونکتے ہیں تو کبھی ان کے شعائر کو، کبھی وہ قرآنِ کریم کو بھونکتے ہیں تو کبھی کعبۃ اللہ کو، کبھی وہ براہِ راست خود یہ کام کرتے ہیں تو کبھی یہ خدمت اپنے غلاموں سے لیتے ہیں۔ اس کے لئے کبھی وہ ٹی وی کا سہارا لیتے ہیں تو کبھی اخبارات کا، کبھی اس کے لئے ویب سائٹ کا کندھا تلاش کرتے ہیں تو کبھی فلم اسکرین کا، کبھی تحریر کا تو کبھی تقریر کا، اور یہ سلسلہ آج کا نہیں بلکہ پچھلے چودہ سو سال سے یہ شرمناک کھیل کھیلا جارہا ہے، یہ اور بات ہے کہ جب تک مسلمانوں میں ملّی غیرت اور دِینی حمیت باقی تھی، اس وقت تک یہ سلسلہ محدود اور بہت محدود تھا، لیکن جب سے مغرب کو یقین ہوگیا کہ مسلمانوں میں اب پہلے جیسی دِینی حمیت و غیرت نہیں رہی، بلکہ نام نہاد مسلمان بھی اب ہماری ہاں میں ہاں ملانے لگے ہیں تو انہوں نے اس مہم کو شدّت سے اُٹھانا شروع کردیا۔

جیسا کہ عرض کیا گیا جہاں ضرورت ہو، وہاں وہ خود یہ خدمت انجام دیتے ہیں اور جہاں ان کے لئے مشکلات ہوں، وہاں وہ اپنے زَرخرید غلاموں اور باج گزاروں سے یہ خدمت لیتے ہیں، یوں یہ سلسلہ روز افزوں ہے۔ چنانچہ اگر کبھی انہوں نے راجپال ملعون کو اس کام کے لئے منتخب کیا تھا تو کبھی مرزا غلام احمد قادیانی کو، کبھی انہوں نے ملعون رُشدی کو اس کے لئے چنا، تو کبھی تسلیمہ نسرین کو، کبھی فلم

''دی میسج'' کے کرداروں کو تو کبھی فلم ''خدا کے لئے'' کے بانی شعیب منصور کو۔ کہیں ڈنمارک کے یہودی اخبار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف توہین آمیز خاکے شائع کر کے یہ خدمت انجام دی، تو کہیں امریکی صدارتی اُمیدوار بارک اوباما نے بیت اللہ پر بمباری کا عندیہ دے کر یہ کام کیا، کہیں حدود اللہ کے خلاف آواز اُٹھا کر پاکستان کے ملحدوں نے ان کی خواہش کی تعمیل کی تو کہیں قانون توہینِ رسالت کے خلاف ہرزہ سرائی کر کے یہ کام کیا گیا، کہیں جہاد اور مجاہدوں کے خلاف فضا بنا کر اس منصوبے کی تکمیل کی گئی تو کہیں اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گرد باور کرا کر اس پروگرام کو عملی جامہ پہنایا گیا۔

غرض یہ سب ان کتا خصلت یہودی اور عیسائیوں کی انسان اور مسلمان دُشمنی کے شاہکار اور ان کی ہرزہ سرائیوں کے نشانات ہیں۔

اب تازہ ترین صورتِ حال یہ ہے کہ ان کتا خصلت امریکیوں کی ایک جوتا ساز کمپنی ALDO ...الڈو... نے یہ کام اپنے ذمہ لے کر ...نعوذ باللہ!... مسلمانوں کے مقدس ناموں پر بھونکنا شروع کردیا ہے۔ اس عنوان پر اپنی طرف سے کچھ لکھنے سے بہتر ہوگا کہ معاصر اخبار روزنامہ ''اُمت'' کراچی ۲۸/دسمبر ۲۰۰۷ء میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ قارئین کی خدمت میں پیش کردی جائے، ملاحظہ ہو:

> ''سوڈان کے دارالحکومت خرطوم کے برطانوی عیسائی مشنری اسکول کی شاتمِ رسول ٹیچر کی جانب سے ٹیڈی بیئر (کھلونا بھالو) کا نام ''محمد'' رکھے جانے کے دِلدوز واقعے کی بازگشت ابھی ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ امریکی صفِ اوّل کی جوتا بنانے والی کمپنی "Aldoshoes" کی جانب سے صحابہ، اہلِ بیت، اللہ کے صفاتی ناموں اور پیغمبرِ اِسلام کے ناموں پر مشتمل جوتوں کو فروخت کے لئے مارکیٹ میں پیش کردیا گیا ہے۔

اس دِلدوز واقعے کی خبر سب سے پہلے مختلف امریکی ریاستوں میں موجود پاکستانی مسلمانوں نے ای میل کے ذریعے دی، جنہوں نے بتایا کہ مختلف امریکی ریاستوں میں امریکی جوتے بنانے والی معروف کمپنی "Aldo" نے اپنی نئے جوتوں کی تشہیری مہم کا آغاز کرتے ہوئے فخریہ طور پر کہا ہے کہ انہوں نے خواتین اور مردوں کے لئے دِلکش جوتوں کی وسیع رینج تیار کی ہے۔ مختلف ٹی وی چینلوں اور "Aldo" کی آفیشل ویب سائٹ پر ان جوتوں کو اِسلامی ناموں کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ جو مسلمانانِ عالم کے لئے انتہائی دِل آزار اور باعثِ اِشتعال ہے۔ امریکا میں مقیم مسلمانوں اور کمپنی کی ویب سائٹ سے پتا چلا ہے کہ ان جوتوں کے لئے مقدس ہستیوں کا اسم استعمال کیا گیا ہے، جن میں اللہ کا صفاتی نام ''جلیل''، پیغمبرِ اِسلام حضرت سلیمانؑ، پیغمبرِ اِسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی کا نام ''عبداللہ'' اور آپ کی صاحبزادی کا اسمِ گرامی ''فاطمہ'' ظاہر کیا گیا ہے۔

''اُمت'' کی تحقیق اور تلاش کے نتیجے میں اس اَمر کی تصدیق ہوگئی ہے کہ امریکی جوتے بنانے والی کمپنی "Aldo" نے جان بوجھ کر اس فعلِ بد کا ارتکاب کیا ہے اور تمام جوتوں کے ناموں کو بطورِ خاص ویب سائٹ پر پیش کیا گیا ہے، ان جوتوں کی تصاویر اور ان کے رکھے گئے ناموں کو دیکھنے کے لئے ملاحظہ کیجئے:

http://www.zappas.com/n/p/dp/19967740.html,

http://www.aldoshoes.com/eng/storesection/redirect.cfm

امریکی ریاست فلاڈلفیا میں مقیم پاکستانی نوجوان عباس نے اپنے تأثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ جوتے بنانے والی کمپنی "Aldoshoes" کا یہ اقدام لاعلمی کے زُمرے میں نہیں آتا۔ کمپنی کے حکام اور مالک کو اچھی طرح علم ہوگا کہ پیغمبرِ اِسلام اور اہلِ بیت کے نام کیا ہیں، وہ اعلیٰ تعلیم یافتہ لوگ ہیں جبکہ اس دِل آزار عمل میں امریکی محکمہ رجسٹریشن کے حکام بھی برابر کے شریک ہیں، کیونکہ انہیں ہر نام رجسٹر اور پیٹنٹ کرنے سے پہلے دیکھنا پڑتا ہے کہ اس نام کا مذہبی، سیاسی اور معاشرتی پہلو کیا ہے؟ عباس کا استدلال تھا کہ کمپنی کے بنائے ہوئے جوتے کے ہزاروں ناموں میں ایک نام بھی بش یا ریگن کا نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کمپنی اور جوتوں کا نام رجسٹر اور پیش کرنے والے افراد کے ذہن میں یہ بات واضح تھی کہ وہ کس قسم کے نام رکھنے اور رجسٹر کرنے جارہے ہیں۔ عباس نے کمپنی سے مطالبہ کیا کہ وہ معافی مانگے اور ایسے تمام جوتے واپس لے۔

ادھر یہ بات بھی انتہائی اہم ہے کہ کراچی میں بھی سینکڑوں شہریوں کو اس حوالے سے SMS کیئے گئے ہیں، جس میں امریکی شو کمپنی "Aloshoes" کی طرف سے کی جانے والی ناپاک جسارت پر اِظہارِ غم و غصہ کرنے کے ساتھ ساتھ Aldoshoes کا فون نمبر 1-800-326-2536 دیا گیا ہے کہ صاحبِ اِستطاعت مسلمان امریکا فون کرکے کمپنی سے براہِ راست احتجاج کریں اور جو لوگ براہِ راست فون نہیں کرسکتے وہ کمپنی کی ویب پر جاکر اپنا تحریری احتجاج Comments @adlogroup.com پر پیش کریں یا اپنی آئی ڈی سے اس ای

میل ایڈریس پر میل بھیجیں۔

تازہ ترین خبروں سے پتا چلا ہے کہ جوتے بنانے والی امریکی کمپنی Aldoshoes نے اپنی آفیشل ویب سائٹ سے مقدس اسمائے گرامی والے جوتوں کی تصاویر ہٹانا شروع کردی ہیں، آخری اطلاعات آنے تک Aldoshoes نے حضرت عبداللہ کا اسم مبارک ظاہر کرنے والا ''ویب پیج'' Remove ...صاف... کردیا ہے۔

پشاور سے آن لائن احتجاج ریکارڈ کرانے والے نیاز گل نے اپنی ای میل میں مسلمانانِ عالم سے اپیل کی ہے کہ وہ امریکی جوتا کمپنی کے خلاف اپنا احتجاج ریکارڈ کرائیں۔ ادھر کمپنی کی ویب سائٹ سے پتا چلا ہے کہ ''جلیل، فاطمہ، سلیمان'' جیسے مقدس ناموں کے حامل بنائے گئے جوتوں کو اب بھی Display پر رکھا گیا ہے اور ویب سائٹ پر انہیں تاحال Remove نہیں کیا گیا ہے۔

امریکی مسلمانوں نے اپنے احتجاج کا سلسلہ کمپنی کے خلاف ای میل بھیج کر اور ٹیلی فون کر کے جاری رکھا ہوا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ امریکی کمپنیاں اس قسم کی حرکتیں جان بوجھ کر کرتی ہیں، جس کا واضح مقصد مسلمانوں کے جذبات کو برانگیختہ کرنا ہے۔

امریکی مسلمانوں کی تنظیم "CARE" نے بھی اس حرکت کا نوٹس لیا ہے اور کہا ہے کہ ان کے قانونی ماہرین اس سلسلے میں تنظیم کی طرف سے کارروائی کا جائزہ لے رہے ہیں اور جلد ہی اس معاملے کا جائزہ لے کر Adloshoes کے خلاف

قانونی مہم کا آغاز کیا جائے گا۔

واضح رہے کہ Adloshoes نامی یہ امریکی کمپنی امریکا کے علاوہ برطانیہ، آئرلینڈ اور کینیڈا سمیت ۳۵ ممالک میں آن لائن جوتے فروخت کرتی ہے، اس کمپنی کا ہیڈکوارٹر نیویارک میں ہے جبکہ لندن، میلان، پیرس، ٹوکیو اور دیگر بڑے بڑے عالمی شہروں میں اس کے کسٹمر سروس سینٹروں کی تعداد ۳۲۹ ہے۔ Adloshoes کے مالک اور بانی کا نام Ado Bensadown ہے، کمپنی مردانہ اور زنانہ جوتوں کے علاوہ پتلون، بیلٹ، خواتین کے پرس اور دیگر اشیاء بھی بناتی ہے۔ Aldo کمپنی ۱۹۸۵ء سے ایڈز کے مرض کے خلاف کام کررہی ہے اوراس سال بھی کمپنی نے Youth ایڈز کے پروگرام میں کئی ملین ڈالر دیئے ہیں۔

کمپنی کی ویب سائٹ کے مطابق (نقلِ کفر، کفر نباشد) سلیمان نام والے جوتے کی قیمت ۱۴۰ ڈالر، فاطمہ نام والے جوتے کی قیمت ۹۹,۹۵ ڈالر، جلیل نام والے جوتے کی قیمت ۱۶۰ ڈالر اور عبداللہ نام والے جوتے کی قیمت ۱۴۰ ڈالر رکھی گئی ہے۔

ادھر اِسلامی ویب سائٹوں اور دیگر بلاگس (سائیٹس) پر مسلمانوں کی طرف سے امریکی کمپنی کے خلاف آن لائن احتجاج کا سلسلہ جاری ہے جبکہ مختلف ممالک اورشہروں سے ملنے والی اطلاعات سے پتا چلتا ہے کہ کمپنی کے خلاف احتجاجی مراسلوں اور ایس ایم ایس سمیت احتجاجی ای میلز کا سلسلہ وسعت پارہا ہے۔'' (روزنامہ ''اُمت'' کراچی ۲۸ر دسمبر ۲۰۰۷ء)

ان تفصیلات کے بعد کیا کہا جائے کہ یہ شرمناک فعل اور ہرزہ سرائی اسی اسلام دُشمنی کا تسلسل نہیں جو روزِ اوّل سے مغرب کو اِسلام، مسلمانوں اور ان کی مقدس شخصیات اور ان کے مقدس شعائر سے ہے؟ اگر نہیں تو کیا وجہ ہے کہ وہ بدباطن یہ نام کسی ریگن، بش یا الزبتھ کے نام پر کیوں نہیں رکھتے؟ کیا کہا جائے کہ کوئی انسان کسی انسان سے ایسی عداوت رکھ سکتا ہے؟ یا یہ کتا خصلت انسانوں کی اس عداوت کا مظہر ہے جو کسی کتے کو اِنسان سے ہوسکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہمت، جرأت اور ملّی غیرت سے نوازے اور ان کتوں کو ڈنڈا دِکھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اگر مسلمانوں اور ان کے نام نہاد حکمرانوں نے اس کتا خصلت مغرب اور امریکیوں کی چاپلوسی ترک نہ کی تو نہ معلوم آئندہ ہمیں کیا کچھ دیکھنا پڑے گا...؟

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۷ ش:۵)

کیا اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں؟

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کی خدمت میں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اسلام دُشمن قوّتیں، ان کے آلۂ کار اور ان کے وظیفہ خوار ہمیشہ سے مسلمانوں کو اَذیت پہنچانے، ان کے جذبات سے کھیلنے، انہیں مشتعل کرنے، انہیں ذہنی کوفت و تکلیف سے دوچار کرنے، ان کے دِینی، ملّی اور مذہبی احساسات کو پامال کرنے اور انہیں طیش دِلانے کو اَپنا فرض اور حق سمجھتے ہیں۔

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی اَذیت، تکلیف، اِضطراب، بے چینی اور بے کلی و بے بسی میں ان کی دِلی تسکین اور ذہنی راحت کا سامان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ آئے دن کوئی نہ کوئی ایسی گھناؤنی حرکات اور شرمناک کردار ادا کرتے رہتے ہیں، جس سے نہ صرف مسلمان بلکہ پوری ملتِ اسلامیہ تڑپ کر رہ جائے اور محمدِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا بلبلا اُٹھیں۔

تاتاریوں کے بارے میں سنا تھا کہ وہ کسی مسلمان کو ذبح کرتے اور اس کی کٹی ہوئی گردن پر اُبلتا تیل ڈالتے، جب مقتول کا بہتا ہوا خون رُک جاتا اور مقتول تڑپنے لگتا تو وہ تڑپتی لاش کا رقصِ بسمل دیکھ کر خوشی سے اُچھلتے، کودتے، شادیانے بجاتے، دھمال اور بھنگڑہ ڈالتے، کیونکہ یہ انسانیت سوز کھیل اور مسلم دُشمنی پر مبنی شرمناک سفاکیت، ان درندوں کا محبوب مشغلہ تھا..... شنید ہے کہ ماضی قریب میں ان

کے جانشینوں نے افغانستان میں بھی مسلمانوں کے خلاف اسی قسم کی سفاکیت کا مظاہرہ کرکے تاتاری ظلم وتشدّد اور بربریت کی تاریخ دُہرائی ہے۔

کچھ یہی سلوک اس وقت پوری دُنیا کے مسلمانوں کے ساتھ رَوا رکھا جارہا ہے۔ اور مسلمان اس وقت ٹھیک اسی طرح کی تکلیف دہ اور اَذیت ناک صورتِ حال سے دوچار ہیں، چنانچہ دورِ حاضر کے تاتاری اور اِنسان نما درندے مسلمانوں کو تڑپا، تڑپا کر خوش ہوتے ہیں اور ان کے جذبات سے کھیل کر مسرّت کے شادیانے بجاتے ہیں۔

جیسا کہ سطورِ بالا سے معلوم ہوچکا ہے کہ یہ شرمناک کھیل آج کا نہیں بلکہ روزِ اوّل سے چلا آرہا ہے، لیکن اب کچھ عرصے سے اس جبر، ظلم، تشدّد اور بربریت میں کسی قدر تیزی اور شدّت آچکی ہے۔

....

اگر کسی زمانے میں دِینِ اِلٰہی کے بانی: اکبر بادشاہ اس کے حواریوں: ابوالفضل وفیضی کے جانشین: ایئر مارشل ایوب خان اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن جیسے ملحدوں نے مسلمانوں کے دِین و مذہب اور منصوصاتِ شرعیہ پر تیشہ چلاکر مسلمانوں کو آتش زیرِ پا کیا تھا، تو آج ان کے جانشینوں کی گزگز کی زبانیں قرآن وسنت اور دِین و مذہب کے خلاف باہر آچکی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس دور میں ایسے ملحدوں اور دِین دُشمنوں کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی، انہیں اُنگلیوں پر گنا جاسکتا تھا اور قرآن وسنت سے بغاوت پر مبنی ان کی ہفوات کو ''آوازِ سگاں'' سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں تھی، چنانچہ ایسے لوگوں کو اِسلام کے خلاف لب کشائی کی ہمت وجرأت نہ تھی، بلکہ اگر کہیں کوئی بدبخت اسلام کے خلاف منہ کھولتا تو اس کے خلاف شورِ قیامت برپا ہوجاتا اور اس کے نقد ومحاسبہ کے لئے اہلِ علم، علماء اور صلحاء کھڑے ہوجاتے، یہی وجہ تھی کہ ایسے لوگ اپنے باطل و فاسد بلکہ کاسد نظریات کا اظہار کرنے سے پہلے سو بار سوچتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ ہم مسلمانوں کے غیظ وغضب کی تاب نہیں رکھتے۔ انہیں

اندازہ تھا کہ مسلمان ہمارا جینا دوبھر کردیں گے، اس لئے وہ منافقینِ مدینہ کی طرح اندر ہی اندر اور زیرِ زمین اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے۔

مگر افسوس! صد افسوس کہ اب صورتِ حال یکسر بدل گئی ہے۔کل تک جو لوگ اسلام اور شعائرِ اِسلام کے خلاف منہ کھولنے سے پہلے سو بار سوچتے تھے، اب وہ بلاتردّد سینہ تان کر مسلمانوں کے خلاف میدان میں آچکے ہیں۔اب وہ کھلے عام اسلام اور شعائرِ اِسلام پر حملہ آور ہیں، مگر ان کو جواب دینے کے لئے کوئی آمادہ نہیں، وہ منصوصاتِ شرعیہ کا انکار کرتے ہیں، لیکن ان کی زبان کو لگام دینے کی کسی میں ہمت نہیں۔ چنانچہ اب کھلے عام قرآن وسنت کا انکار کیا جاتا ہے، اسلام، اسلامی اَحکام اور شعائرِ اسلام پر طنز وتنقید کے تیر برسائے جاتے ہیں، مسلمانوں کی دِینی، ملّی اور اِیمانی غیرت کو للکارا جاتا ہے، انہیں ذہنی کرب و اَذیت سے دوچار کیا جاتا ہے، لیکن اس کے سدِّباب اور اس کے سامنے بند باندھنے کی کوئی تدبیر نہیں کی جاتی، شاید اس لئے کہ دُنیائے کفر، اِسلام دُشمن قوّتیں، ہماری حکومت، حکومتی ارکان، بیوروکریسی اور نام نہاد اِسلامی نظریاتی کونسل وغیرہ ان آستین کے سانپوں کی پناہ گاہ ہیں، اس کے علاوہ نظری، بصری میڈیا، اخبارات و رسائل بھی ان کی پشت پر ہیں، ان کی ہفوات اور شرانگیز بیانات، اخبارات ومیڈیا کی زینت بنتے ہیں، مگر ہائے افسوس! کہ مسلمان ان کے دانت توڑنے کی پوزیشن میں نہیں، چنانچہ دورِ حاضر کے ابوالفضل وفیضی کا ایک بیان پڑھیئے اور سر دھنیئے!

> ”اسلام آباد (آئی این پی) اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود نے کہا ہے کہ اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں ہے، یہ مولانا مودودی کی فکر تھی، اسلام صرف مکمل دِین ہے، اسلام میں چہرے کا پردہ ہے نہ سر کا، یہ محض معاشرتی رواج ہے، حجاب صرف نبی کی اَزواج کے لئے تھا، ان خیالات کا

اظہار انہوں نے گزشتہ روز ایک خصوصی انٹرویو میں کیا، ڈاکٹر خالد مسعود کا کہنا تھا کہ اگرچہ داڑھی سنت ہے، تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسلمان اور غیر مسلم دونوں داڑھی رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ توہینِ رسالت کے قانون میں کمزوریاں ہیں، ان کمزوریوں کو دُور کیا جانا چاہیے، اسلامی قانون کے مطابق اگر کسی کے منہ سے توہین پر مبنی الفاظ نکل گئے ہیں تو اسے توبہ کا موقع ملنا چاہیے، لیکن ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے، انہوں نے کہا کہ حدود اللہ کا کوئی تصوّر قرآن میں موجود نہیں، یہ تصوّر فقہاء حضرات کا ہے کہ مخصوص سات جرائم کو حدود اللہ کہا جائے۔" (روز نامہ ''نوائے وقت'' کراچی ۷/نومبر ۲۰۰۷ء ص:۸)

گویا کل تک جو کام اسلام دُشمن نہیں کر سکتے تھے، آج وہی کام ان کے نفس ناطقہ، ترجمان اور وظیفہ خوار اَنجام دے رہے ہیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ یہ سب کچھ عوام کے خون پسینے کی کمائی، قومی خزانے اور پاکستان کے بیت المال پر پلنے والے، نام نہاد مفکرین، اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اسلامی جمہوریہ اور اس کی اسلامی نظریاتی کونسل کی چھتری کے نیچے بیٹھ کر اَنجام دے رہے ہیں، گویا اسلام کے نام پر ہی اسلام کی بنیادوں کو کھودا جارہا ہے۔

اس پر مستزاد یہ کہ نظری، بصری میڈیا، قومی اخبارات اور لادِین رسائل و مجلّات بھی نہایت عیاری، ہوشیاری اور غیر محسوس انداز میں نئی نسل کو اِلحاد، زَندقہ، اور لادِینیت و دَہریت کے گہرے غاروں میں دھکیلنے کی ناپاک کوششوں میں مصروف ہیں، بلکہ سادہ لوح عوام اور نئی نسل کے قلوب میں دِین و مذہب سے نفرت و بیزاری کا بیج بو کر انہیں قرآن و سنت اور دِین و ملت سے متنفر کرنے کی مذموم کوشش کی جارہی ہے۔ مذکورہ بالا بیان بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جس میں اسلامی نظریاتی کونسل کے

چیئرمین نے ایک ہی سانس میں اللہ، رسول، قرآن، سنت، اسلام، اسلامی دستور اور مسلمانوں کے دِین و مذہب کو اتنا گالیاں دے ڈالی ہیں کہ شاید یہود و نصاریٰ اور اسلام دُشمن بھی ایک سانس میں اس قدر ہرزہ سرائی کی ہمت و جرأت نہ کرپاتے، مثلاً موصوف فرماتے ہیں کہ:

۱:...اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں ہے۔

۲:...اسلام میں چہرے اور سر کا پردہ نہیں۔

۳:... حجاب اور پردے کا حکم صرف اَزواجِ مطہرات کے لئے تھا... گویا مسلمان خواتین سر اور منہ چھپانے کی مکلّف نہیں ہیں...۔

۴:... داڑھی مسلمانوں کا شعار نہیں، کیونکہ ابتدائے اسلام میں کافر و مسلم سب ہی داڑھی رکھتے تھے... گویا اس پر زور دینے کی ضرورت نہیں۔

۵:...قانون توہینِ رسالت میں کمزوریاں ہیں اور ان کمزوریوں کو دُور کیا جانا چاہئے... گویا اس قانون میں سقم ہے اور جس قانون میں کسی قسم کا سقم پایا جائے وہ ناقابلِ عمل ہوتا ہے، اس لئے یہ قانون ناقابلِ عمل ہے۔

۶:...قرآن میں حدود اللہ کا کوئی تصوّر نہیں... گویا چور، ڈاکو، زانی، شرابی اور قاتل وغیرہ پر کوئی حد نہیں لگنی چاہئے۔

کیا کوئی ادنیٰ مسلمان اور دِین دار اِنسان یہ سوچ سکتا ہے کہ یہ ''اِرشادات'' کسی اسلامی ملک کی اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین یا کسی ذمہ دار کے ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں، بلکہ کسی معمولی عقل وفہم کے انسان اور مسلمان سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ اسلام، اسلامی آئین اور قرآنی دستور کے خلاف ایسی سوقیانہ اور گھٹیا فکر وسوچ رکھتا ہو...!

ذیل میں ہم جناب ڈاکٹر خالد مسعود صاحب کے ''ارشادات'' کا نمبروار جائزہ پیش کرنا چاہیں گے:

الف:... اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین صاحب فرماتے ہیں کہ: ’’اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں ہے‘‘ اگر گستاخی نہ ہو تو کیا ہم ان سے پوچھ سکتے ہیں کہ:

۱:... اگر ...نعوذ باللہ!... اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں تو وہ مکمل دِین کیونکر ہوسکتا ہے؟ اس لئے کہ خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ’’اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَام‘‘ (آلِ عمران:۱۹)... بے شک دِین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہے...سوال یہ ہے کہ اگر اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں تو وہ مکمل دِین کیسے ہوگا؟ کیونکہ اللہ کے نزدیک دِین صرف اسلام ہی ہے، دُوسرے لفظوں میں موصوف کے ہاں دِین ہی ناقص ہے۔ حالانکہ قرآنِ کریم کا فیصلہ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ: ’’اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا‘‘ (المائدۃ:۳)...آج میں پورا کرچکا تمہارے لئے دِین تمہارا، اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا، اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دِین...۔

۲:... اگر ...نعوذ باللہ!... اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں تو اس کا یہ معنی نہیں کہ مسلمانوں کو اِسلامی زندگی گزارنے کے لئے اسلام کے علاوہ کسی دُوسرے دِین و مذہب کا دروازہ کھٹکھٹانا ہوگا؟ اگر جواب اِثبات میں ہے اور یقیناً اِثبات میں ہے تو اس کا تعین کیسے اور کیونکر ہوگا کہ کسی مسلمان کو کن اُمور اور معاملات میں کس دِین و شریعت کی احتیاج ہوگی؟

۳:... اگر اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں ہے تو سوال پیدا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے دُنیا میں انسانوں کو اپنی منشا کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے کوئی مکمل ضابطۂ حیات عطا فرمایا ہے یا نہیں؟ اگر جواب اِثبات میں ہے تو اس کی نشاندہی ہونی چاہئے، تاکہ اس کے مطابق زندگی گزار کر رضائے اِلٰہی حاصل کی جائے، اور اگر جواب نفی میں ہے تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کی توہین، تنقیص، گستاخی کے علاوہ اس کی اُلوہیت و رُبوبیت کے انکار کے مترادف نہیں؟

۴:... اگر ڈاکٹر صاحب کی اُپچ کے مطابق اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں ہے تو یقیناً کوئی دُوسرا دِین و مذہب ہی کامل و مکمل ضابطۂ حیات اور دستورِ زندگی ہوگا، اب سوال یہ ہے کہ اس دِین و مذہب اور تہذیب و ثقافت کے ماننے والوں کو ...نعوذ باللہ!... یہ کہنے کا حق نہیں ہوگا کہ مسلمان کامل و مکمل ضابطۂ حیات کو چھوڑ کر اِسلام جیسے ناقص و نامکمل ضابطۂ حیات کو اَپنانے کی وجہ سے گمراہ ہوگئے ہیں؟ کیا ڈاکٹر خالد مسعود صاحب ...نعوذ باللہ... پوری اُمتِ مسلمہ کو گمراہ سمجھتے ہیں؟

۵:... اگر ڈاکٹر صاحب کی اس منطق کو مان لیا جائے تو یہ تسلیم نہیں کرنا پڑے گا کہ ...نعوذ باللہ!... مسلمان بدراہ، بدعمل، جاہل اور گمراہ ہیں؟ اگر جواب اِثبات میں ہے تو کیا یہ سلسلہ صرف موجودہ دور کے مسلمانوں تک محدود رہے گا یا ...نعوذ باللہ!... صدرِ اوّل کے مسلمان، حضراتِ ائمہ مجتہدینؒ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ، صحابہ کرامؓ اور خود پیغمبرِ اِسلام صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کی اس ہرزہ سرائی کی زد میں آئیں گے...؟

۶:... یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ جو دِین و مذہب، اپنے ماننے والوں کو مکمل ضابطۂ حیات فراہم نہ کرتا ہو وہ قابلِ تقلید اور لائقِ اقتدا ہے؟ یا وہ جو اپنے ماننے والوں کو مکمل ضابطۂ حیات فراہم کرتا ہو؟ ظاہر ہے جو دِین و مذہب اپنے ماننے والوں کو مکمل ضابطۂ حیات فراہم کرتا ہو، وہی قابلِ اعتماد ہوگا، اس اُصول کی روشنی میں بتلایا جائے کہ موصوف کا یہ ارشاد اِسلام کی تعریف و توصیف پر مبنی ہے یا اس کی توہین و تنقیص پر؟ اور کیا یہ مسلمانوں کو اِسلام سے وابستہ کرنے کی کوشش ہے یا انہیں اسلام سے متنفر و برگشتہ کرنے کی سازش؟

۷:... کیا ہم ڈاکٹر صاحب سے یہ پوچھنے کی گستاخی کرسکتے ہیں کہ اسلام مکمل ضابطۂ حیات کیوں نہیں؟ اور اس ضابطۂ حیات میں کہاں، کہاں خامیاں اور نقائص موجود ہیں؟ کیا وہ اس کی نشاندہی فرماسکتے ہیں کہ اسلام کا فلاں فلاں شعبہ تشنہ ہے؟ یا فلاں فلاں مسائل میں اسلام اپنے ماننے والوں کی صحیح راہ نمائی نہیں کرتا؟

۸:... کیا موصوف اس کی نشاندہی فرماسکتے ہیں کہ ان کے نزدیک اسلامی قانون و دستور اور ضابطۂ حیات کی تشکیل کے کون کون سے مأخذ ہیں؟ کیا وہ قرآن، حدیث، صحابہؓ، تابعینؒ اور اُمتِ مسلمہ کے اِجماع اور اُمت کے عملی تواتر کو اِسلام سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر جواب اِثبات میں ہے تو پوری چودہ صدیوں کے مسلمان جس ضابطۂ حیات کی راہ نمائی میں کامیاب زندگی گزارتے رہے ہیں، آج وہ ناقص و نامکمل کیسے بن گیا؟ اور اگر جواب نفی میں ہے تو کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ موصوف پوری چودہ صدیوں کی مسلم برادری کو جاہل و لاعلم اور گمراہ قرار دینے کی جسارت فرماتے ہیں؟ اور جو شخص قرآن و سنت، پیغمبرِ اِسلام، جماعتِ صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ، اُمتِ مسلمہ کے اِجماع اور عملی تواتر کا انکار کرنے کی جسارت کرے، وہ مسلمان ہے یا کافر؟

۹:... اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جابجا اسی دِین و مذہب، قرآن، حدیث اور اِسلامی دستورِ حیات پر عمل کرنے والوں کو ”اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ“ ...وہ لوگ وہی ہیں کامیاب... ”اُولٰٓئِکَ ھُمُ الرَّاشِدُوْنَ“ ...وہ لوگ وہی ہیں نیک راہ پر... ”اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ“ ...وہ لوگ وہی ہیں فلاح پانے والے... ”اُولٰٓئِکَ حِزْبُ اللهِ“ ...وہ لوگ ہیں گروہ اللہ کا... ”اُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ“...وہی ہیں جنت میں رہنے والے...اور ”رَضِیَ اللهُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ“ ...اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے...کی نوید اور خوشخبری کیوں سنائی؟ کیا کبھی ناقص و نامکمل ضابطۂ حیات پر عمل کرنے والا کامیاب، نجات و فلاح یافتہ اور اللہ کی رضا و رضوان کی نوید و خوشخبری کا مستحق قرار پاسکتا ہے؟

۱۰:... اگر بالفرض ان کی یہ بات تسلیم کرلی جائے ...کہ اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں...تو کیا ان کی یہ ہرزہ سرائی اللہ تعالیٰ اور اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اِعتراض کے مترادف نہیں؟ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک ناقص و نامکمل ضابطۂ حیات کیوں دیا؟

۱۱:... بالفرض اگر اسلام مکمل ضابطۂ حیات نہیں تھا تو کیا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض نہ تھا کہ وہ اپنی اُمت کو بتلاتے کہ اسلام میں فلاں فلاں جگہ نقص اور کمی ہے، اور اس کی تکمیل کے لئے فلاں فلاں دِین و مذہب اور قانون و دستور سے مدد لی جائے؟ مگر دُنیائے اسلام جانتی ہے کہ آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی کسی قسم کی کوئی نشاندہی نہیں فرمائی، تو کیا کہا جائے کہ ...نعوذ باللہ...آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے ساتھ خیانت کی ہے؟ کیا ایسا کہنا سمجھنا یا سوچنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رِسالت و نبوّت کے انکار کے مترادف نہیں؟ اور جو شخص اسلام، پیغمبرِ اِسلام، قرآن اور سنت کے خلاف ایسی فکر وسوچ رکھتا ہو وہ کیا کہلانے کا مستحق ہے؟

۱۲:...ایک طرف حضراتِ صحابہ کرامؓ کی یہ گواہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو پیدائش سے موت اور مابعد الموت تک کے ہر ہر مرحلے میں پیش آنے والے تمام معاملات کی نشاندہی فرمائی تھی، حتیٰ کہ پیشاب، پاخانہ، اِستنجا اور وضو کا طریقہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا اور بتلایا ہے، دُوسری طرف اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین صاحب کا دعویٰ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو ناقص و نامکمل ضابطۂ حیات دے گئے۔ کیا کہا جائے کہ اسلام کی تکمیل کے سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں کی گواہی معتبر ہے یا پندرھویں صدی کے ایک نام نہاد ملحد کی ژولیدہ فکری؟

دراصل ڈاکٹر صاحب زندگی بھر بیرونی تعلیم گاہوں اور ملحد اساتذہ کے زیرِ تربیت رہے ہیں جن کے اِلحاد و زَندقہ نے ان کے قلب و دِماغ میں جگہ پکڑلی ہے، اس لئے اب موصوف ان کی اسی ملحدانہ فکر سے سوچتے، ان کی آنکھوں سے دیکھتے اور انہیں کی زبان سے بولتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کو مسلمانوں کی کوئی چیز اچھی نہیں لگتی بلکہ ان کی مغربی عینک میں ہر چیز ناقص و نامکمل نظر آتی ہے، حتیٰ کہ ان کو اِسلام بھی نامکمل و ناقص دِکھائی دیتا ہے، وہ نہیں چاہتے کہ کوئی مسلمان خالص قرآن وسنت پر عمل

کر کے پکا سچا مسلمان کہلائے، بلکہ ان کے نزدیک اسلام اور اِسلامی دستور اور قانون وہی معتبر ہے، جس پر مغرب اور مغربی آقاؤں کی مہرِ تصدیق ثبت ہو۔

اس کے برعکس جس دِین، مذہب کی تکمیل و تتمیم پر اللہ، رسول، قرآن، حدیث، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، ائمہ مجتہدینؒ، اِجماعِ اُمت اور پوری اُمتِ مسلمہ کے عملی تواتر کی سند موجود ہو، وہ ان کے نزدیک ناقص و نامکمل ہے، کیونکہ اس پر اساتذۂ مغرب اور ان کے نامور تلامذہ: اسلم جیراجپوری، عبداللہ چکڑالوی، غلام احمد پرویز اور مرزا غلام احمد قادیانی کی سندِ تکمیل اور مہرِ تصدیق ثبت نہیں ہے۔

کیا چہرے اور سر کا پردہ نہیں؟

ب:... موصوف ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''اسلام میں چہرے اور سر کا پردہ نہیں ہے۔''

ڈاکٹر صاحب کا یہ فرمان کہ اسلام میں چہرے اور سر کا پردہ نہیں ہے، یہ ان کی ذاتی رائے اور ان کے دِل کے چور کی ترجمانی ہے، ورنہ قرآن، حدیث، آثارِ صحابہؓ اور پوری اُمت کا عملی تواتر اس کی نفی کرتا ہے۔

درحقیقت موجودہ دور کے لادِین عناصر منصوصاتِ شرعیہ میں شکوک وشبہات پیدا کرنے، مسلمانوں کو مادر پدر آزاد کرنے، خواتین کو کوچہ و بازار میں لانے، انہیں بے قیمت جنس بنانے، عریانی، فحاشی اور جسم فروشی کو عام کرنے کے لئے ایک منظّم سازش کے تحت یہ سب کچھ کررہے ہیں، چنانچہ بے پردگی کو رواج دینے اور پردہ جیسے حکمِ شرعی کو بے وزن کرنے کی آوازیں بھی انہیں طبقات کی جانب سے بلند ہورہی ہیں جنہیں خود مقدس رشتوں کا پاس نہیں ہے، اور جن کے ہاں کسی کی ماں، بہن، بیٹی اور بہو کی کوئی عزّت نہیں ہے، وہ جنسی بھوک مٹانے کے لئے کسی شرعی ضابطے اور اسلامی قانون اور اَخلاقیات کی پابندیوں کے قائل نہیں ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ مغرب

اور یورپ کی طرح یہاں کا معاشرہ بھی مادر پدر آزاد ہوجائے، یوں جب، جہاں اور جس سے دِل چاہے اس سے سرِعام جنسی تقاضا پورا کرلیا جائے۔

چونکہ شرعی لباس، حجاب اور پردہ ان کی راہ میں سب سے بڑی رُکاوٹ ہے، اس لئے وہ بھولی بھالی عوام اور سیدھے سادے مسلمانوں کو اس ''قید'' سے آزاد کرانا چاہتے ہیں۔

بلاشبہ ملّی حمیت اور دِینی غیرت سب سے بڑی نعمت ہے، اور یہ مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہے، ان کا خیال ہے کہ کسی طرح مسلمانوں سے یہ جوہر چھین لیا جائے اور انہیں بھی یہود و نصاریٰ اور دُوسری بے ضمیر اَقوام کی طرح بے ضمیر و بے غیرت بنادیا جائے۔

ورنہ قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ، پوری اُمتِ مسلمہ کا چودہ سو سالہ تعامل، عملی تواتر اور علماء و محققین کی تحقیقات کی روشنی میں چہرے اور سر کا پردہ واجب ہے اور اس کا ترک کرنا گناہ اور بہت سے اخلاقی و شرعی مفاسد کا ذریعہ ہے۔ چہرے اور سر کے پردے سے متعلق درج ذیل تصریحات ملاحظہ ہوں:

صحیح بخاری میں ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کے گھر میں نیک صالح اور فاسق و فاجر ہر طرح کے لوگ آتے ہیں اگر آپ اُمہات المؤمنین کو پردے کا حکم دے دیں تو کیا ہی اچھا ہو؟ اس پر سورۂ اَحزاب کی یہ آیت نازل ہوئی:

''وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَاسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ، ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ، وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا، اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا.'' (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ:... ''جب تمہیں اَزواجِ مطہرات سے کچھ پوچھنا

ہوتو پردے کے پیچھے سے پوچھا کرو، یہی تمہارے اور ان کے
دِلوں کے لئے پاکیزگی کا ذریعہ ہے، اورتمہارے لئے جائزنہیں
کہ اللہ کے رسول کو اِیذا دو، اور نبی کی ازواج کے ساتھ نبی کی
وفات کے بعد کبھی نکاح نہ کرو، کیونکہ یہ اللہ کے ہاں بہت بڑا
گناہ ہے۔" (صحیح بخاری ج:۲ ص:۷۰۶)

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ پردے کا حکم کتنا اہم ہے، اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین دور کے پاک باز اور پاکیزہ لوگوں کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ اَزواجِ مطہرات سے اور اَزواجِ مطہرات ان سے پردہ کیا کریں، اور اگر کبھی کوئی ضروری مسئلہ پوچھنا ہو یا کوئی معلومات کرنا ہوں تو بلاحجاب نہیں، بلکہ پردے کے اندر رہ کر کیا کریں، یہ تمہارے اور اَزواجِ مطہرات کے قلوب کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔

غور فرمایئے! یہ ان لوگوں کے لئے ارشاد ہے، جن کو یہ کہا جارہا ہے کہ اَزواجِ مطہرات ان کی مائیں ہیں، اور نبی کی اَزواج کے ساتھ نبی کی رحلت کے بعد ان کا نکاح کرنا ناجائز ہے، کیونکہ یہ اللہ کے ہاں بہت بڑا گناہ ہے۔

بے پردگی کے حامی اور پردے کے مخالف اس ڈاکٹر صاحب سے کوئی پوچھے کہ اس دور کے ہوس پرستوں اور دعوتِ گناہ دیتی ان تتلیوں کے لئے یہ حکم کیوں نہ ہوگا؟ کیا ان کے قلوب صحابہ کرامؓ اور اَزواجِ مطہراتؓ کے دِلوں سے زیادہ پاکیزہ ہیں؟ کیا دورِ حاضر کے ان مردوں اور عورتوں کا آپس میں نکاح نہیں ہوسکتا؟ کیا بے پردہ پھرنے والی یہ تمام پریاں ان کی مائیں اور بہنیں ہیں؟ اگر نہیں تو پھر یہ اس حکم سے کیوں مستثنیٰ ہیں؟ صرف اس لئے کہ ان کو اللہ کے حکم، دِین و شریعت، شرافت دیانت اور عصمت و پاکیزگی سے دُشمنی اور چڑ ہے؟ اور وہ بھی محض اس لئے کہ چشمِ بددُور مغرب کی اندھی تقلید میں خواتین کو اپنی ہوس پرست نگاہوں کا نشانہ بنانا

چاہتے ہیں...!

رہی یہ بات کہ چہرے کا پردہ ہے یا نہیں؟ اس کے لئے صرف اتنا عرض ہے کہ پردہ چونکہ فتنہ اور گناہ کے سدِّباب کے لئے ہے، اس لئے چہرہ بھی بنیادی طور پر پردے میں داخل ہے، البتہ کچھ لوگ پردے کے حکم کو خفیف اور ہلکا کرنے کے لئے یہ کہا کرتے ہیں کہ قرآنِ کریم نے خواتین کو اپنے پوشیدہ اعضاء کے پردے کا حکم دیا ہے، رہے وہ اعضاء جو کھلے ہوئے ہوں، وہ اس سے مستثنیٰ ہیں، چونکہ چہرہ کھلا ہوا ہوتا ہے، اس لئے اس کا پردہ نہیں ہے۔ اس سلسلے میں چند اُمور پیشِ نظر رہنا چاہئیں:

اوّل:... چہرہ کھلے اعضاء میں سے نہیں، کیونکہ اگر اس کا پردہ نہ ہوتا یا اس کو چھپانے کا حکم نہ ہوتا تو صحابہ کرامؓ کو اَزواجِ مطہراتؓ سے پردے کے پیچھے بات چیت کرنے کا حکم نہ دیا جاتا۔

دوم:... چہرے کے علاوہ دُوسرے اعضاء تو پہلے سے لباس میں مستور اور چھپے ہوئے ہوتے ہیں تو ان کے پردے کا کیا معنیٰ؟ کیا پردے کا حکم خواتین کے لباس کو ہے؟ کیا کوئی معمولی عقل و خرد کا آدمی اس کو تسلیم کرسکتا ہے؟

سوم:... پردے کی مشروعیت اور اس کا حکم دِلوں کو فتنے سے بچانے کے لئے دیا گیا ہے، جیسا کہ سورۂ اَحزاب کی مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوچکا ہے، تو بتلایا جائے کہ خواتین کے چہرے کو دیکھنے سے دِل متأثر ہوتے ہیں یا ان کے اعضائے مستورہ پر موجود لباس کے دیکھنے سے؟ اگر چہرہ دیکھنے سے دِل متأثر ہوتے ہیں اور یقیناً متأثر ہوتے ہیں تو اس کے پردے کا حکم کیوں نہ ہوگا؟ اور وہ پردے کے حکم سے کیوں مستثنیٰ ہوگا؟

چہارم:... عورت کی کشش اور جاذبیت اور اس کے حسن، قبح، خوبصورتی اور بدصورتی کا معیار اس کا چہرہ ہوتا ہے یا اس کے اعضاء پر موجود ساتر لباس؟ ہر عقل مند اس کا فیصلہ کرسکتا ہے کہ باعثِ کشش اور محرکِ فتنہ اس کا کھلا چہرہ ہی ہوتا ہے، جب

محرکِ فتنہ ہی چہرہ ہے تو اس کا پردہ کیوں نہ ہوگا؟

پنجم:... جب قرآنِ کریم کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

”یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ.“ (الاحزاب:۵۹)

ترجمہ:... ”اے نبی! اپنی بیویوں، صاحب زادیوں اور دُوسرے مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ لٹکالیا کریں اپنے اُوپر چادریں۔“

اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت ابنِ عباسؓ نے راستہ دیکھنے کے لئے ایک آنکھ کھلی رکھنے کے سوا پورا جسم اور منہ ایک چادر میں چھپاکر بتلایا کہ ہاتھ پاؤں کے علاوہ سب اس میں داخل ہے۔ (تفسیر قرطبی ج:۴ ص:۲۴۳)

بایں ہمہ اگر کبھی کسی ضرورت سے چہرہ کھلا رہ جائے یا کھولنا پڑے تو اس کی پہلے سے پیش بندی کردی گئی کہ مردوں اور عورتوں کو اپنی آنکھیں نیچی رکھنی چاہئیں، یہ ان کی شرم گاہوں کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

ان تفصیلات کے بعد کوئی بے دِین، قرآن وسنت کا منکر اور دِین وشریعت کا باغی ہی شرعی پردے کا منکر ہوگا۔

ششم:... صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے واقعہ اِفک کی حدیث میں مذکور ہے کہ:

”وکان صفوان بن المعطل السلمی ثم الذکوانی من وراء الجیش فادلج فاصبح عند منزلی فرأی سوادا انسان نائم فاتانی فعرفنی حین رأنی وکان یرانی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعه حین عرفنی فخمرت وجھی بجلبابی.....“ (صحیح بخاری ج:۲ ص:۶۹۶، طبع نور محمد کراچی)

ترجمہ:... ”......حضرت صفوان بن معطل سلمی، ذکوانی، لشکر کے پیچھے تھے ...... جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ چلا گیا اور میں پیچھے رہ گئی اور اپنی جگہ پر بیٹھی انتظار کرتے کرتے سوگئی .....تو وہ صبح صبح اس جگہ پہنچ گئے، وہ کسی سوتے انسان کا ہیولا اور عکس دیکھ کر قریب آئے تو انہوں نے مجھے پہچان لیا، اس لئے کہ انہوں نے حجاب اور پردے کے حکم سے پہلے مجھے دیکھا تھا، جب انہوں نے مجھے پہچان کر ”اِنا للہ“ پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی اور میں نے فوراً اپنے چہرے کو اپنی چادر سے چھپالیا.....“

بتلایا جائے کہ اگر چہرے کا پردہ نہیں تھا تو اُمّ المؤمنین یہ کیوں فرماتیں کہ: ”پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا تھا؟“ اسی طرح اگر چہرے کا پردہ نہیں تھا تو صدیقۂ کائنات نے جاگنے پر اپنے چہرے کو کیوں چھپایا تھا؟ کیا اَب بھی اس میں کوئی اِشکال و اِبہام باقی رہ جاتا ہے کہ چہرے کا پردہ نہیں ہے، یا چہرہ پردے کے حکم سے مستثنیٰ ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا کہا جائے کہ ڈاکٹر خالد مسعود جیسے ان ابوالہوسوں کا قرآن و حدیث کی نصوصِ صریحہ پر اِیمان ہے؟

ہفتم:... صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اپنے رضاعی چچا افلح... ابوقعیس کے بھائی... کے حضرت عائشہؓ کے گھر میں آنے کی اجازت چاہنے اور حضرت عائشہؓ کے اجازت نہ دینے کے سلسلے میں مروی ہے:

”عن عائشة انها قالت: جاء عمی من الرضاعة فاستأذن علیّ فابیت ان اٰذن له حتّٰی اسأل رسول الله صلی الله علیه وسلم، فجاء رسول الله صلی الله علیه وسلم فسألته عن ذٰلک، فقال: انه عمک فأذنی له! .....قالت عائشة: وذٰلک بعد ان ضرب علینا

الحجاب....."   (صحیح بخاری ج:۲ ص:۷۸۸، طبع نور محمد کراچی)

ترجمہ: ..."حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے مروی ہے کہ میرے رضاعی چچا...افلح رضی اللہ عنہ... نے میرے گھر اور میرے پاس آنے کی اجازت چاہی تو میں نے ان کو یہ کہہ کر گھر میں داخل ہونے سے منع کردیا کہ میں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھ لوں، اجازت نہ دُوں گی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں نے اس سلسلے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو تیرے چچا ہیں اور چچا سے پردہ نہیں ہے، لہٰذا وہ تیرے گھر میں آسکتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب پردے کا حکم نازل ہوچکا تھا۔"

ارشاد فرمایا جائے کہ اگر چہرے کا پردہ نہیں تھا تو حضرت عائشہؓ اتنا احتیاط کیوں فرماتیں کہ رضاعی چچا کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر گھر میں آنے سے منع فرمارہی ہیں؟

اس کے علاوہ خود فرماتی ہیں کہ یہ اس وقت کی بات ہے جب پردے کا حکم نازل ہوگیا، معلوم ہوا پہلے اس طرح کا آنا جانا منع نہ تھا، لیکن جب حجاب کا حکم نازل ہوا، تو آپؓ نے رضاعی چچا کو بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ معلوم کئے بغیر، گھر میں آنے سے روک دیا تھا، حالانکہ رضاعی رشتوں کا وہی حکم ہے جو حقیقی رشتوں کا ہوتا ہے۔

ہشتم:...حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حجۃ الوداع کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اپنے اور اَزواجِ مطہرات کے حالتِ اِحرام میں پردے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

”عن عائشة قالت: كان الركبان يمرون بنا ونحن مع رسول الله صلى الله عليه وسلم محرمات فاذا جاوزوا بنا سدلت احدانا جلبابها من رأسها علىٰ وجهها فاذا جاوزونا كشفناه. رواه ابوداوٗد و ابن ماجة.“

(مشکوٰۃ ص:۲۳۶)

ترجمہ:... ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ: ہم (حجۃ الوداع میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں حالتِ اِحرام میں تھیں، جب سوار ہمارے پاس سے گزرتے تو ہم اپنے سر سے نیچے اپنے چہرے پر بھی پردہ ڈال لیا کرتیں اور جب وہ ہمارے پاس سے گزر جاتے تو ہم دوبارہ اپنا چہرہ کھول لیا کرتیں۔“

بتلایا جائے کہ اگر سر کا پردہ نہیں تھا تو اَزواجِ مطہراتؓ نے اپنے سروں پر کپڑا کیوں ڈال رکھا تھا؟ اسی طرح اگر چہرے کا پردہ نہ ہوتا تو حضرات اَزواجِ مطہراتؓ کو اس تکلف کی کیا ضرورت تھی؟ کہ جب حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ان کے پاس سے گزریں، وہ سر سے نیچے اپنے چہرے کو بھی چھپالیا کریں اور جب لوگ دُور چلے جائیں تو پھر چہرہ کھول لیا کریں؟ کیا یہ چہرہ اور سر چھپانے اور چہرے کے پردے کی واضح دلیل نہیں؟

مگر یہ تصریحات اور دلائل تو شاید ان لوگوں کے لئے دلیل، حجت اور سند ہوں گے جن کا قرآن و حدیث پر اِیمان ہو، اس کے برعکس جو لوگ حدیث کو سرے سے حجت و سند ہی نہ مانتے ہوں، ان کے لئے یہ حدیث کیا پورا ذخیرۂ اَحادیث ہی کوئی حیثیت نہیں رکھتا؟

نہم:... حضرت صفیہ بنت حییؓ کی رُخصتی کے موقع پر ان کی حیثیت کے تعین

کے لئے پردے کو ہی معیار قرار دیا گیا، جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

”عن انس قال: اقام النبی صلی اللہ علیه وسلم بین خیبر والمدینة ثلٰثا یبنی علیه بصفیة بنت حیی فدعوت المسلمین الیٰ ولیمتهٖ فما کان فیها من خبز ولا لحم، امر بالانطاع فالقی فیها من الثمر والاقط والسمن فکانت ولیمته فقال المسلمون: احدی امهات المؤمنین او مما ملکت یمینه؟ فقالوا: ان حجبها فهی من امهات المؤمنین وان لم یحجبها فهی مما ملکت یمینه، فلما ارتحل واطألها خلفه ومد الحجاب بینها وبین الناس.....“ (صحیح بخاری ج:۲ ص:۷۶۱، طبع نور محمد کراچی)

ترجمہ:...”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ خیبر سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ منوّرہ کے درمیان تین دن تک قیام فرمایا، اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ بنت حُیی رضی اللہ عنہا سے عقدِ نکاح اور رُخصتی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ولیمے کی دعوت پر میں نے ہی لوگوں کو بلایا...... جب اس سے فراغت ہوئی تو مسلمانوں میں یہ کھسر پھسر ہونے لگی کہ حضرت صفیہؓ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور اُمّ المؤمنین ہوں گی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لونڈی، کنیز اور حرم؟ اس پر صحابہ کرامؓ نے کہا: دیکھتے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے پردہ کرایا تو ہم سمجھیں گے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور اُمّ المؤمنین ہیں، اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پردہ نہ کرایا تو سمجھا جائے گا کہ یہ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم کی لونڈی اور کنیز ہیں ...کیونکہ کنیزوں اور لونڈیوں کے لئے بوجہ ضروریاتِ خدمت اور کام کاج کے پردے کا حکم نہیں... چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے کو کوچ کا حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ کو اپنے پیچھے سوار کیا اور حضرت صفیہؓ اور لوگوں کے درمیان حجاب اور پردہ ڈال دیا...تو لوگوں نے سمجھ لیا کہ آپؓ بھی اَزواجِ مطہرات میں سے ہیں۔"

بتلایا جائے کہ اگر چہرے کے پردے کا حکم نہیں تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنی سواری پر اپنے پیچھے بٹھا کر پردہ کیوں لٹکایا...؟

اور حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ کہنا کہ اگر حضرت صفیہ کو کنیز اور لونڈی رکھا گیا تو ان کو پردہ نہیں کرایا جائے گا، اور اگر پردہ کرایا گیا تو یہ اس کی نشانی ہوگی کہ آپ اُمّ المؤمنین کے اعزاز سے سرفراز ہوچکی ہیں۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ ڈاکٹر خالد مسعود جیسے ہوس پرست اور پردے کے مخالف ومنکر بدقماش لوگ تمام مسلمان خواتین کو ...نعوذ باللہ!...لونڈی اور کنیز کا درجہ دینا چاہتے ہوں؟ اور ان کی نگاہ میں ان شریف زادیوں کا مرتبہ و مقام بھی کسی خادمہ اور لونڈی سے زیادہ نہ ہو؟ کیا کوئی باغیرت مسلمان، اپنی بہنوں، بیٹیوں، بیویوں اور ماؤں کے لئے اس ''ذِلت'' کو برداشت کرے گا؟ اگر نہیں تو ان کو یہ بات سمجھ آجانی چاہئے کہ مسلمان خواتین کے لئے پردے کا حکم ہے، یہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا، حضراتِ صحابہ کرامؓ، اور پوری اُمت کا تعامل ہے، یہی قرآن، حدیث اور اِجماعِ اُمت کا فیصلہ ہے۔

دہم:...

”عن عبدالخبیر بن ثابت بن قیس بن شمّاس عن ابیه عن جده قال: جاءت امرأة الی النبی صلی اللہ علیه وسلم یقال لها اُم خلّاد وهی منتقبة تسأل عن ابنها وهو مقتول فقال لها بعض اصحاب النبی صلی اللہ علیه وسلم: جئتِ تسألین عن ابنکِ وانتِ منتقبة؟ فقالت: ان ارزأ ابنی فلن ارزأ حیائی ......“

(ابوداوٗد ج:۱ ص:۲۳۶، ۲۳۷)

ترجمہ:... ”حضرت قیس ابن شماسؓ سے روایت ہے کہ اُم خلاد نامی ایک خاتون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے شہید ہونے والے بیٹے کے بارے میں پوچھنے کے لئے حاضر ہوئی تو اس نے اپنے چہرے کو ڈھانپ رکھا تھا، صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے کہا کہ: اپنے شہید ہونے والے بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہیں اور آپ نے چہرہ ڈھانپ رکھا ہے؟ یعنی اس عالم میں بھی تجھے پردے کا ہوش ہے؟ اس پر اس خاتون نے کہا: جی ہاں! میرا بیٹا شہید ہوا ہے، مگر حیا تو رُخصت نہیں ہوئی ......“

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ”بینات“ کراچی، ذوالحجہ ۱۴۲۸ھ مطابق جنوری ۲۰۰۸ء)

حجاب کا حکم صرف اَزواجِ نبی کے لئے تھا؟
اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کی خدمت میں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین جناب خالد مسعود صاحب حجاب اور پردے سے متعلق مزید کہتے ہیں:

ج:... ''حجاب صرف نبی کی ازواج کے لئے تھا۔''

روزنامہ ''نوائے وقت'' کی خبر میں تو صرف اتنا ہی تھا، البتہ روزنامہ ''جنگ'' کراچی، سنڈے میگزین کے طویل انٹرویو میں موصوف نے اس کی کچھ مزید تفصیلات سے بھی آگاہ کیا ہے، مثلاً: وہ کہتے ہیں:

''پردے کا مطلب ہم جن معنوں میں لیتے ہیں، مثلاً حجاب، قرآن مجید کے حکم کے نزدیک وہ صرف رسول اللہ کی بیویوں کے لئے تھا، قرآن مجید میں پوری وضاحت آئی ہے کہ رسول اللہ کی ایک بیوی کی شادی کے موقع پر رواج کے مطابق لوگ پوری رات وہاں بیٹھے رہے، اور پوری تفسیر احادیث میں آئی ہے، اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کچھ تو پرائیویسی ہونی چاہئے، تو جو پردہ ہے، وہ پرائیویسی کے معنی میں آتا ہے، یہ رسول اللہ کی ازواج کے بارے میں تھا......''

(سنڈے میگزین روزنامہ ''جنگ'' ۲۸؍اکتوبر ۲۰۰۷ء)

قطع نظر اس کے کہ موصوف کے بیان میں کیا صحیح اور کیا غلط ہے؟ ...کیونکہ ان کا یہ کہنا کہ: ''رسول اللہ کی ایک بیوی کی شادی کے موقع پر رواج کے مطابق لوگ پوری رات وہاں بیٹھے رہے'' سراسر جھوٹ اور غلط ہے، کیونکہ کسی آیت، حدیث، تفسیر اور تاریخ میں اس کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے، ہاں البتہ رات دیر تک بیٹھنے کا ذکر صحیح بخاری میں ہے، اسی طرح حضرت عمرؓ کی طرف: ''کچھ تو پرائیویسی ہونی چاہئے'' کی نسبت بھی غلط ہے، اس کا بھی کہیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا... تاہم ان کے ہر دو بیانات سے اتنی بات واضح طور پر سامنے آجاتی ہے کہ موصوف پردے کو صرف اَزواجِ مطہراتؓ کے ساتھ خاص مانتے ہیں اور پردے کی غرض و غایت یا حکمت و مصلحت بھی صرف اور صرف پرائیویسی یعنی تخلیہ کو قرار دیتے ہیں۔ گویا اَزواجِ مطہراتؓ کے بعد اب کوئی مسلمان خاتون پردے کی مکلّف نہیں ہے، نیز پردہ چونکہ ان کے ہاں محض پرائیویسی کے لئے تھا، اس لئے اگر کسی کی پرائیویسی متأثر نہ ہوتی ہو تو اس کو پردے کی چنداں حاجت نہیں ...اس عقل و دانش اور علم و حکمت پر یہی کہا جاسکتا ہے:

''بریں عقل و دانش بباید گریست''

سوال یہ ہے کہ اَزواجِ مطہراتؓ کے علاوہ دُوسری مسلمان خواتین پردے کی مکلّف کیوں نہیں؟ یا یہ حکم اَزواجِ مطہراتؓ کے ساتھ کیوں خاص ہے؟ اگر دُوسری مسلمان خواتین اس حکم سے مستثنیٰ ہیں تو کیوں؟ ان کو کب؟ اور کس آیت یا حدیث کی رُو سے مستثنیٰ قرار دیا گیا؟ کیا ہم نظریاتی کونسل کے چیئرمین سے یہ پوچھنے کی جسارت کرسکتے ہیں کہ وہ ایسی کسی قرآنی آیت، حدیث، فقہی جزئیہ، ائمہ اَربعہ میں سے کس اِمام کی تصریح، مُسلَّمہ ائمہ تفسیر، حدیث، اور اہلِ تحقیق میں سے ایسے کسی کے قول، فعل یا عمل کی نشاندہی فرماسکتے ہیں، جس سے ثابت ہوتا ہو کہ حجاب اور پردے کا حکم صرف اَزواجِ مطہراتؓ کے ساتھ خاص تھا؟ کیا حضراتِ صحابہ کرامؓ نے بھی اس سے یہی سمجھا تھا؟ کیا حضراتِ صحابیاتؓ بھی اس حکم سے مستثنیٰ تھیں؟ اگر جواب اِثبات میں ہے تو کیا

اس کی نشاندہی کی جاسکتی ہے کہ کون کون سے صحابہ کرامؓ اس کے قائل تھے؟ اور کن کن صحابیاتؓ نے اس حکمِ اِلٰہی سے ...نعوذ باللہ... بغاوت کی تھی؟ تف ہے اس عقل و دانش پر! اور لعنت ہے اس جہالت و سفاہت پر! کہ اپنی خواہش پرستی اور اِنکارِ دِین کو قرآن وسنت اور دِین وشریعت کے سر منڈھ دیا جائے اور نہایت ڈھٹائی، بے حیائی، بے باکی اور بے شرمی سے اسے اُچھالا جائے۔

افسوس! صد افسوس! کہ موصوف نے ایسی کسی آیت، حدیث، تفسیر، تحقیق، کسی صحابیؓ، تابعیؒ یا ائمہ اَربعہؒ میں سے کسی اِمام کی تصریح کی نشاندہی نہیں فرمائی، جس سے ہم جیسے کوتاہ علموں کی راہ نمائی ہوتی، اگر وہ اس قسم کی کوئی نشاندہی فرمادیتے تو ہمیں ان کے دلائل و براہین پر غور وفکر میں سہولت ہوجاتی، نیز ہمیں اندازہ ہوجاتا کہ انہیں کہاں سے ٹھوکر لگی ہے؟ اور وہ کس بناء پر غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں؟ یا وہ کس وجہ سے سیدھے سادے مسلمانوں کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں؟

تاہم ہمارا اِحساس و وجدان ہے کہ وہ کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہیں، بلکہ وہ دُوسروں کو غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے پر مأمور ہیں۔ کیونکہ وہ جاہل و اَن پڑھ نہیں، ''لکھے پڑھے اسکالر'' اور ڈاکٹر فضل الرحمٰن جیسے ملحد و مرتد کے شاگرد وخوشہ چیں، بلکہ ان کے جانشین اور ان کی فکر و فلسفے کے داعی و مناد ہیں۔

نظر بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ آیتِ حجاب میں ...جس کا انہوں نے اپنے انٹرویو میں حوالہ بھی دیا ہے... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں سے متعلق خطاب ہے اور صحابہ کرامؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اِیذا رسانی سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، اس لئے غالباً موصوف نے اس سے یہی سمجھا کہ اس آیت میں مذکور اَحکام وآداب بھی حضراتِ اَزواجِ مطہراتؓ کے ساتھ خاص ہیں، لیجئے! آیتِ حجاب پڑھیئے اور موصوف کی فکرِ رسا کی داد دیجئے! ملاحظہ ہو آیتِ حجاب:

''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ

اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَأْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ، اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِى النَّبِىَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ، وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ، ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ، وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْآ اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا، اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا." (الاحزاب:۵۳)

ترجمہ:... "اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں مت جایا کرو، مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جاوے، ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو، لیکن جب تم کو بلایا جاوے تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اُٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو، اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے، سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے لحاظ نہیں کرتا، اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو، یہ بات تمہارے دِلوں اور ان کے دِلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے، اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ ...صلی اللہ علیہ وسلم... کے بعد آپ ...صلی اللہ علیہ وسلم... کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو، یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے۔"

یہ طے شدہ اَمر ہے، بلکہ تمام مفسرین کا اس پر اِجماع ہے کہ پردے کی فرضیت کا حکم سب سے پہلے سورۂ اَحزاب کی مندرجہ بالا آیت میں نازل ہوا تھا، اسی لئے اس آیت کو آیتِ حجاب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

تاہم اس آیت میں اُمتِ مسلمہ کو حجاب کے علاوہ چند دُوسرے اَحکام و آداب کی بھی تلقین فرمائی گئی ہے مثلاً: دعوتِ طعام کے آداب، کسی کے گھر میں جانے کے آداب، عورتوں کے لئے پردے کا حکم، اَزواجِ مطہراتؓ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی سے نکاح نہ کرنے کا حکم وغیرہ۔

یہ آیت اگرچہ ایک خاص واقعے سے متعلق ہے، اور اس میں اَزواجِ مطہراتؓ کے پردے سے متعلق حکم بھی ہے، لیکن اس کا یہ معنی ہرگز نہیں کہ یہ حکم صرف اَزواجِ مطہراتؓ کے ساتھ خاص ہے، بلکہ یہ حکم عام ہے اور اس کے عموم پر تمام مفسرین کا اِجماع ہے۔

ٹھیک اسی طرح جس طرح سورۂ اَحزاب کی مندرجہ ذیل آیات میں خطاب اَزواجِ مطہراتؓ کو ہے، مگر ہر ذی فہم جانتا ہے کہ یہ حکم اَزواجِ مطہراتؓ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ پوری اُمتِ مسلمہ کی خواتین کے لئے عام ہے، چنانچہ سورۂ اَحزاب کی وہ آیت ملاحظہ ہو:

”یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاہِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتِیْنَ الزَّکٰوۃَ وَاَطِعْنَ اللہَ وَرَسُوْلَہٗ، اِنَّمَا یُرِیْدُ اللہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا.“ (الاحزاب:۳۲،۳۳)

ترجمہ:...”اے نبی کی بیبیو! تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو تم بولنے میں نزاکت مت کرو کہ ایسے شخص کو خیال ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی ہے، اور قاعدے کے موافق بات کہو، اور تم اپنے گھروں میں

قرار سے رہو اور قدیم زمانۂ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو، اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو، اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھر والو! تم سے آلودگی کو دُور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے۔“

دیکھئے! یہاں بھی خطاب اگرچہ اَزواجِ مطہراتؓ کو ہے مگر اس کا حکم عام ہے، اگر بالفرض اس آیت کو اَزواجِ مطہراتؓ کے ساتھ خاص کردیا جائے، تو کیا کہا جائے کہ اَزواجِ مطہراتؓ کے علاوہ دُوسری مسلمان خواتین آج بھی زمانۂ جاہلیت کی طرح ننگ دھڑنگ پھر سکتی ہیں؟ کیا جناب خالد مسعود صاحب اس کے قائل ہیں کہ اس آیت میں نماز قائم کرنے، زکوٰۃ دینے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کا حکم بھی صرف اَزواجِ مطہراتؓ کے ساتھ خاص ہے؟ اگر جواب اِثبات میں ہے، تو کیا اُمتِ مسلمہ کی دُوسری خواتین نماز، زکوٰۃ کی ادائیگی اور اللہ، رسول کی اطاعت سے مستثنیٰ ہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے، تو بتلایا جائے کہ ایک آیت میں ہی ایک حکم عام تو دُوسرا خاص کیوں؟ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ!

صرف یہی نہیں، بلکہ اس کی بیسیوں مثالیں موجود ہیں کہ خطاب خاص ہوتا ہے لیکن اس کا حکم عام ہوتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

”یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّۃَ، وَاتَّقُوا اللہَ رَبَّکُمْ، لَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ، وَتِلْکَ حُدُوْدُ اللہِ، وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ، لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔“ (الطّلاق:۱)

ترجمہ:...”اے پیغمبر! جب تم ...اپنی... عورتوں کو طلاق

دینے لگو تو ان کو ...زمانہ... عدّت ...یعنی...حیض سے پہلے ...یعنی
طہر میں... طلاق دو اور تم عدّت کو یاد رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو
جو تمہارا رَبّ ہے، ان عورتوں کو ان کے ...رہنے کے... گھروں
سے مت نکالو... کیونکہ سکنٰی مطلقہ کا مثل منکوحہ کے واجب ہے...
اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں تو اور
بات ہے، اور یہ سب خدا کے مقرّر کئے ہوئے اَحکام ہیں اور جو
شخص اَحکامِ خداوندی سے تجاوز کرے گا ...مثلاً اس عورت کو گھر
سے نکال دیا... اس نے اپنے اُوپر ظلم کیا، تجھ کو خبر نہیں شاید اللہ
تعالیٰ بعد اس ...طلاق دینے... کے کوئی نئی بات ...تیرے دِل
میں... پیدا کردے۔''

کیا خیال ہے خالد مسعود صاحب یا ان کے ہم نوا یہاں حیض کے بجائے طہر میں طلاق دینے، اور عدّت کی مدّت میں گھر سے نہ نکالنے یا عدّت کے حساب رکھنے کو بھی اَزواجِ مطہراتؓ کے ساتھ خاص مانتے ہیں؟ کیا وہ ...نعوذ باللہ... اَزواجِ مطہراتؓ کے علاوہ دُوسری مسلمان خواتین کی عدّت اور عدّت میں سکنٰی کے قائل نہیں ہیں؟ اگر جواب اِثبات میں ہے تو کس بنیاد پر؟

سوال یہ ہے کہ جس طرح اس آیت کے مخاطب اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اَزواجِ مطہراتؓ ہیں مگر اس کا حکم عام ہے، ٹھیک اسی طرح آیتِ حجاب میں بھی خطاب اگرچہ اَزواجِ مطہراتؓ کو ہے مگر اس کا حکم عام ہے اور تمام مسلمان خواتین اس کی مکلّف ہیں۔

اس کے علاوہ اگر بالفرض قرآنِ کریم کے اَحکام صرف اس کے مخاطبینِ اوّلین تک محدود ہوتے، تو ...نعوذ باللہ!... آج اُمتِ مسلمہ قرآن اور قرآنی تعلیمات کے نور، روشنی اور برکات سے محروم نہ ہوچکی ہوتی؟ کیونکہ قرآنِ کریم کے مخاطبِ اوّل

تو حضراتِ صحابہ کرامؓ تھے، جب وہ نہیں رہے تو ان کی طرف متوجہ ہونے والا خطاب کیونکر باقی ہوتا؟

چلئے اس کو بھی چھوڑ یئے! ہم اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین سے عرض کرنا چاہیں گے کہ وہ اس آیت اور اس کے حکم کا کیا محمل ارشاد فرمائیں گے؟ جس میں اَزواجِ مطہراتؓ کے ساتھ ساتھ مؤمن خواتین کو بھی مخاطب کرتے ہوئے گھر سے باہر جاتے وقت پردے کا حکم دیا گیا ہے، ملاحظہ ہو:

''یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ، ذٰلِکَ اَدْنٰٓی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا.'' (الاحزاب:۵۹)

ترجمہ:... ''اے پیغمبر! اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحب زادیوں سے اور دُوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ نیچی کرلیا کریں اپنے اُوپر تھوڑی سی اپنی چادریں، اس سے جلدی پہچان ہوجایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی، اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔''

حافظ ابنِ کثیرؒ تفسیر ''ابنِ کثیر'' میں اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''قال علی بن ابی طلحة عن ابن عباس: امر اللہ نساء المؤمنین اذا خرجن من بیوتھن فی حاجة ان یغطین وجوھھن من فوق رؤسھن بالجلابیب ویبدین عیناً واحدة.''

''وقال محمد بن سیرین: سألت عبیدة السلمانی عن قول اللہ تعالیٰ: ''یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ'' فغطی وجھه ورأسه وابرز عینه الیسریٰ.''

(ابن کثیر ج:۵ ص:۲۳۱، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ:... ”علی بن ابی طلحہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمن عورتوں کو حکم دیا کہ جب وہ کسی ضرورت کے لئے اپنے گھروں سے نکلیں تو اپنے چہروں کو سروں کی جانب سے پردے سے ڈھانپ لیا کریں اور... راستہ دیکھنے کے لئے ...صرف ایک آنکھ کھلی رکھا کریں۔

حضرت محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ: میں نے عبیدہ سلمانی سے اللہ کے ارشاد: ”یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ“ کے معنی و مفہوم کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اپنا چہرہ اور سر چھپا کر، صرف بائیں آنکھ ظاہر کرکے، اس کی عملی وضاحت فرمائی۔“

صرف حافظ ابنِ کثیرؒ ہی نہیں، بلکہ تمام مفسرینؒ نے اس مقام پر اس سے ملتے جلتے الفاظ میں اس کی تفسیر کی ہے۔ ملاحظہ ہو: علامہ آلوسیؒ کی رُوح المعانی، قاضی شوکانیؒ کی فتح القدیر، جصاصؒ کی اَحکام القرآن، علامہ قرطبیؒ کی تفسیر الجامع لاحکام القرآن، علامہ قرطبیؒ ہی کی اَحکام القرآن، تفسیر ابنِ جریر، تفسیر بحرِ محیط، تفسیر ابوالسعود، تفسیر زاد المیسر، تفسیر دُرمنثور، تفسیر رُوح البیان، تفسیر مظہری، تفسیر معالم التنزیل، تفسیر جمل اور تفسیر بیضاوی وغیرہ۔

اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ مغربی اساتذہ سے پڑھتے ہیں، یا ان کا مغرب میں برین واش کیا جاتا ہے، وہ اسی زاویۂ نگاہ سے اسلام، قرآن اور اِسلامی اَحکام کو دیکھتے، پڑھتے اور سمجھتے ہیں، چونکہ ان کی فکر، سوچ، دِل، دِماغ، کان اور آنکھ میں بدگمانی اور تشکیک کا میل کچیل بھردیا جاتا ہے، اس لئے ان کو قرآن، سنت، اِجماعِ اُمت، صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، اُمتِ مسلمہ کی تحقیقات و تعامل اور مُسلّماتِ دینیہ میں اسی شک و شبہ کا میل کچیل نظر آتا ہے، اس لئے وہ اپنی فکر، سوچ، دِل، دِماغ، زبان، ہاتھ،

کان اور آنکھ سے ہر وہ بات سوچتے، بولتے، لکھتے اور دیکھتے ہیں جو ان کے مستشرق اساتذہ اور ملحد مربی بولتے اور لکھتے ہیں، ورنہ ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآنی اَحکام، اَوامر ونواہی میں اگرچہ خطاب مردوں کو ہوتا ہے مگر خواتین بھی اس میں شامل ہوتی ہیں، اور جہاں اَزواجِ مطہراتؓ کو مخاطب کیا گیا ہے وہاں عام مسلمان خواتین بھی اس کی مخاطب ہوتی ہیں۔

مثلاً: پورے قرآن میں خواتین کے حج کرنے سے متعلق کہیں کوئی حکم نہیں ہے، کیا کہا جائے کہ خواتین پر حج فرض نہیں ہے؟ اسی طرح تیمّم کا حکم دیتے ہوئے عورتوں کے بجائے صرف مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے، تو کیا خواتین اس سے فائدہ نہیں اُٹھاسکتیں؟ اسی طرح بے شمار اَحکام میں مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے، تو کیا خواتین ان اَحکام سے مستثنیٰ ہوں گی؟ نہیں، ہرگز نہیں۔

ناس ہو منکرینِ حدیث کا کہ انہوں نے ہمیشہ قرآنِ کریم کو، حدیث وسنت اور فقہائے اُمت کی تحقیقات کے تناظر میں سمجھنے کی بجائے اپنی کوتاہ عقل وفہم سے سمجھنے کی کوشش کی ہے، چونکہ انہوں نے اپنی عقلِ نارسا اور فہمِ ناقص کو حدیث وسنت اور ائمہ ہدیٰ کی فہم وفراست پر ترجیح دی ہے، اس لئے وہ اغوائے شیطانی کا شکار ہوگئے، اور یہ حقیقت ہے کہ جن لوگوں نے اسلاف کی تحقیقات کو چھوڑ کر اپنی کورفہمی پر اعتماد کیا، انہوں نے ہمیشہ ٹھوکریں کھائی ہیں۔

اگرچہ خالد مسعود جیسے حضرات کو اس کا کوئی فائدہ نہ ہوتا، لیکن ضروری تھا کہ سیدھے سادے مسلمانوں کی راہ نمائی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ کرامؓ اور صحابیاتؓ کے ارشادات ومعمولات میں سے چند ایک یہاں نقل کردیئے جاتے تو یہ سمجھنا آسان ہوتا کہ پردہ اور حجاب صرف اَزواجِ مطہراتؓ کے ساتھ خاص نہیں تھا، بلکہ یہ حکم تمام مسلمان خواتین کے لئے عام ہے اور اس پر قرنِ اوّل سے لے کر آج تک پوری اُمتِ مسلمہ کا تعامل چلا آرہا ہے۔ تاہم خوفِ طوالت سے ان تمام

نصوص کو چھوڑ کر ہم موصوف کے چوتھے ارشاد کا جائزہ لیتے ہیں۔

....

کیا داڑھی شعارِ اسلام نہیں؟

موصوف داڑھی جیسے شعارِ اسلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

د:... ''اگرچہ داڑھی سنت ہے، تاہم حضور علیہ السلام کے دور میں مسلمان اور غیرمسلم دونوں داڑھی رکھتے تھے۔''

گویا وہ فرمانا چاہتے ہیں کہ داڑھی مسلمانوں کا اختصاص نہیں، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مسلمان و غیرمسلم دونوں داڑھی رکھا کرتے تھے، دُوسرے الفاظ میں وہ داڑھی ایسے واجب کی تخفیف کرکے اس کو غیراہم اور غیرضروری باور کرانا چاہتے ہیں۔

کیا ہم موصوف سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ ابتدائے اسلام میں کافر و مسلم جو کام کیا کرتے تھے، وہ سب کے سب غیراہم ہیں؟ یا وہ اسلام اور مسلمانوں کا اختصاص و شعار نہیں بن سکتے؟ اگر جواب اِثبات میں ہے تو کیا کہا جائے کہ اسلام سے قبل مروّجہ عبادات و اعمال مثلاً: حج، عمرہ، اِحرام، طواف، صفا مروہ کی سعی، بیت اللہ کی حرمت، حدودِ حرم اور اَشہرِ حرم کی عزّت و تکریم، مہمانوں کی خدمت، حجاج کو پانی پلانا وغیرہ، یا اسی طرح صدقہ خیرات، خوش اخلاقی، نکاح و طلاق، جنگ و امن کے اَحکام، ثبوتِ نسب، محرّمات ابدیہ کا تصوّر، حلال وحرام کا احساس، چوری، ڈکیتی، قتل و قتال کی سزائیں اور دِیت وقصاص وغیرہ کا نفاذ بھی غیراہم ہیں؟ اور ان اَحکام و اُمور کی بجاآوری اور پاسداری بھی غیراہم اور غیرضروری قرار پائے گی؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو داڑھی کو ہی کیوں نشانہ بنایا جاتا ہے؟ اور یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ چونکہ، حضور علیہ السلام کے دور میں مسلمان اور غیرمسلم دونوں داڑھی رکھتے تھے... اس لئے یہ

غیر اہم اور غیر ضروری ہے۔

پھر موصوف نے اس ارشادِ اِلٰہی کی طرف کیوں توجہ نہ فرمائی، جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وصورت کو اَپنانے کی تلقین فرماتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

"لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ." (الاحزاب:۲۱)

ترجمہ:... "تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بہترین نمونہ ہے۔"

کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر داڑھی نہیں رکھی؟ کیا موصوف اس کا انکار فرماسکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی تھی؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو کیا اس ارشادِ اِلٰہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو اَپنانے کی تلقین نہیں فرمائی گئی؟

اس کے علاوہ دُوسری جگہ یہ اِرشادِ اِلٰہی بھی تو ہے:

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ." (آلِ عمران:۳۱)

ترجمہ:... "آپ فرمادیجئے کہ اگر تم خدا تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میری اِتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں گے۔"

کیا موصوف اس سلسلے میں قرآن وسنت کی کوئی ایسی نص پیش کرسکتے ہیں، جس میں کہا گیا ہو کہ فلاں فلاں معاملے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کی جائے اور فلاں فلاں شعبے میں ان کی اِتباع اور اِطاعت کی ضرورت نہیں؟ یا ان کی مخالفت کی جاسکتی ہے؟

اس سب سے ہٹ کر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاداتِ

عالیہ میں داڑھی رکھنے کی شدید تاکید کرکے اس کی اہمیت وعظمت کو نہ صرف واضح کیا ہے، بلکہ اس کو مسلمانوں کا شعار باور کرایا ہے، چنانچہ ملاحظہ ہو:

۱:... ”عن عائشة رضی الله عنها قالت: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: عشر من الفطرة: قص الشارب واعفاء اللحیة....“ (صحیح مسلم ج:۱ ص:۱۲۹)

ترجمہ: ...”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں: مونچھوں کا کٹوانا اور داڑھی کا بڑھانا......“

۲:... ”عن ابن عمر رضی الله عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: احفوا الشوارب واعفوا اللحٰی. وفی روایة انه امر باحفاء الشوارب واعفاء اللحیة.“ (صحیح مسلم ج:۱ ص:۱۲۹)

ترجمہ:...”حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: مونچھوں کو کٹواؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو کٹوانے اور داڑھی کو بڑھانے کا حکم فرمایا۔“

۳:... ”عن ابن عمر رضی الله عنهما قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: خالفوا المشرکین، اوفروا اللحٰی واحفوا الشوارب.“

(متفق علیہ، مشکوٰۃ ص:۳۸۰)

ترجمہ:...”حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔“

۴:... "عن ابی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: جزو الشوارب وارخوا اللُّحٰی، خالفوا المجوس." (صحیح مسلم ج:۱ ص:۱۲۹)

ترجمہ:... "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مونچھیں کٹواوٴ اور داڑھیاں بڑھاوٴ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔"

۵:... "عن زید بن ارقم رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: من لم یأخذ من شاربهٖ فلیس منا." (رواہ احمد والترمذی والنسائی، مشکوٰۃ ص:۳۸۱)

ترجمہ:... "حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مونچھیں نہ کٹوائے وہ ہم میں سے نہیں۔"

۶:... "عن ابن عباس رضی الله عنهما قال: قال النبی صلی الله علیه وسلم: لعن الله المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال، رواه البخاری." (مشکوٰۃ ص:۳۸۰)

ترجمہ:... "حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت کرتے ہیں، اور اللہ کی لعنت ہو ان عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت کرتی ہیں۔"

ان تمام احادیث میں "داڑھی بڑھاوٴ" اور "مونچھیں کتراوٴ" کو اَمر کے صیغے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور کسی اہلِ علم پر مخفی نہیں کہ اَمر حقیقتاً وجوب کے لئے ہوتا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ داڑھی رکھنا اور مونچھیں کٹوانا واجب ہے، اور واجب کا ترک

حرام ہے، کیا اب بھی یہ کہا جائے گا کہ داڑھی رکھنا غیرضروری یا اسلام کا شعار نہیں؟ کیا اب بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ غیراہم ہے؟

بتلایا جائے کہ جو کام تمام انبیائے کرام علیہم السلام نے کیا اور بطورِ خاص نبیٔ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو اس کی طرف متوجہ کیا، بلکہ اس کو مسلمانوں کے لئے لازم قرار دیا، اور اس کو مشرکین و مجوسیوں اور مسلمانوں کے درمیان فرق و امتیاز کا ذریعہ قرار دیا، وہ کیونکر اِسلام کا شعار اور مسلمانوں کا اختصاص نہیں ہوگا؟

مزید براں داڑھی کی اہمیت وعظمت کا اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ داڑھی منڈانے اور کٹوانے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت ناپسندیدگی کا اظہار فرماتے ہوئے شاہِ ایران کے قاصدوں کی طرف دیکھنے اور ان سے بات چیت کرنے کو نہ صرف ناپسند فرمایا، بلکہ ان کو بددُعا دیتے ہوئے ان سے اِعراض فرمایا، ملاحظہ ہو:

"فکرہ النظر الیھما، وقال: ویلکما! من امرکما بھٰذا؟ قال: امرنا ربنا! یعنیان کسریٰ، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ولٰکن ربی امرنی باعفاء لحیتی وقص شاربی."

(البدایۃ والنہایہ ج:۴ ص:۲۲۹، حیاۃ الصحابہ ج:۱ ص:۱۱۵)

ترجمہ: ..."پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر کرنا بھی پسند نہ کیا اور فرمایا: تمہاری ہلاکت ہو! تمہیں یہ شکل بگاڑنے کا کس نے حکم دیا ہے؟ وہ بولے کہ یہ ہمارے رَبّ یعنی شاہِ ایران کا حکم ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لیکن میرے رَبّ نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم فرمایا ہے۔"

اس سے واضح ہوا کہ داڑھی بڑھانے کا حکم، حکمِ اِلٰہی ہے اور جس کام کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہو، وہ اہم ہوگا یا غیر اہم؟ اگر جواب اِثبات میں ہے اور یقیناً اِثبات میں ہے، تو وہ کیونکر مسلمانوں کا اختصاص و شعار نہیں ہوگا...؟

پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ داڑھی منڈانا یا کٹانا مسلمانوں کا نہیں مجوسیوں کا شعار ہے، بتلایا جائے کہ داڑھی کاٹنے والے یا مونڈنے والے کا وزن مسلمانوں کے پلڑے میں ہوگا یا مجوسیوں کے پلڑے میں؟ مگر اے کاش! کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا چیئر مین اس کو غیر اہم قرار دیتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا شعار نہیں، **فیا لضیعة العلم وقلة الفهم! فانا للہ وانا الیه راجعون!**

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۲۹ھ مطابق فروری ۲۰۰۸ء)

قانونِ توہینِ رسالت میں کمزوریاں؟

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کی خدمت میں!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

پاکستان میں نافذ قانونِ توہینِ رسالت سے اپنی ناراضی، ناپسندیدگی اور نفرت کا اظہار کرتے ہوئے جناب خالد مسعود صاحب فرماتے ہیں:

> ہ:... ''قانونِ توہینِ رسالت میں کمزوریاں ہیں اور ان کمزوریوں کو دُور کیا جانا چاہئے، اسلامی قانون کے مطابق اگر کسی کے منہ سے توہین پر مبنی الفاظ نکل گئے ہیں تو اسے توبہ کا موقع ملنا چاہئے، لیکن ہمارے ہاں ایسا نہیں ہے۔''
>
> (''نوائے وقت'' کراچی ۷/نومبر ۲۰۰۷ء)

اس کے علاوہ ''سنڈے میگزین جنگ'' کراچی میں اس کی مزید تفصیلات بھی ہیں، ملاحظہ ہوں:

> ''...... قانون میں کمزوریاں ہیں اور ان کمزوریوں کو دُور بھی کرنا چاہئے، سب سے بڑی کمزوری تو یہ ہے کہ مثلاً: ایک

بندے کو پکڑ لیا ہے، اسے عدالت لے کر جا رہے ہیں تو اس پر تھانے کا بھی دباؤ ہے، عدالت کا بھی، قانونی معاملے کی قانونی تفتیش ہونی چاہئے، دُوسرا یہ کہ خود اِسلام اور فقہ میں ہے کہ اگر کسی سے اس طرح کے کفر میں یہ الفاظ منہ سے نکل گئے ہیں اور وہ بعد میں توبہ کرنا چاہتا ہے، تو اس کے لئے اسے موقع دینا چاہئے، اس قانون میں اس طرح کا کوئی موقع نہیں ہے، اس قانون میں جو خرابی ہے وہ یہ کہ اس میں "Intention" بھی درج نہیں ہے، اگر آپ کے ہاتھ میں کوئی ایسی کتاب ہے، جو توہینِ رسالت کے زُمرے میں آتی ہے اور آپ کا کوئی مقصد نہیں ہے کہ میں اس کتاب کو اس لئے رکھ رہا ہوں، تب بھی آپ کو سزا ہوجائے گی۔'' (سنڈے میگزین ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۷ء)

روزنامہ ''جنگ'' کراچی اور ''نوائے وقت'' دونوں کے مندرجات میں کوئی تعارض نہیں، ہاں البتہ اختصار و تفصیل کا فرق ضرور ہے۔ تاہم ''نوائے وقت'' کے بیان سے منحرف ہونے کی گنجائش تھی، چنانچہ چیئرمین صاحب یہ فرماسکتے تھے کہ میرے بیان کو توڑ مروڑ کر پیش کیا گیا ہے، لیکن ''سنڈے میگزین'' کے مندرجات سے کسی قسم کے انکار کی گنجائش نہیں ہے، کیونکہ وہ حرف بحرف انہیں کا ہے، اور زبان و بیان بھی انہیں کا ہے۔

ان ہر دو بیانات کا حاصل اور لبِ لباب یہ ہے کہ قانونِ توہینِ رسالت میں نقائص و سقم ہیں اور جس قانون میں نقص یا سقم ہو، وہ ناقابلِ نفاذ اور ناقابلِ عمل ہوتا ہے، اور جو قانون نفاذ اور عمل کے قابل نہ ہو، اس کو ختم ہونا چاہئے، نتیجہ یہ کہ قانونِ توہینِ رسالت کو ختم ہونا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ بدگمانی سے بچائے اور ہمیں کسی پر بدگمانی کا حق بھی نہیں، لیکن

بہرحال یہ لب ولہجہ اور قانونِ توہینِ رسالت کے خلاف یہ انداز و بیان کسی لکھے پڑھے مسلمان یا اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کا نہیں لگتا، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ عیسائیوں اور قادیانیوں کے کسی وکیلِ صفائی کا بیان ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ:

''زبان میری ہے، بات اُن کی!''

''اسلامی نظریاتی کونسل'' کے نام کو دیکھا جائے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسلامی عقائد ونظریات کی تدوین، ترتیب، ترویج اور ان کی حفاظت وتحفظ کا محافظ ادارہ ہوگا، اور اس کے ارکان علمی وتحقیقی لوگ ہوں گے اور اس کا سربراہ نہ جانے کتنا بڑا عالم، فاضل اور محقق ہوگا؟ یا کم ازکم قرآن وسنت اور دِین وشریعت کا ماہر اور اپنے دور کا بڑا عالم اور روشن دِماغ محقق ضرور ہوگا۔ مگر اے کاش! کہ چیئرمین کی حد تک صورتِ حال اس سے یکسر مختلف ہے، اگر یہ کہا جائے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا:

''برعکس نہند نامِ زنگی کافور''

اس لئے کہ موصوف نے قانونِ توہینِ رسالت کی جن نام نہاد کمزوریوں کی نشاندہی کی ہے، شاید وہ کسی کٹر اِسلام دُشمن اور پیغمبرِ اِسلام کے بدترین مخالف ومعاند عیسائی اور یہودی کو بھی نہ سوجھی ہوں گی، اور ان کے وہم وگمان میں بھی نہ ہوگا کہ اس میں یہ یہ کمزوریاں بھی ہیں؟ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ جناب خالد مسعود صاحب کے مجرم ذہن اور بے حمیت ضمیر کی اِختراع ہے، ورنہ کون نہیں جانتا کہ بلااِرادہ اور بھولے سے کہے اور لکھے گئے الفاظ اور قصداً کی گئی گستاخی میں کتنا فرق ہے؟ اس لئے کہ جس سے غلطی، لاعلمی یا بھول چوک کی بنا پر ایسے الفاظ سرزد ہوں یا قصداً اور جان بوجھ کر وہ اس گستاخی کا ارتکاب کرے، ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے، اور ہر ایک کی ظاہری حالت، ہیئت، کیفیت اور انداز بتلاتا ہے کہ یہ مجرم ہے یا بے قصور؟ بلاشبہ غلط فہمی، نسیان اور بھول چوک کے مرتکب کے انداز و

اطوار، بلکہ اس کے اَنگ اَنگ سے احساسِ ندامت ٹپکتا ہے، اسے پکڑ کر پولیس کے حوالہ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ خود اپنے ضمیر کا مجرم ہوتا ہے، وہ اس سلسلے کی سزا بھگتنے کو اپنی سعادت سمجھتا ہے۔

اگر بالفرض اسے اپنی اس غلطی کا احساس و اِدراک نہ ہو اور کوئی بندۂ خدا اس کو اس کی غلطی، کوتاہی اور گستاخی کی نشاندہی کرے تو وہ فوراً ندامت کے ساتھ توبہ و اِستغفار کی طرف متوجہ ہوجاتا ہے۔

لیکن اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اور قصداً اس جرم و گستاخی کا ارتکاب کرتا ہوا پایا جائے اور اس کو گرفتار کر کے حوالۂ قانون کیا جائے اور وہ جناب خالد مسعود کی طرح کہے کہ: میں نے قصداً ایسا نہیں کیا، بلکہ سہواً اور غلطی سے ایسا ہوگیا ہے، تو کیا کہا جائے کہ اس کا یہ قول و قرار معتبر ہوگا؟ خالد مسعود صاحب کے بقول اگر کسی شخص کے ارتکابِ جرم کے بعد محض اس کے انکار سے مجرم کو سزا سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو بتلایا جائے کہ دُنیا میں کسی مجرم کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جاسکے گا؟

اس کے علاوہ کیا جناب خالد مسعود صاحب اپنی طرح اسلامی قانون کے ماہرین اور عدالتِ عالیہ کے ججوں کو بھی جاہل و اَجہل سمجھتے ہیں؟ کہ وہ اسلامی و شرعی قانون "البیّنة علی المدعی والیمین علیٰ من انکر" ...مدعی پر گواہ پیش کرنا لازم ہے، اور... اگر وہ گواہ نہ لاسکے تو... مدعی علیہ پر قسم ہے... کے تقاضوں کو ملحوظِ خاطر نہیں رکھیں گے؟ کیا اسلامی تاریخ میں ایسی کوئی نظیر پیش کی جاسکتی ہے کہ ملزم کو شرعی تقاضے پورے کئے بغیر سزا دی گئی ہو؟ چلئے اگر بالفرض کسی نے ایسا کیا بھی ہو تو بتلایا جائے کہ یہ اس شخص کا قصور ہوگا، یا اسلامی قانون کا؟

اسلام نے ممکنہ حد تک حدود اور سزاؤں کے اِجراء میں احتیاط برتنے کی تلقین کی ہے، چنانچہ فرمایا گیا ہے: "ادرؤا الحدود ما استطعتم" ...جہاں تک ہوسکے حدود اور سزاؤں کو ساقط کرو۔ چنانچہ اگر کسی ملزم کا جرم شرعی اُصولوں اور

ضابطوں سے ثابت نہ ہوسکے تو ملزم کو اس جرم کی طے شدہ سزا نہیں دی جائے گی، تاہم اگر قاضی اور جج سمجھتا ہے کہ ملزم نے اس جرم کا ارتکاب کیا ہے اور آثار و قرائن بھی اس کی تصدیق کرتے ہوں تو مجرم کو تنبیہاً کچھ نہ کچھ سزا بطورِ تعزیر ضرور دی جائے گی، اور وہ تعزیر اس جرم کی طے شدہ سزا یعنی ''حد'' سے زیادہ نہ ہوگی، جس کی حکمت یہ ہے کہ آئندہ کے لئے ایسے جرائم کا سدِّباب کیا جاسکے اور کوئی طالع آزما محض اس امکان پر کہ میرا جرم ثابت نہیں ہوسکے گا، آئندہ کسی کی جان، مال اور عزّت و ناموس سے کھیلنے کی جرأت نہ کرسکے۔

چلئے اگر بالفرض خالد مسعود صاحب کے فلسفے پر عمل کرلیا جائے تو کیا اس سے جرائم پیشہ افراد کی حوصلہ افزائی نہ ہوگی...؟

کیا ہم خالد مسعود صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ کیا وہ ایسے لوگوں کو قانون کے شکنجے میں جکڑنے کے قائل ہیں؟ اگر جواب اِثبات میں ہے تو وضاحت فرمادیں کہ ان کو عدالت کے کٹہرے اور قانون کے دائرے میں لانے کی کیا صورت ہوگی؟ کیا وہ اپنی ذات، قائدِاعظم محمد علی جناح، صدرِ پاکستان یا کسی سرکاری اعلیٰ عہدہ دار کی توہین و تخفیف کے مجرم کے بارے میں بھی یہی جذبات و احساسات رکھتے ہیں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو وہ قانونِ توہینِ رسالت، یعنی آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی توہین و تنقیص کرنے والے موذی پر اس قدر کیوں مہربان ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ چونکہ ان کے آقاؤں کا فرمان ہے کہ: ''قانونِ توہینِ رسالت ہمارے مہروں کی راہ میں رُکاوٹ ہے اور ہمارے مشن توہینِ رسالت پر قدغن لگاتا ہے، لہٰذا اس کو ختم ہونا چاہئے'' اس لئے موصوف بھی اس قانون کے خلاف سرگرم ہیں، پھر یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ اس قانون کی تدوین، ترتیب، اِجراء اور نفاذ کو پورے ۱۶ سال ہوچکے ہیں، اتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد جناب خالد مسعود صاحب اور ان کے ہم نواؤں کو اَب یہ خیال کیوں ستانے لگا کہ ''اس میں

نقائص وکمزوریاں ہیں جنہیں دُور کیا جانا چاہئے‘‘...؟

کیا کہا جائے کہ اس قانون کو وضع کرنے والے، اس کی منظوری دینے والے، اس کے اِجراء کے اَحکامات جاری کرنے والے، قومی اسمبلی اور سینیٹ کے فاضل ارکان سب کے سب جاہل، لاعلم، قرآن وسنت اور دِین وشریعت سے ناآشنا تھے؟ اگرنہیں اور یقیناً نہیں تو خالد مسعود صاحب کی ان حضرات کے مقابلے میں کیا حیثیت ہے؟ اوران کے اس ارشاد کی کیا قدر و قیمت ہے؟

اگراس طرح کی متفقہ قانون سازی کے بعد کسی قانون میں کیڑے نکالے جانے لگیں، تو بتلایا جائے کہ دُنیا کا کوئی قانون خالد مسعود جیسے ’’روشن دِماغ‘‘ لوگوں کی دست بُرد سے محفوظ رہے گا؟ پھراس بات کی بھی کیا ضمانت ہے کہ اس قماش کے لوگوں کو آئندہ قرآن وسنت کے منصوص اَحکام ومسائل اور اُصول وقوانین میں نقائص وکمزوریاں نہ نظر آئیں گی؟ بلاشبہ فکرِ مغرب اور چشمِ اِلحاد سے سوچنے اور دیکھنے والوں کو پورا اسلام اور اسلامی قوانین ظالمانہ نظر آتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا پورے قرآنِ کریم اور اَحادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسے تمام اَحکام وقوانین کی کمزوریاں تلاش کرکے دُور کی جائیں گی؟ کیا ...نعوذ باللہ!... ان کی بھی تطہیر کی جائے گی؟ یا چشمِ بددُور! ان کی جگہ بھی نیا، قابلِ عمل اور اُستاذِ مغرب کی فکر ونظر کا آئینہ دار نظام متعارف کرایا جائے گا؟

اے کاش! کہ خالد مسعود جیسے لوگوں کا قرآن وسنت پر اِیمان ہوتا یا ان کو حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام اور خصوصاً سروَرِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرّہ بھر محبت وعقیدت ہوتی تو وہ ایسا لکھنا، کہنا اور سوچنا بھی گوارا نہ کرتے۔

بلاشبہ قرآنِ کریم اور اَحادیثِ رسول اللہ ...صلی اللہ علیہ وسلم... میں ایسے موذیوں کے لئے کسی نرم گوشے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، مگر افسوس! کہ خالد مسعود صاحب ہیں، جو ان کے خارا شگاف جرائم پر بھی شفقت ونرمی کی تلقین فرماتے ہیں اور

قانونِ توہینِ رسالت میں ترمیم وتخفیف کا مشورہ دیتے ہیں، ایسے موذی لوگوں کے بارے میں قرآنِ کریم کیا کہتا ہے؟ ملاحظہ ہو:

الف:... ''اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا.''

(الاحزاب:۵۷)

ترجمہ:... ''بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو اِیذا دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر دُنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔''

ب:... ''مَلْعُوْنِیْنَ، اَیْنَمَا ثُقِفُوْآ اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِیْلًا، سُنَّۃَ اللّٰہِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ، وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبْدِیْلًا.'' (الاحزاب:۶۱،۶۲)

ترجمہ:... ''ہر طرف سے... پھٹکارے ہوئے، جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جائے گی، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور رکھا ہے، جو پہلے ہوگزرے ہیں اور آپ خدا کے دستور میں ردّ و بدل نہ پاویں گے۔''

ج:... ''قُلْ اَبِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُوْنَ، لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ کَفَرْتُمْ بَعْدَ اِیْمَانِکُمْ.''

(التوبہ:۶۵،۶۶)

ترجمہ:... ''آپ ان سے کہہ دیجئے! کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی... اِستہزا... کرتے ہو؟ تم اب... یہ بے ہودہ... عذر مت کرو، تم اپنے کو مؤمن کہہ کر کفر کرنے لگے۔''

اللہ تعالیٰ تو ایسے موذیوں پر کسی قسم کی نرمی کی اجازت نہیں دیتے اور نہ ہی یہ

فرماتے ہیں کہ اہانتِ رسول کے مجرم سے اس کی نیت پوچھی جائے، مگر خالد مسعود صاحب مشورہ دیتے ہیں کہ مجرم سے اس کی نیت پوچھی جائے کہ اس نے قصداً ایسا کیا ہے یا سہواً؟ فانا للہ وانا الیہ راجعون!

اس کے علاوہ تمام فقہائے اُمت بھی اس بات پر متفق ہیں کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت و گستاخی اور توہین و تنقیص کا ارتکاب کریں، اگر وہ پہلے مسلمان تھے تو اَب مرتد ہوگئے اور ان کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ اِمام ابو یوسفؒ کی کتاب الخراج میں ہے:

"وایّما رجل مسلم سبّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ اوتنقصہ فقد کفر باللّٰہ وبانت منہ زوجتہ فان تاب وإلّا قُتل."

(کتاب الخراج ص:۱۹۷، ۱۹۸)

ترجمہ:... "جس مسلمان نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بات کو جھٹلایا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی عیب نکالا، یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کی، وہ کافر و مرتد ہوگیا اور اس کا نکاح ٹوٹ گیا، پھر اگر وہ اپنے اس کفر سے توبہ ...کرکے اسلام و نکاح کی تجدید...کرے تو فبہا، ورنہ اسے قتل کردیا جائے۔"

اس کے علاوہ علامہ شامیؒ نے "تنبیہ الولاۃ والحکام" میں علامہ تقی الدین سبکیؒ کی کتاب "السیف المسلول علیٰ من سبّ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" سے اس پر پوری اُمت، تمام اہلِ علم اور فقہائے اُمت کا اجماع نقل کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

"قال الامام خاتمۃ المجتھدین تقی الدین ابو الحسن علی بن عبدالکافی السبکی رحمہ اللّٰہ تعالیٰ فی

کتابہ ’’السیف المسلول علٰی من سبّ الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم‘‘ قال القاضی عیاض: اجمعت الأُمّة علٰی قتل منتقصة من المسلمین وسابہ، قال ابوبکر ابن المنذر: اجمع عوام اھل العلم علٰی ان من سبّ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم علیہ القتل، وممن قال ذٰلک مالک بن انس واللیث واحمد واسحٰق وھو مذھب الشافعی، قال عیاض: وبمثلہ قال ابو حنیفة واصحابہ والثوری واھل الکوفة والاوزاعی فی المسلم، وقال محمد بن سحنون: اجمع العلماء علٰی ان شاتم النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم والمنتقص لہ کافر والوعید جار علیہ بعذاب اللّٰہ تعالیٰ، ومن شکّ فی کفرہ وعذابہ کفر، وقال ابو سلیمان الخطابی: لا اعلم احدًا من المسلمین اختلف فی وجوب قتلہ اذا کان مسلمًا.‘‘

(رسائل ابن عابدین ج:۱۰ ص:۳۱۶)

ترجمہ:... ’’اِمام خاتمہ المجتہدین تقی الدین ابی الحسن علی بن عبدالکافی السبکیؒ اپنی کتاب ’’السیف المسلول علٰی من سبّ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ میں لکھتے ہیں کہ قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ: اُمت کا اِجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کرے اور سبّ و شتم کرے وہ واجب القتل ہے، ابوبکر ابن المنذرؒ فرماتے ہیں کہ تمام اہلِ علم کا اس پر اِجماع ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ وشتم کرے اس کا قتل واجب ہے، اِمام مالک بن انسؒ، اِمام لیثؒ، اِمام احمدؒ اور اِمام اسحٰقؒ اسی کے قائل ہیں اور یہی

مذہب ہے اِمام شافعیؒ کا، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ: اس طرح کا قول اِمام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب سے اور اِمام ثوریؒ سے اور اِمام اوزاعیؒ سے شاتمِ رسول کے بارے میں منقول ہے۔
اِمام محمد بن سحنونؒ فرماتے ہیں کہ: علماء نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سبّ وشتم کرنے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے کفر پر اِجماع کیا ہے، اور ایسے شخص پر عذابِ اِلٰہی کی وعید ہے، اور جو شخص ایسے موذی کے کفر و عذاب میں شک و شبہ کرے وہ بھی کافر ہے، اِمام ابوسلیمان الخطابیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسا مسلمان معلوم نہیں، جس نے ایسے شخص کے واجب القتل ہونے میں اختلاف کیا ہو۔''

علامہ ابنِ عابدین شامیؒ اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''رسائل ابنِ عابدینؒ'' میں اس سے بڑھ کر لکھتے ہیں:

''فانفس المؤمن لا تشتفی من ھٰذا الساب اللعین، الطاعن فی سیّد الأوّلین والآخرین الّا بقتله وصلبه، بعد تعذیبه وضربه فان ذٰلک ھو اللائق بحاله، الزاجر لامثاله، عن سیئ افعاله.''

(رسائل ابن عابدین ج:۱ ص۳۴۸)

ترجمہ:... ''جو ملعون اور موذی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ عالی میں گستاخی کرے اور سبّ وشتم کرے، اس کے بارے میں مسلمانوں کے دِل ٹھنڈے نہیں ہوتے جب تک کہ اس خبیث کو سخت سزا کے بعد قتل نہ کیا جائے یا سولی پر نہ لٹکایا جائے، کیونکہ وہ اسی سزا کا مستحق ہے، اور یہ سزا دُوسروں کے لئے عبرت ہے۔''

قرآن، حدیث، فقہ و فتاویٰ اور چودہ صدیوں کے اکابر کی تصریحات و تحقیقات سے ہٹ کر دیکھئے تو وہ اسمبلی جو قوم کی نمائندہ کہلاتی ہے، اس نے بھی یہی فیصلہ دیا ہے، چنانچہ خود تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲۹۵-سی مجریہ ایکٹ ۱۹۸۴ء میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے سزائے موت تجویز کی گئی ہے، ملاحظہ ہو:

"جو شخص الفاظ کے ذریعے خواہ زبان سے ادا کئے جائیں یا تحریر میں لائے گئے ہوں یا دِکھلائی دینے والی تمثیل کے ذریعہ یا بلاواسطہ یا بالواسطہ تہمت یا طعن یا چوٹ کے ذریعے نبی کریم (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام کی بے حرمتی کرتا ہے اس کو موت یا عمر قید کی سزا دی جائے گی اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔"

چونکہ توہینِ رسالت جیسے بدترین جرم کی سزا میں عمر قید کے الفاظ، اس جرم کی شدّت میں تخفیف اور اس موذی کے ساتھ نرمی کی نشاندہی کرتے تھے اور کسی عاشقِ رسول کے لئے یہ ناقابلِ برداشت تھا کہ کوئی بدبخت، آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کے جرم کا ارتکاب کرے اور وہ چند سال کی سزا بھگت کر جیل سے باہر آجائے، اس لئے ہمارے قانون سازاداروں کے ذمہ داروں کو بعد از وقت سہی، بہرحال یہ خیال آگیا کہ اس قانون کی اصلاح ہونی چاہئے اور اس دفعہ سے "عمر قید" کے الفاظ حذف ہونے چاہئیں۔ چنانچہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے ۲/جون ۱۹۹۲ء کو ایک متفقہ قرارداد منظور کرتے ہوئے یہ قرار دیا کہ توہینِ رسالت کے مرتکب کو سزائے موت ہی دی جائے۔ چنانچہ اس سلسلے کی خبر کا متن ملاحظہ ہو:

"اسلام آباد (نمائندہ جنگ) قومی اسمبلی نے منگل کے دن متفقہ قرارداد منظور کی کہ توہینِ رسالت کے مرتکب کو

پھانسی کی سزا دی جائے اور اس ضمن میں مجریہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵-ج میں ترمیم کی جائے اور عمر قید کے لفظ حذف کر کے صرف پھانسی کا لفظ رہنے دیا جائے۔ یہ قرارداد آزاد رکن سردار محمد یوسف نے پیش کی اور کہا کہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہے کہ توہینِ رسالت کے مرتکب شخص کو سزائے موت دی جائے جبکہ قانون میں عمر قید اور پھانسی کی سزا متعین کی گئی ہے۔ مذہبی اُمور کے وفاقی وزیر مولانا عبدالستار خان نیازی نے بتایا کہ وزیر اعظم کی صدارت میں ایک اجلاس ہوا تھا جس میں تمام مکتبہ فکر کے علماء نے شرکت کی تھی اس اجلاس میں طے پایا تھا کہ توہینِ رسالت کے مرتکب کو کم تر سزا نہیں دینی چاہیئے اس کی سزا موت ہونی چاہیئے۔ وفاقی وزیر پارلیمانی اُمور چوہدری امیر حسن نے کہا کہ حکومت اس قرارداد کی مخالفت نہیں کرتی، حکومت اس ضمن میں پہلے بھی قانون سازی کی تیاری کر رہی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اس ضمن میں ایک ترمیمی بل سینیٹ میں پیش ہو چکا ہے۔''

(روزنامہ جنگ کراچی ۳رجون ۱۹۹۲ء)

کیا ہم جناب خالد مسعود صاحب سے پوچھ سکتے ہیں کہ قرآن، حدیث، فقہ اور قانونِ توہینِ رسالت کی مندرجہ بالا دفعات میں کہیں اس کا تذکرہ ہے کہ اگر کسی سے سہواً اس کا ارتکاب ہو جائے یا کسی نے توہینِ رسالت پر مشتمل کسی کی کوئی کتاب یا کوئی مضمون اپنے ہاتھ میں اُٹھا رکھا ہو تو اس کو بھی پکڑ کر توہینِ رسالت کی سزا دی جائے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو پھر اس منطقی اور فطری قانون کے خلاف آواز اُٹھانا یا اس میں کیڑے نکالنا ان کی بیمار ذہنیت کی علامت نہیں؟ جناب خالد مسعود صاحب! آپ ان موذیوں کی ہم نوائی کر کے سوچئے آپ اپنا وزن

کس پلڑے میں ڈالنا چاہتے ہیں؟ اگر آپ کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رِسالت پر اِیمان ہے تو آپ کو آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے باغیوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین و تنقیص کرنے والوں کا نہیں، نبیٔ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کے وکیلِ صفائی کا کردار اَدا کرنا چاہئے۔

....

کیا حدود اللہ کا تصوّر قرآن و حدیث میں نہیں؟

جناب خالد مسعود صاحب حدود آرڈی نینس سے متعلق اپنی ''ماہرانہ'' رائے دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

و:... ''حدود اللہ کا کوئی تصوّر قرآن مجید میں نہیں، یہ تصوّر فقہا حضرات کا ہے کہ مخصوص سات جرائم کو حدود اللہ کہا جائے۔''

اس کے علاوہ سنڈے میگزین روزنامہ ''جنگ'' کراچی ۲۸؍اکتوبر ۲۰۰۷ء کی اشاعت میں اس اِجمال کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''قرآن مجید میں حدود اللہ کا لفظ آیا ہے، لیکن ان سزاؤں کے لئے نہیں آیا، وہ طلاق، عدّت، رمضان کے سات یا آٹھ قوانین (کے بارے میں) جبکہ ان سزاؤں سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے، جتنی بھی آیتیں عام طور پر پڑھی جاتی ہیں، وہ سب ان سے تعلق رکھتی ہیں اور اس کا مطلب ہے کہ یہ اللہ کے قانون ہیں، ان سے آپ ہٹیں نہیں۔ یہ جو زنا، قذف، چوری ہیں، ان کے لئے قرآن مجید میں حدود یا حد کا لفظ نہیں ہے، اوّل تو حدود اللہ کا تصوّر قرآن مجید کا نہیں ہے، بلکہ فقہاء حضرات

کا ہے کہ یہ جو سات جرائم ہیں ان کو حدود اللہ کہا جائے قرآن و سنت میں یہ الفاظ بھی نہیں آئے، حدود کے معانی قرآن میں قانون کے ہیں۔ فقہ میں سزا کا ہے، وہ سزا جو مقرّر ہے، اور دُوسرا یہ کہ یہ فیصلہ کرنا کہ کون سے قانون حدود اللہ میں آتے ہیں اور کون سی سزائیں اور کون سے جرائم؟ یہ بھی فقہاء کی تشریحات ہیں اور اس میں اختلاف رہا ہے ....‘‘

(سنڈے میگزین ۲۸؍اکتوبر ۲۰۰۷ء)

اس سلسلے میں عرض ہے کہ جناب خالد مسعود صاحب کا یہ کہنا کہ حدود اللہ کا کوئی تصوّر قرآن مجید میں نہیں، سراسر غلط اور جہالت و دنائت پر مبنی ہے، اس لئے کہ قرآن مجید کی متعدّد آیات میں حدود اللہ کا ذکر آیا ہے، اور جہاں بھی آیا ہے اسی معنی میں آیا ہے کہ ہم نے جو جو اَحکام، اُصول، قوانین اور مسائل بیان کئے ہیں ان کی پابندی و پاسداری کی جائے اور جو لوگ ان سے تجاوز کریں گے، وہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ حدود سے تجاوز کرنے والے شمار ہوں گے، اور وہ اللہ تعالیٰ کی مقرّر کردہ سزا کے مستوجب ہوں گے، چنانچہ ملاحظہ ہو:

۱:... رمضان کی راتوں میں بیویوں سے ہم بستر ہونے، سحر و اِفطار اور اِعتکاف کی حدبندی کرتے ہوئے فرمایا:

’’تِلْکَ حُدُوْدُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا.‘‘ (البقرۃ:۱۸۷)

ترجمہ:... ’’یہ حدیں بندھی ہوئی ہیں اللہ کی، سو ان کے نزدیک نہ جاؤ۔‘‘

۲:... طلاق، رجعت، عدّت اور خلع کی حدود و قواعد اور ان کی پابندی کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

’’وَلَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَأْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَیْتُمُوْهُنَّ شَیْئًا

اِلَّآ اَنۡ یَّخَافَآ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللہِ." (البقرۃ:۲۲۹)

ترجمہ:..."اور تمہارے لئے یہ بات حلال نہیں کہ کچھ بھی لو اس میں سے جو تم نے ان کو دیا تھا، مگر جبکہ خاوند عورت دونوں ڈریں اس بات سے کہ قائم نہ رکھ سکیں گے حکم اللہ کا۔"

۳:... مذکورہ بالا اَحکام کی پابندی اور ان میں کسی قسم کی کوتاہی یا تغیر و تبدل سے اِحتراز اور بچنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

"فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللہِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ، تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللہِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا، وَمَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللہِ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ." (البقرۃ:۲۲۹)

ترجمہ:..."پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کی حدیں تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر اس میں کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جاوے، یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں، سو ان سے آگے مت بڑھو، اور جو کوئی بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدود سے سو وہی لوگ ہیں ظالم۔"

۴:... تیسری طلاق کے بعد جب تک تحلیلِ شرعی نہ ہوجائے دوبارہ نکاح نہیں ہوسکتا جو اس کے خلاف کرے گا حدودِ اِلٰہی کی خلاف ورزی کا مرتکب ہوگا، چنانچہ ان حدود کی پابندی کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

"فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَآ اَنۡ یَّتَرَاجَعَآ اِنۡ ظَنَّآ اَنۡ یُّقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللہِ، وَتِلۡکَ حُدُوۡدُ اللہِ یُبَیِّنُهَا لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ." (البقرۃ:۲۳۰)

ترجمہ:..."پھر اگر طلاق دیدے دُوسرا خاوند تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر کہ پھر باہم مل جائیں اگر خیال کریں کہ قائم رکھیں گے اللہ کی حدیں، اور یہ حدیں باندھیں ہوئی ہیں اللہ کی،

بیان فرماتا ہے ان کو واسطے جاننے والوں کے۔‘‘

۵:... میراث، ورثا اور ان کے حصص، قرض، وصیت اور ان کے اَحکام کی حکمت واہمیت اوران کی پابندی پر بشارت سناتے ہوئے فرمایا:

’’تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ....‘‘ (النساء:۱۳)

ترجمہ:... ’’یہ حدیں باندھی ہوئی اللہ کی ہیں، اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل کرے گا جنتوں میں۔‘‘

۶:... جو اللہ تعالیٰ کی بیان فرمودہ حدود کی خلاف ورزی کرے، ان کی سزا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ.‘‘ (النساء:۱۴)

ترجمہ:... ’’اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جاوے اس کی حدوں سے، ڈالے گا اس کو آگ میں ہمیشہ رہے گا اس میں، اور ان کے لئے ذِلت کا عذاب ہے۔‘‘

۷:... دیہات کے کفار اور منافقین کی شدّت اور ان کی حدوداللہ سے ناآشنائی کے بارے میں فرمایا:

’’اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّاَجْدَرُ اَلَّا يَعْلَمُوْا حُدُوْدَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ. ‘‘ (التوبہ:۹۷)

ترجمہ:... ’’گنوار بہت سخت ہیں کفر میں اور نفاق میں، اور اسی لائق ہیں کہ نہ سیکھیں وہ جو نازل کیں اللہ نے اپنے رسول پر۔‘‘

۸:... کفار و منافقین کے مقابلے میں مؤمنین کی صفات اور ان کی حدود اللہ کی پاسداری کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللهِ، وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ." (التوبہ:۱۱۲)

ترجمہ:... "اور منع کرنے والے بُری بات سے اور حفاظت کرنے والے ان حدود کی جو باندھی اللہ نے اور خوشخبری سنادے ایمان والوں کو۔"

۹:... ظہار اور کفارۂ ظہار کے اَحکام اور ان کی بجاآوری کی تلقین کے بعد فرمایا:

"ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ." (المجادلہ:۴)

ترجمہ: ... "یہ حکم اس واسطے کہ تابعدار ہوجاؤ اللہ کے اور اس کے رسول کے، اور یہ حدود ہیں اللہ کی۔"

۱۰:... طلاق، عدّت اور دورانِ عدّت سکنیٰ کے اَحکام اور ان کی خلاف ورزی سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

"لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ وَّتِلْكَ حُدُوْدُ اللهِ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ." (الطّلاق:۱)

ترجمہ:... "مت نکالو ان کو ان کے گھروں سے اور وہ بھی نہ نکلیں مگر جو کریں صریح بے حیائی، اور یہ حدود ہیں اللہ کی، اور جو کوئی بڑھے اللہ کی حدود سے تو اس نے بُرا کیا اپنا۔"

لہٰذا چیئرمین صاحب کا یہ کہنا سراسر غلط ٹھہرا کہ: "قرآن مجید میں حدود اللہ کا لفظ ان سزاؤں کے لئے نہیں آیا جن کو عام فقہا حدود تصوّر کرتے ہیں" کیونکہ آپ نے

ملاحظہ فرمایا کہ قرآنِ کریم میں حدوداللہ کا لفظ ایک نہیں، دس بار آیا ہے، اور ہر جگہ قانونِ اِلٰہی کی پابندی و پاسداری کے لئے آیا ہے، اسی لئے فقہائے کرام نے ان تمام جرائم کی سزاؤں کو حدود سے تعبیر کیا ہے جن کی سزا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرّر فرمائی ہے۔ بتلایئے اس پر فقہائے کرام لائقِ تحسین ہیں؟ یا باعثِ ملامت...؟

پھر یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضراتِ فقہائے کرام نے اس اصطلاح کے اپنانے میں اپنی رائے اور اِجتہاد کا سہارا نہیں لیا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ کی اتباع کی ہے، چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں ایسے کئی ایک جرائم کی سزاؤں پر ''حد'' کا اطلاق فرمایا ہے، ان میں سے چند ایک ملاحظہ ہوں:

الف:... ''عن ابی بردۃ بن نیار قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: لا یجلد فوق عشر جلدات الّا فی حد من حدود اللہ.''

(ترمذی ج:۲ ص:۱۷۷، بخاری ج:۲ ص:۱۲)

ترجمہ:... ''حضرت ابو بردہ بن نیارؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی حدود میں سے کسی حد کے علاوہ کسی جرم کی سزا دس کوڑوں سے زیادہ نہ دی جائے۔''

جناب خالد مسعود صاحب ہی فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن سزاؤں کو حدوداللہ فرما رہے ہیں، وہ کونسی ہیں؟ اور یہ کہ ان کا تذکرہ قرآن میں ہے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ''حدوداللہ'' کیوں فرمایا؟ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ!

ب:... ''عن وائل بن حجر عن ابیہ قال:

استکرهت امرأة علیٰ عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فدرأ رسول الله صلی الله علیه وسلم عنها الحد وأقامه علی الذی اصابها." (ترمذی ج:۲ ص:۱۷۵)

ترجمہ:... "حضرت وائل بن حجر اپنے والد سے نقل فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک خاتون کی زبردستی عصمت دری کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون سے حد ساقط کردی تھی اور اس آدمی پر حد جاری فرمائی تھی جس نے زبردستی اس کی عصمت دری کی تھی۔"

ج:... **"عن عائشة ان قریشا أهمتهم المرأة المخزومیة التی سرقت قالوا: من یکلم رسول الله صلی الله علیه وسلم ومن یجترئ علیه الّا اسامة بن زید حب رسول الله صلی الله علیه وسلم، فکلم رسول الله صلی الله علیه وسلم، فقال: أتشفع فی حد من حدود الله؟ ثم قام فخطب فقال: یا أیها الناس! انما ضلوا من قبلکم انهم کانوا اذا سرق الشریف ترکوه وإذا سرق الضعیف فیهم اقاموا علیه الحدود، ایم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطع محمد یدها."**

(بخاری ج:۲ ص:۱۰۰۳)

ترجمہ:... "حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مخزومی خاتون، جس نے چوری کی تھی ...اور اس کے خلاف چوری کی حد کا فیصلہ ہوگیا، قریش کو اس سے بہت زیادہ پریشانی ہوئی... انہوں نے سوچا کہ کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حد ساقط کرنے کی سفارش کرے۔ کہنے لگے اس سلسلے میں

اُسامہ ابن زیدؓ کے علاوہ کوئی بات نہیں کرسکے گا، کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ پس انہوں نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں بات کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ حدود اللہ میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کرتے ہیں؟ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لائے، خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! تم سے پہلے لوگ اس لئے گمراہ ہوئے کہ ان میں سے کوئی عزّت دار آدمی چوری کرتا، تو اس کو چھوڑ دیتے اور اگر کوئی چھوٹا اور کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! اگر میری بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹتا۔''

د:... ''عن ابن عباس ان هلال بن اُمية قذف امرأته عند النبی صلی اللہ علیه وسلم بشریک بن سحماء ،فقال النبی صلی اللہ علیه وسلم: البینة او حد فی ظهرک! فقال: یارسول اللہ! اذا رأی احدنا علی امرأته رجلًا ینطلق یلتمس البینة؟ فجعل النبی صلی اللہ علیه وسلم یقول: البینة! واِلّا حد فی ظهرک. فقال هلال: والذی بعثک بالحق! انی لصادق فلینزلن اللہ مایبرئ ظهری من الحد ..... الخ.''

(صحیح بخاری ج:۲ ص:۶۹۵)

ترجمہ:... ''حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہلال بن اُمیہؓ نے اپنی بیوی پر شریک بن سحماء کے ساتھ بدکاری کا الزام لگایا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ لاؤ، یا پھر تیری پیٹھ پر حد لگے گی! اس نے عرض کیا: یارسول اللہ!

کیا جب کوئی شخص اپنی بیوی پر کسی غیر مرد کو دیکھے گا تو وہ جا کر گواہ تلاش کرے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ لاؤ، یا پھر تیری پیٹھ پر حد لگے گی! اس پر حضرت ہلالؓ نے عرض کیا: مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! بے شک میں سچا ہوں اور اللہ تعالیٰ ضرور کوئی ایسی وحی نازل فرمادیں گے جو میری پیٹھ کو حد سے بچائے گی۔“

۵:... ”عن انس بن مالک قال کنتُ عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءہ رجل فقال: یا رسول اللہ! انی اصبت حدًا فاقمہ علی ولم یسألہ عنہ قال وحضرت الصلوٰۃ فصلّٰی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلما قضی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الصلوٰۃ قام إلیہ الرجل فقال: یا رسول اللہ! انی اصبت حدًا فاقم فی کتاب اللہ، قال: ألیس قد صلیت معنا؟ قال: نعم! قال: فإن اللہ قد غفر لک ذنبک، أو قال: حدّک.“ (بخاری ج:۲ ص:۱۰۰۸)

ترجمہ:... ”حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں تھا، اتنے میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! میں ایسے جرم کا مرتکب ہوگیا ہوں، جس پر حد لاگو ہوتی ہے، آپ مجھ پر حد قائم فرمائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کچھ نہ پوچھا، حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں نماز اَدا کی، نماز سے فراغت کے بعد وہ شخص پھر اُٹھ کر آپ کے پاس چلا گیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! حد کا مرتکب ہوا ہوں اور آپ کتابُ اللہ

کی روشنی میں مجھ پر حد قائم فرمایئے! اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا آپ نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں! پڑھی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرا گناہ معاف کردیا۔ یا فرمایا: تیری حد معاف فرمادی۔“

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ ان صاحب کو مؤاخذۂ آخرت کی اس قدر فکر تھی کہ وہ اپنے اس صغیرہ گناہ کو بھی موجبِ حد شمار کرتے ہوئے ہر سزا کے لئے تیار تھے۔

دوم یہ کہ حضراتِ صحابہ کرامؓ قرآن و سنت کے حوالے سے حدود کے تصور سے آگاہ و آشنا تھے، اور وہ سمجھتے تھے کہ گناہ پر اِجرائے حد لازم ہے، مگر افسوس کہ دورِ حاضر کے نام نہاد محققین فرماتے ہیں کہ حدود کا قرآن و سنت میں کوئی تصور نہیں۔

و:... ”عن عمران بن حصين ان امرأة من جهينة اتت نبی الله صلی الله عليه وسلم وهی حبلٰی من الزنا فقالت: يا نبی الله! اصبت حدًا فاقمه علی، فدعا نبی الله صلی الله عليه وسلم وليها، فقال: احسن إليها فإذا وضعت فأتنی بها، ففعل فأمر بها نبی الله صلی الله عليه وسلم فشلت عليها ثيابها ثم أمر بها فرجمت ثم صلّٰی عليها فقال له عمر: تصلی عليها يا نبی الله! وقد زنت؟ قال: لقد تابت توبة لو قسمت بين سبعين من أهل المدينة لوسعتهم، وهل وجدت توبة افضل من أن جادت بنفسها لله تعالٰی.“ (مسلم ج:۲ ص:۶۸، ۶۹)

ترجمہ:... ”حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے

کہ قبیلہ جہینہ کی ایک خاتون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، وہ زنا سے حاملہ تھی، اس نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! میں حد کی مستحق ہوں، مجھ پر حد قائم کیجئے! اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ولی کو بلایا اور فرمایا: اس کے ساتھ حسنِ سلوک کا معاملہ کرتے رہو، جب وضعِ حمل ہوجائے تو اس کو لے آنا۔ چنانچہ وضعِ حمل کے بعد اس کا وکیل اس کو لایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کے کپڑے اس کے جسم پر ٹھیک کیئے جائیں ... کہ بے پردی نہ ہو... اس کے بعد آپ نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا، جب اسے سنگسار کرلیا گیا تو آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے ہیں، جس نے زنا کیا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس نے ایسی توبہ کی کہ اگر وہ اہلِ مدینہ کے ستر لوگوں پر تقسیم کی جائے تو ان سب کی مغفرت ہوجائے، بھلا آپ نے اس سے اچھی توبہ بھی کوئی دیکھی کہ اس نے اپنے نفس کو اللہ کے سامنے پیش کردیا... اور وہ اپنی جان سے گزر گئی...۔''

اب موصوف ہی بتلائیں کہ ان کے ارشاد: ''یہ جو سات جرائم ہیں ان کو حدود اللہ کہا جائے، قرآن وسنت میں یہ الفاظ نہیں آئے'' کی کیا قدر و قیمت ہے؟ کیا ان کا یہ ''فرمان'' قرآن وسنت کے اور دِین وشریعت کے خلاف کھلی بغاوت نہیں؟

پھر یہ بات بھی غور طلب ہے کہ موصوف نے جیسا کہ اپنے انٹرویو میں خود فرمایا ہے کہ: ''حدود کے معانی قرآن میں قانون کے ہیں'' اب اگر فقہائے کرام اور محدثین حضرات نے قرآنِ کریم اور اَحادیثِ مبارکہ کی روشنی میں زنا، چوری، تہمت،

شراب نوشی اور نشہ آور اشیاء کے استعمال کی ممانعت اور ان پر سزاؤں کے اِجراء کو بھی قانونِ الٰہی شمار کرتے ہوئے ان کو حدود قرار دے دیا تو اس پر انہیں کیونکر اِشکال ہے؟ کیا ہم جناب خالد مسعود صاحب سے یہ پوچھنے کی جرأت کرسکتے ہیں کہ: طلاق، عدّت، رجعت، میراث، ظہار، کفارۂ ظہار اور روزہ وغیرہ ایسے خالص شخصی اور ذاتی مسائل کی خلاف ورزی اگر حدود اللہ کی خلاف ورزی کہلاسکتی ہے تو زنا، چوری، تہمت اور شراب نوشی وغیرہ ایسے گھناؤنے جرائم، جس سے پورا معاشرہ تہہ و بالا ہوجاتا ہے، ان کی خلاف ورزی حدود اللہ کی خلاف ورزی کیوں نہیں کہلائے گی؟

اگر ان شخصی اور ذاتی مسائل میں مقرّرہ حدود سے تجاوز کرنے پر حدود اللہ سے تجاوز شمار ہوسکتا ہے تو سوال یہ ہے کہ معاشرے کو تہہ و بالا کرنے والے گھناؤنے جرائم کا ارتکاب یا ان کی حدبندی کی خلاف ورزی پر قرآن و حدیث کی طے کردہ سزاؤں کو حدود اللہ کیوں نہیں کہا جاسکتا؟ یا اس پر حدود اللہ کا اطلاق کیونکر نہیں ہوسکتا؟

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ موصوف کی دِلی خواہش اور تمنا ہے کہ معاشرے میں زناکاری، چوری، ڈکیتی، شراب نوشی، تہمت تراشی اور قتل و غارت گری پر کوئی قدغن و پابندی نہیں ہونی چاہئے اور لوگ کھلے عام ان گھناؤنے جرائم کا ارتکاب کیا کریں، مگر افسوس کہ ان سنگین جرائم کی مقرّرہ اسلامی سزاؤں ...حدود و قصاص... سے جرائم پیشہ افراد خائف ہیں، اس لئے موصوف ان کے دِلوں سے ڈر اور خوف دُور کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ: ان جرائم کی سزاؤں کو حدود اللہ نہیں کہنا چاہئے، کیونکہ قرآن و سنت میں ان کو حدود اللہ نہیں کہا گیا، فقہاء کی ایجاد اور ان کی اِصطلاح ہے، لہٰذا ان سے ڈرنے کی کوئی ضرورت ہے اور نہ ان کی مخالفت میں زبان کھولنے میں کوئی قباحت، ورنہ اس کا کیا معنی ہے کہ قرآن و سنت میں مذکور ان سزاؤں اور ان پر حدود اللہ کے اطلاق کے باوجود یہ کہنا کہ: ''زنا، قذف، چوری ...کی سزاؤں... کے لئے قرآنِ کریم میں حدود یا حد کا لفظ نہیں ہے'' یا ''قرآن و سنت میں یہ الفاظ نہیں آئے۔''

نامناسب نہ ہوگا کہ اس موقع پر ڈاکٹر خالد مسعود صاحب کے اس بیان پر روزنامہ ''ایکسپریس'' کے کالم نگار عبداللہ طارق سہیل کا تبصرہ بھی شامل کردیا جائے، چنانچہ وہ اپنے کالم ''وغیرہ وغیرہ'' میں ''اَدا سے قضا تک'' کے زیرِ عنوان لکھتے ہیں:

''سرکاری درباری ...نظر آتی... کونسل کے چیئرمین علامہ کھڑتوس ...خالد مسعود... نے انکشاف فرمایا ہے کہ قرآن میں حدود اللہ کا کوئی تصوّر موجود نہیں۔

وہ جو آیت ہے ''تلک حدود اللہ....'' اس کے بارے میں علامہ کھڑتوس نے کچھ نہیں بتایا۔ ممکن ہے علماء ان کے اس انکشاف پر ناراضگی ظاہر کریں، حالانکہ انہیں شکر کرنا چاہئے کہ علامہ صاحب کی مشقِ ستم صرف حدود اللہ پر ہوئی ہے، اگر وہ یہ کہہ دیں کہ قرآن میں تو اللہ کا بھی کوئی تصوّر نہیں ہے تو ہم آپ ان کا کیا بگاڑ لیں گے؟ ابھی ان کے اگلے لیکچر کا انتظار فرمایئے، وہ ثابت کریں گے کہ پی سی او کا تصوّر ان کی سرکار نے قرآن سے ہی تو لیا ہے۔

علامہ کھڑتوس دراصل علامہ ولایوڑ خوشامدی ...غامدی... کے شاگردِ ''رسید'' ہیں۔ علامہ خوشامدی کے نزدیک کوئی چیز گناہ ہے ہی نہیں، ہر شے ثواب ہی ثواب ہے، اور ''حق'' امریکا کا دُوسرا نام ہے۔ علامہ خوشامدی دراصل دہلی والے مولانا وہی ددن خان ...وحید الدین... کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں جن کا عقیدہ ہے کہ نہ کوئی روزِ جزا ہے، نہ جنت دوزخ ...سب افسانے ہیں...اس کے ساتھ ساتھ وہ ''پنجابی نبی'' کی تقلید میں بین السطور اپنے اِمام مہدی اور مسیحِ موعود ہونے کا دعویٰ بھی کرچکے ہیں ...دیکھئے ''الرسالہ'' کے گزشتہ شمارے...

چنانچہ علماء سے درخواست ہے کہ وہ ان لوگوں کو نظر انداز کر دیں، ان کا مسئلہ علمی نہیں، نفسیاتی ہے۔''

(روزنامہ ''ایکسپریس'' کراچی ۱۲؍نومبر ۲۰۰۷ء)

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، صفر ۱۴۲۹ھ مطابق مارچ ۲۰۰۸ء)

اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود کا
تعارف، عقائد ونظریات، فکر اور فلسفہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، اما بعد!

گزشتہ کئی ماہ سے ماہنامہ ”بینات“ کے ادارتی صفحات میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین جناب خالد مسعود صاحب کے ایک بیان پر تبصرہ اور تنقید شائع ہورہی تھی، خیال ہوا کہ چونکہ پاکستانی عوام کی طرح عموماً لکھے پڑھے حضرات اور علماء بھی اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین کی ”شخصیت“، ان کے ”علم وفضل“، ”فہم و فراست“ اور عقائد ونظریات سے ناآشنا ہیں، بلاشبہ اگر وہ ان کی ”قدآور شخصیت“ ان کی مادرِ علمی، تربیت گاہ اور ان کے اساتذہ سے آگاہ ہوتے تو شاید اس قدر طویل مضمون لکھنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

ہمارے خیال میں کسی شخصیت کی شرافت و دیانت اور عقائد ونظریات کو پرکھنے کا بہترین ذریعہ اس کا خاندانی پس منظر اور اس کے اساتذۂ علم وفن اور ان کی مادرِ علمی یعنی درس گاہ کا تعارف ہے۔

چنانچہ اگر کسی شخص کے اساتذہ ملحد و بے دِین ہوں یا اس کی تربیت گاہ میں اِلحاد و زَندقہ کی تعلیم وتربیت دی جاتی ہو، تو ان اساتذہ اور تربیت گاہ سے اَخذ و اِستفادہ کرنے والے کسی ”محقق“ سے مسلمانوں کو خیر کی توقع رکھنا یا ان کی خلافِ اسلام سرگرمیوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اور چیخنا چلانا نہ صرف عبث ہے

بلکہ لائقِ صد ماتم۔

اسی لئے ...گستاخی معاف... جی میں آیا کہ مسلمانانِ پاکستان کی طرح لکھے پڑھے حضرات اور علمائے کرام کی خدمت میں جناب ڈاکٹر خالد مسعود صاحب کے عقائد ونظریات اور ان کی فکری پرواز اور ان کے اساتذۂ علم و ہنر کا کچھ تعارف پیش کردیا جائے۔ ...پیشِ نظر تعارف اور عقائد ونظریات ڈاکٹر خالد مسعود کے اس انٹرویو سے مأخوذ ہیں جو انہوں نے روزنامہ ''جنگ'' کراچی کے ایک نمائندے کو دیا اور ''سنڈے میگزین'' ۲۸؍اکتوبر ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا...۔

جناب خالد مسعود صاحب اپنے والد کے بڑے بیٹے ہیں، ان کا آبائی تعلق انبالہ سے ہے۔ آپ کے والدِ ماجد جناب صوفی شیر محمد صاحب مرحوم ایک نیک دِل انسان اور پُرانے اَحراری تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد پہلے لاہور اور پھر جھنگ میں انہوں نے سکونت اختیار کی۔ متحدہ ہندوستان میں انہوں نے انگریز دُشمنی کی پاداش میں جیلیں کاٹیں۔ پاکستان بن جانے کے بعد بھی ...ہماری معلومات کے مطابق... وہ جمعیت علمائے اسلام اور تبلیغی جماعت سے وابستہ رہے، اور رزقِ حلال کی خاطر انہوں نے جھنگ میں ''ارسطو دواخانہ'' کے نام سے ایک مطب قائم کیا اور زندگی بھر اسی سے وابستہ رہے۔

جس طرح موصوف صوفی شیر محمد مرحوم انگریز دُشمن تھے اور اِستعمار کو مسلمانوں کا سب سے بڑا حریف اور دُشمن سمجھتے تھے، اسی طرح انہوں نے اپنی اولاد کی بھی یقیناً انہیں خطوط پر تربیت کرنا چاہی ہوگی۔

مگر چونکہ انگریز کی عیاری اور مکاری مشہور ہے اور جس طرح شیطان، اللہ کے نیک بندوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا تو ان کی اولادوں سے بدلے لیتا ہے، اسی طرح شیطان کی معنوی اولاد انگریز کی بھی یہی رَوِش رہی ہے کہ جن کے سامنے ان کا بس

نہیں چلتا وہ اپنا بدلہ ان کی اولادوں سے لیتا ہے، افسوس! کہ یہی کچھ موصوف صوفی شیر محمد مرحوم کی اولاد کے ساتھ بھی ہوا۔ چنانچہ ڈاکٹر خالد مسعود صاحب کو ان کے والدِ ماجد نے ابتدائی طور پر اسکول پڑھایا، ازاں بعد وہ ان کو دارالعلوم دیوبند بھیجنا چاہتے تھے، مگر افسوس کہ اب بیٹا باپ کی فکر وسوچ کی مخالف سمت جاچکا تھا۔

چنانچہ خالد مسعود صاحب نے جھنگ کے ایم بی ہائی اسکول سے میٹرک کیا۔ پرائیویٹ طور پر منشی فاضل کیا، گھریلو معاشی حالات مزید تعلیم جاری رکھنے کے متحمل نہ تھے تو اسلامیہ ہائی اسکول میں ٹیچر کی نوکری مل گئی، اسی دوران ایف اے اور بی اے کیا، امتحان میں اچھے نمبر آگئے تو اسکالر شپ مل گئی، مزید تعلیم کے لئے لاہور کا رُخ کیا، ایف سی کالج لاہور، گورنمنٹ کالج لاہور اور اِسلامیہ کالج لاہور میں انگریزی ادب میں داخلے کا امتحان دیا، مگر افسوس! کہ ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا، مجبوراً اسلامیہ کالج لاہور سے ایم اے اسلامیات کیا، اسی دوران مشہور ملحد اور صدر ایوب کے نفسِ ناطقہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے ....جو بعد میں عیسائی ہوکر مرا... اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کراچی، میں داخلے کی پیشکش کی اور داخلے کا خط بھیجا۔ یوں ڈاکٹر خالد مسعود اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ کراچی میں داخل ہوکر باقاعدہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی شاگردی میں آگئے۔

حسنِ اتفاق کہیئے یا سوءِ اتفاق! کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے فلسفۂ اِلحاد و اِستشراق نے اپنا کام دِکھایا اور موصوف کے دِل و دِماغ کو ''فرسودہ مذہبی تصوّرات'' سے پاک کردیا گیا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد اس فکر و فلسفے میں مزید رُسوخ پیدا کرنے کے لئے آپ کو کینیڈا میں مانٹریال میکگل یونیورسٹی بھیج دیا گیا، وہاں سے ایم اے اور پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد واپس تشریف لائے تو ان کے اُستاذ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی جگہ خالی ہوچکی تھی، اور ضرورت تھی کہ ان کی مسند پر ان کی فکر وسوچ کا انسان براجمان ہو، چنانچہ ڈاکٹر خالد مسعود صاحب کو اپنے اُستاذِ موصوف

کی خدمات کے تسلسل کو جاری رکھنے کی خدمت پر مأمور کردیا گیا۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی صحبت، تربیت اور کینیڈا مانٹریال یونیورسٹی کے مستشرق اساتذہ کی محنت بر آئی تو اَب ڈاکٹر خالد مسعود وہ نہیں تھا، جس نے جھنگ کے ایک دِین دار گھرانے میں نشوونما پائی تھی اور جس کے قلب وجگر اور دِل و دِماغ میں انگریز اور اِستعمار کی نفرت کا بیج بویا گیا تھا۔ اب اس کے دِل میں انگریز اور اِستعمار کے خلاف نفرت کے بجائے محبت واُلفت کے جذبات تھے، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں:

> ''بہت ساری چیزوں کے بارے میں اب میری رائے بدل گئی ہے، لیکن آزادی کا تصوّر، آزادی کے لئے محنت اور خاص طور پر اِستعمار کے ساتھ نفرت اور اِستعمار کے ساتھ جو ایک تعلق ہے، وہ جب تک میں باہر نہیں گیا اس وقت تک اِستعمار سے نفرت کا تعلق رہا، لیکن جب خود جاکر اِستعماری معاشرے کو دیکھا تو پتا چلا کہ کسی حد تک ہمارا اپنا تصوّر محدود تھا اور ہم پوری طرح مغربی معاشرے کو سمجھ نہیں پائے۔''

(سنڈے میگزین ''جنگ'' کراچی ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۷ء)

موصوف کی جب برین واشنگ ہوگئی اور وہ مسلم معاشرے کے بجائے اِستعمار اور اِستعماری معاشرے کو حق وصواب سمجھنے لگے تو ان کے لئے اندرون و بیرون ملک ہر طرح کی ترقیات اور مناصب کے دروازے کھل گئے، چنانچہ وہ اس دوران نائیجیریا گئے، ایک سال تک یونیورسٹی آف پنسلوانیا میں رہے، اور ۱۹۷۹ء میں اسکالر شپ پر امریکا چلے گئے، اور وہاں کئی ایک یونیورسٹیوں میں لیکچر دیئے، اسی طرح دو بار وہ پیرس بھی لیکچرار کے طور پر گئے، مگر اس پورے عرصے میں اسلامک ریسرچ انسٹیٹیوٹ اسلام آباد میں ملازمت کرتے رہے اور ۱۹۹۹ء میں اس عہدہ سے ریٹائر ہوگئے۔

اس عرصے میں موصوف مکمل طور پر مغرب کے رنگ میں رنگ گئے، اور اس میں سب سے اہم کردار امریکا کی ''کمیٹی ان اسٹڈی آف مسلم سوسائٹی'' کی ممبر شپ نے اَدا کیا، چنانچہ موصوف خود فرماتے ہیں کہ:

''اس سلسلے میں دو چیزیں میرے کیریئر میں بہت اہم ہیں، امریکا میں سوشائل سائنس کی ایک ریسرچ کونسل ہے، ان کے مختلف گروپ، مختلف کمیٹیاں، مختلف فیلڈ سے ہوتی ہیں، انہوں نے ایک نئی کمیٹی بنائی تھی، ''کمیٹی ان اسٹڈی آف مسلم سوسائٹیز'' (قائم کی)۔ عام طور پر امریکا میں جس اسٹڈی کا رُجحان ہے وہ AREA اسٹڈیز میں اور اسلام ان میں سے مڈل ایسٹ وغیرہ میں اہم پارٹ ہوتا ہے، یہ پہلی کمیٹی تھی جس کا فوکس مسلم سوسائٹی تھا، اس کمیٹی کی مجھے ممبر شپ کی آفر دی گئی، یہ ممبر شپ پانچ سال کی تھی۔ اس ممبر شپ کی وجہ سے ہر سال دو دفعہ امریکا جانا ہوتا تھا، اس کے علاوہ مختلف اسلامی ممالک میں جانا ہوتا تھا، میں سمجھتا ہوں کہ میری دانشورانہ ڈویلپمنٹ اس فیلڈ میں زیادہ ہے، کیونکہ یہ سب عالم فاضل لوگ تھے، پہلا دھچکا مجھے اسی وقت لگا تھا جب میں میکگل پہنچا تھا، وہاں جاکر ساری مسلم تاریخ اکائی کے ساتھ، نہ کہ ٹکڑوں میں تقسیم کرکے پڑھی، اسلامی تاریخ کے فوجی، معاشی، اسلامی پہلو تمام پڑھے، تو وہ جو دھچکا تھا کہ ہم کس طرح اسلامی تاریخ کو سمجھتے ہیں۔''

(سنڈے میگزین ''جنگ'' کراچی ۲۸؍اکتوبر ۲۰۰۷ء)

گویا امریکا اور اس کی اس کمیٹی کی ممبر شپ کی ''برکت'' سے موصوف کی آنکھیں کھل گئیں اور اب تک اُمتِ مسلمہ کے بارے میں وہ جس خوش فہمی میں مبتلا تھے، وہ امریکی اِستعمار کی مرتب کردہ اُمتِ مسلمہ کی تاریخ، فوجی، معاشی اور اِسلامی تصوّرات کی غلطی ان پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی، اور وہ اپنے اُستاذ اور مربی ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے نظریۂ اِلحاد اور ان کی اس سلسلے کی اِلحادی خدمات کے معترف ہوگئے اور سمجھنے لگے کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کا وجود جس طرح ان کے لئے نعمتِ غیر مترقبہ تھا، ایسے ہی پاکستان میں جاری اِلحادی تحریک کے لئے بھی اَز حد ضروری تھا، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں:

> ''ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے باہر جانے سے پاکستان کو نقصان ہوا، انہیں پاکستان سے ۱۹۶۹ء میں نکال دیا گیا، پہلے وہ برطانیہ گئے، پھر شکاگو یونیورسٹی میں۔''

(سنڈے میگزین ''جنگ'' کراچی ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۷ء)

ڈاکٹر فضل الرحمٰن سے ان کے جوڑ بیٹھنے کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ جس طرح وہ ایک خالص دِینی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے اور اِستعمار کی چمک دمک سے متأثر ہوکر انہوں نے اپنے دِین و مذہب، معاشی، معاشرتی اور اِسلامی تاریخ سے بغاوت کی تھی، ٹھیک اسی طرح خالد مسعود صاحب بھی وہی پس منظر رکھتے تھے اور بعینہٖ اسی طرح وہ بھی امریکا، کینیڈا اور برطانیہ کی ''برکت'' سے دِین و مذہب سے باغی ہوگئے، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں:

> ''اصل میں ان ...ڈاکٹر فضل الرحمٰن... کا تعلق ہزارہ سے تھا، ان کے والد مولانا شہاب الدین دیوبندی تھے اور وہ مولانا محمود الحسن اور بڑے جید علماء کے ساتھیوں میں سے تھے،

مولانا شہاب الدین اہلِ حدیث مکتبہ فکر کے اِمام ابنِ تیمیہ کے بہت قائل تھے ...اہلِ حدیث ان کو بہت مانتے ہیں... ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی مذہبی تعلیم مدرسے سے نہیں، بلکہ ان کے والد صاحب سے تھی، جو لاہور میں اس وقت درس دیتے تھے، ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب نے آکسفورڈ یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی، ان کی علمیت میں کوئی شک نہیں ہے، جب وہ آکسفورڈ گئے تھے تو سنا ہے شیروانی اور داڑھی کے ساتھ ہاتھ میں مولویوں والی چھڑی لے کر جاتے تھے، لیکن وہاں جا کر کلین شیو ہوگئے تھے۔'' (سنڈے میگزین ''جنگ'' کراچی ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۷ء)

گویا جس طرح وہ ایک عالمِ دِین کے بیٹے، دِین دار، مشبہ شکل، داڑھی، ٹوپی، شیروانی اور چھڑی وغیرہ کے ساتھ آکسفورڈ گئے اور ان کے فلسفۂ اِستشراق سے متأثر ہوکر کلین شیو ہوگئے، موصوف خالد مسعود صاحب نے بھی ان کی تقلید کی۔ مگر اے کاش! کہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کو پاکستان سے نکال دیا گیا اور موصوف اکیلے اور بے یار و مددگار ان کی فکر و فلسفے کے وارث رہ گئے، اور تحریکِ اِلحاد و اِستشراق کی بھاری بھرکم ذمہ داری ان کے ناتواں کندھوں پر آگئی، ظاہر ہے ان کو اس کا جس قدر قلق و افسوس ہوا ہوگا وہ خود ہی بہتر سمجھ سکتے ہیں، چنانچہ مندرجہ بالا اِقتباس میں انہوں نے اسی درد و کرب کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر خالد مسعود نے جس طرح اپنی دِینی، مذہبی، اور فکری تبدیلی اور اس میں انقلاب کا ذکر کیا ہے اور جس طرح انہوں نے ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے علم و فضل کی تعریف و توصیف کی ہے، اس کے بعد اس کی ضرورت نہیں رہ جاتی کہ ان کے عقائد و نظریات سے بحث کی جائے۔

تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کے چند ایک اچھوتے عقائد و نظریات

اور ان کی دِین و مذہب اور مسلم تاریخ اور مسلم تحریکوں کے بارے میں باغیانہ جذبات کا بھی تذکرہ کردیا جائے:

ا:... موصوف ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے عائلی قوانین کے بہت بڑے مداح، حامی اور داعی ہیں اور ...نعوذ باللہ... وہ انہیں قرآن مجید کے عائلی قوانین کا تسلسل سمجھتے ہیں، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں:

> ''عائلی قوانین کا تعلق معاشرے سے ہے، اور جو قرآنِ کریم اور سنت میں بھی عائلی قوانین ہیں اور وہ اس وقت کی معاشرتی ضرورتوں کو مدِنظر رکھ کر جہاں جہاں ضرورت تھی بنیادی طور پر قبل اسلام بھی وہ چیزیں موجود تھی، نکاح، طلاق، وراثت یہ سب چیزیں قبل از اِسلام موجود تھیں، اس میں جہاں جہاں زیادتی تھی خاص طور پر عورتوں کے ساتھ، اس میں قرآنِ کریم میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ان کی اصلاح کردی گئی۔'' (سنڈے میگزین کراچی ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۷ء)

کیا موصوف سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ ان کے بقول جب قرآن و سنت کے ذریعے عائلی قوانین میں قابلِ اصلاح اُمور کی اصلاح کردی گئی تھی تو اَب ڈاکٹر فضل الرحمٰن اور ان کے جانشین خالد مسعود صاحب کو اس میں مزید تبدیلیوں کی ضرورت کیوں پیش آگئی؟ کیا ...نعوذ باللہ!... اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اصلاح طلب اُمور کی اصلاح میں کوئی کمی رہ گئی تھی؟ جس کے لئے چشمِ بددُور ان کو میدان میں کودنا پڑا؟ اگر نہیں تو کیا یہ قرآن وسنت سے بغاوت اور ان کی توہین وتنقیص کے مترادف نہیں؟

۲:... ان کے ہاں چار شادیوں پر قدغن ہونی چاہئے کیونکہ یہ حکمِ اِلٰہی ''اگر عدل نہ کرسکو'' کے خلاف ہے۔ چنانچہ وہ ارشادِ اِلٰہی: ''پس نکاح کرو دو دو، تین

تین اور چار چار، اور اگر عدل نہ کرسکو تو ایک ہی نکاح کرو'' کی صریح نص اور ''عدل کرسکو'' کے معنی و مفہوم میں تحریف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''قرآن مجید میں چار تک شادیاں کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کی تعداد کو محدود کرنا اور پھر اس طرح مزید محدود یہ کہہ کر قرآن مجید میں کردیا گیا کہ عدل کرو۔ میرے خیال میں سب سے پہلے عدل شرط ہے، عدل یہ نہیں کہ آپ بیویوں کو نان نفقہ دے دیں۔'' (سنڈے میگزین کراچی ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۷ء)

موصوف قرآنِ کریم کی مندرجہ بالا آیت اور ''عدل نہ کرسکو'' کا جو مفہوم بیان فرمارہے ہیں، اگر ان کو ناگوارِ خاطر نہ ہو تو کیا ہم ان سے پوچھ سکتے ہیں کہ یہ معنی کس آیت یا حدیث میں آیا ہے؟ یا صحابہ کرامؓ، ائمہ ہدیٰ، ائمہ تفسیر اور محقق علماء میں سے کس نے بیان کیا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، ائمہ ہدیٰ اور چودہ صدیوں کے اکابر علماء کی تحقیق سے بغاوت اور ان کو جاہل و لاعلم کہنے کے مترادف نہیں؟

اگر بالفرض اس کا یہی معنی و مفہوم تھا تو کیا اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاف طور پر یہ نہیں فرماسکتے تھے کہ ایک سے زیادہ نکاح نہ کیا کرو؟ بتلایا جائے کہ اس مختصر سی تعبیر کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے اتنی طویل تعبیر کیوں اختیار کی؟

اس کے علاوہ موصوف نے تعدّدِ اَزواج کی ضرورت کو ایک معاشرتی ضرورت کہتے ہوئے اس کے لئے جو مثال دی ہے، ہمارے خیال میں کوئی مسلمان اس کا تصوّر بھی نہیں کرسکتا، بلکہ صحیح معنی میں ایک باغیرت مسلمان کو اس کے تصوّر سے بھی قے آئے گی، مگر موصوف چونکہ انگریزی معاشرت کے دلدادہ ہیں، اس لئے انہوں نے بلاتکلف وہ سب کچھ کہہ دیا، جس کی کسی باغیرت انسان سے توقع نہیں کی جاسکتی، چنانچہ پڑھئے اور سر دھنیئے:

''...... میں ذاتی طور پر یہ سمجھتا ہوں کہ اگر معاشرتی اور معاشی طور پر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ایسا لازمی طور پر ہے تو ٹھیک ہے آپ اس کو اجازت دے دیجئے! صرف معاشرے پر آپ بات نہیں کررہے، اگر لوگ یہ ضرورت سمجھیں کہ ایک عورت دو مردوں سے تین مردوں سے چار مردوں سے تعلقات رکھے تو آپ اس کو اس بات کی اجازت نہیں دیں گے، کیوں؟ کیونکہ آپ معاشرے کی بنیاد پر فیصلہ نہیں کررہے ہیں، آپ فیصلہ دیتے ہیں رواج، اقدار اور اِسلامی روایات کے اُوپر، تو اِسلامی روایات پر اگر آپ کمپرومائز کررہے ہیں کہ آپ عدل کے بغیر بھی اجازت دے رہے ہیں تو پھر اس کا مطلب ہے واضح طور پر قرآن وسنت کی رہنمائی میں نہیں، بلکہ جو اپنی معاشرتی اقدار ہیں، ان کی راہ نمائی میں کررہے ہیں، میرا خیال ہے معاشرتی اقدار اور قرآن و سنت دونوں کو ساتھ لے کر چلنا ضروری ہے......'' (سنڈے میگزین کراچی ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۷ء)

کیا ہم ڈاکٹر صاحب سے یہ پوچھنے کی گستاخی کرسکتے ہیں کہ ایک مرد کو چار شادیوں کی اجازت معاشرے نے دی ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ایک قرآنی حکم کے مقابلے میں نہایت بے حیائی، بے شرمی اور بے غیرتی پر مشتمل ایک لچر، واہیات اور خودساختہ مغربی معاشرتی ضرورت پیش کرکے ایک حکمِ اِلٰہی کی تضحیک کرنا کسی مسلمان کو زیب دیتا ہے؟ کیا کوئی مسلمان اس کا تصوّر کرسکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا کہا جائے کہ موصوف دانش گاہِ افرنگ سے اس قدر مرعوب ہیں کہ ان کی ہم نوائی میں وہ قرآن وسنت کے صریح اَحکام کی مخالفت سے بھی نہیں ہچکچاتے۔

۳:... ڈاکٹر فضل الرحمٰن کے مرتب کردہ اور صدر اَیوب خان کے نافذ کردہ

عائلی قوانین میں یہ قرار دیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص دُوسرا نکاح کرنا چاہے تو پہلے اپنی بیوی سے اجازت لے، اگر وہ اجازت دے دے تو فبہا، ورنہ اگر اس نے بلااِجازت دُوسرا نکاح کیا تو اسے عائلی قوانین کی رُو سے جیل کی ہوا کھانی پڑے گی۔ ظاہر ہے یہ حکم قرآن وسنت کی صریح نصوص، صحابہ کرامؓ، ائمہ مجتہدین اور چودہ صدیوں کے اکابر کی تحقیقات کی کھلی خلاف ورزی ہے۔

لیکن موصوف ڈاکٹر خالد مسعود اس کے جواز میں ...نعوذ باللہ... قرآنِ کریم پر اپنی تحریف کا تیشہ چلاتے ہوئے کہتے ہیں:

> ’’قرآنِ کریم میں بڑا واضح ہے کہ جہاں بھی حکم ہے، اگر تم یہ سمجھو تو دو، تین، چار شادیاں کرو، لیکن یہ یقین کرلو کہ تم عدل کروگے، تو عائلی قوانین بنانے والوں نے سوچا کہ عدل کی ایک صورت یہ تھی کہ جو آپ کی پہلی بیوی ہے اگر وہ اجازت دے دے تو ٹھیک ہے، تو یہ اجازت اس عدل کو کہا گیا، جس کا قرآن مجید میں تقاضا ہے۔‘‘

(سنڈے میگزین کراچی ۲۸/اکتوبر ۲۰۰۷ء)

موصوف ڈاکٹر صاحب سے کوئی پوچھے کہ اس آیت کا جو مفہوم عائلی قوانین کے مرتبین نے اَخذ کیا ہے، کیا ان کے علاوہ کسی اور سے بھی منقول ہے؟ کیا یہ بزرچ مہر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور ائمہ مجتہدین سے بھی زیادہ عقل وفہم رکھتے ہیں؟ کیونکہ انہوں نے تو دُوسری شادی کو اس ’’عدل‘‘ سے کہیں نہیں جوڑا، پھر اس کے علاوہ ان کو اس بات پر بھی سوچنا چاہئے کہ چلئے ایک شخص نے اس ’’عدل‘‘ ...اجازت... کا تقاضا پورا کرتے ہوئے پہلی بیوی سے اجازت لے لی اور دُوسرا نکاح کرلیا، لیکن بایں ہمہ اگر وہ ’’عادل‘‘ انسان پھر بھی پہلی بیوی کو نان نفقہ نہیں دیتا، اس کو اس کی باری سے محروم کرتا ہے یا اس پر ظلم وستم کرتا ہے یا اس سے بے اعتنائی برتتا ہے

تو پھر عائلی قوانین اس مظلومہ کی کیا مدد کریں گے؟ اور وہ اس ''عادل'' کے خلاف کچھ کر بھی کیوں سکیں گے، کیونکہ وہ تو ''عدل'' کے قانونی تقاضے پورے کرچکا ہے، بتلایا جائے کہ اس پر ''عدل'' کی خلاف ورزی کا جرم کیونکر لاگو ہوگا؟

اس سے معلوم ہوا کہ عائلی قوانین ''عدل و انصاف'' کے تقاضے پورے نہیں کرتے، بلکہ عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مسلمان مرد کو اس کے شرعی اور اسلامی حق سے نہ روکا جائے، ہاں البتہ اس کی اس طرح ذہن سازی کی جائے کہ اگر اس نے ایک سے زیادہ نکاح کئے اور اپنی بیویوں کے برابر حقوق ادا نہ کئے تو قیامت کے دن اس کا گریبان ہوگا اور اس کی مظلوم بیویوں کا ہاتھ ہوگا، صرف یہی نہیں بلکہ قیامت کے دن ایسا شخص مفلوج کرکے اُٹھایا جائے گا۔

بتلایا جائے کہ ایک مسلمان اس وعید سننے پر عدل و انصاف کرے گا یا محض بیوی کی اجازت دینے پر؟

۴:... خالد مسعود صاحب حالیہ بینکنگ کے یہودی سودی نظام کے بھی حامی ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ قرآنِ کریم نے جس سود کی ممانعت کی ہے وہ یہودیوں کا سسٹم تھا، اب وہ نہیں ہے تو یہ موجودہ بینکنگ کا سود بالکل جائز ہے، چنانچہ وہ خود فرماتے ہیں:

> ''میری ذاتی رائے یہ ہے کہ حالیہ میں (جو) بینکنگ کا نظام ہے (اور) جو خالد اسحٰق صاحب کی رائے تھی، اس میں کسی قسم کا ظلم نہیں ہے اور بینکرز جو ہیں اور بینکنگ سسٹم ہے، اس میں پُرانے زمانے والا یہودیوں کا گروہ نہیں ہے، بلکہ ایک سسٹم ہے جس میں یہ لوگ بیٹھ کر حساب لگاتے ہیں کہ اس سود کی شرح کیا ہوگی؟ اور اس میں کتنا اضافہ کرنا چاہئے اور کیا کرنا ہے؟ اس میں یہ لوگ اپنے معاملات بھی دیکھتے ہیں اور اسٹیٹ

کے معاملات بھی دیکھتے ہیں، کیونکہ اس میں اِستحصال نہیں ہے، اس لئے جائز ہے۔ اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب یہودی زیادہ کاروبار کرتے تھے، اس میں یہ تھا کہ وہ جب قرض دیتے تھے اور اس کے بعد جب وہ واپس آتا تھا، سال کی بات ہوتی تھی یا چھ ماہ کی، تو اس سے کہا جاتا تھا کہ: تم اس وقت پورا قرض ادا کرتے ہو، یا اس میں اضافہ کردوں؟ تو وہ کہتا تھا کہ ٹھیک ہے (سو کے) ایک سو پچاس میں تمہیں دوں گا، لیکن ابھی نہیں دے سکتا، تو اسی طرح وہ دُگنا اور تگنا کرتے رہتے تھے، وہ نظام اب رائج نہیں ہے۔'' (سنڈے میگزین کراچی ۲۸؍اکتوبر ۲۰۰۷ء)

جناب خالد مسعود اگر کسی احمقوں کی جنت میں نہیں رہتے تو ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ کیا موجودہ سودی بینکاری میں سود کی شرح شروع سے ہی متعین نہیں ہوتی؟ اگر جواب اثبات میں ہے اور یقیناً اثبات میں ہے تو اس اعتبار سے موجودہ سودی نظام، یہودیوں کے سودی سسٹم سے بھی بدرجہا بدتر قرار پاتا ہے، کیونکہ ڈاکٹر صاحب کے بقول یہودی تو ادائیگی میں تأخیر کی صورت میں سود میں اضافہ کرتے تھے، جبکہ موجودہ نظام میں شروع دن سے ہی سود لگادیا جاتا ہے، پھر اس کے علاوہ کیا موجودہ سودی سسٹم میں، سود پر سود نہیں لگایا جاتا؟ مثلاً: اگر ایک آدمی نے ایک لاکھ روپے بینک سے قرض لیا ہے اور اس کی سالانہ شرح سود دس فیصد ہے، تو سال بعد اس کے ذمہ ایک لاکھ دس ہزار ہوگا، اور آئندہ سال اس پر ڈبل کرکے سود نہیں لگایا جاتا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو بتلایا جائے کہ یہودی سودی نظام اور موجودہ سودی بینکاری نظام میں کیا فرق ہے؟ اگر ان دونوں نظاموں میں کوئی فرق نہیں، تو یہودی سودی نظام ناجائز اور موجودہ بینکاری سودی نظام کیونکر جائز ہوگا؟

کیا سود کے جواز اور عدمِ جواز میں سودخور کے دِین و مذہب کو بھی کوئی دخل ہے؟ کہ اگر سود لینے والا یہودی ہوتو سود ناجائز، اور اگر سود لینے والا مسلمان ہوتو جائز ہوگا؟

اگر ان کی یہ انوکھی منطق مان لی جائے تو بتلایا جائے کہ یہ اُصول تمام جرائم اور گناہوں پر بھی لاگو ہوگا؟ یعنی اگر کوئی غیرمسلم یہودی یا عیسائی زنا، چوری، ڈکیتی کرے تو اس کا حکم دُوسرا، اور اگر وہی کام کوئی نام نہاد مسلمان کرے تو اس کا حکم جدا ہوگا؟

۵:... ڈاکٹر خالد مسعود صاحب، جہاد کے بارے میں بھی ظاہر ہے وہی نظریہ رکھتے ہیں جو ان کے اساتذہ نے انہیں پڑھایا ہے، چنانچہ وہ مسلمانوں کی جانب سے انگریزوں کے خلاف کئے گئے کسی جہاد سے متفق نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی کو بھی ''پرائیویٹ جہاد'' کا نام دے کر اس پر اپنی ناراضی کا اظہار کرتے ہیں، اسی طرح تحریکِ شہیدین یعنی مجاہدینِ بالاکوٹ کی قربانیوں پر پانی پھیرتے ہوئے اسے بھی جہاد قرار نہیں دیتے، بلکہ شہدائے بالاکوٹ کی شہادت کو بھی خالص مغربی نقطۂ نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسے سکھوں کے خلاف جنگ کے بجائے مسلمانوں کی باہمی آویزش یا غیرت کے نام پر قتل کا عنوان دیتے ہیں، چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

''...... جو کچھ ۱۸۵۷ء میں ہوا بالکل اسی طرح آج بھی ہورہا ہے، اس وقت بھی جو جہاد ہے مالاکنڈ، وزیرستان وغیرہ میں ہوا تھا، اب بھی وہی حالات ہیں، ایک فقہی سوال ہے اور ایک ہے تاریخی سوال، فقہی سوال تو یہ ہے کہ اس وقت بھی جہاد نہیں تھا، کیونکہ کسی کا فتویٰ نہیں تھا، سیّد احمد بریلوی کا جو جہاد ہے، وہ بھی جہاد نہیں تھا، وہ جہاد سکھوں کے خلاف نہیں تھا، پٹھانوں نے بھی ان کو مارا، پٹھان سکھوں سے نہیں ملے تھے، انہوں نے پٹھانوں کی عورتوں سے شادیاں کیں، تو پٹھانوں کے لئے یہ مسئلہ بن گیا، اصل میں پرائیویٹ جہاد کی یہی خرابی ہوتی

ہے......"   (سنڈے میگزین کراچی ۲۸؍اکتوبر ۲۰۰۷ء)

ایسا لگتا ہے کہ موصوف اپنے آقاؤں کے خلاف کسی قسم کی کوئی بات سننا گوارا نہیں کر سکتے، یہی وجہ ہے کہ انگریز بہادر کے مظالم کے خلاف جب بھی کسی نے آواز اُٹھائی یا جس نے بھی کسی قسم کی کوئی تحریک بپا کی وہ ان کے نزدیک بغاوت ہے، اور بغاوت کی سزا قتل ہے۔ ظاہر ہے ڈاکٹر خالد مسعود صاحب پاکستان کے مسلم معاشرے میں مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ انگریز کے خلاف جہاد حرام ہے، اس لئے انہوں نے اس کو "پرائیویٹ جہاد" کا نام دے کر اس کے خلاف اپنی دِلی بھڑاس نکالی ہے۔

دراصل موصوف ۱۸۵۷ء کی انگریزوں کے خلاف مسلمانوں کی تحریک، مسلمانوں کے جہاد، جنگِ آزادی اور سکھوں کے خلاف حضرتِ اقدس سیّد احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کے جہاد، ان کی جاں سپاری اور پوری جماعت کی شہادت وقربانی سے ناراض ہیں، اس لئے وہ اس کو "پرائیویٹ جہاد" کا نام دے کر ان مخلصین کو باغیوں کی صف میں لا کھڑا کرنا چاہتے ہیں اور ان کی شہادت کو بغاوت کی سزا کا نام دے کر ان کے قتلِ عام کو سندِ جواز فراہم کرنا چاہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اگر جہاد کے لئے حکومتِ وقت کی اجازت شرط ہے تو بتلایا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے مقابلے میں جہاد کے وقت کس سے اجازت لی تھی؟ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکینِ مکہ بلکہ تمام کافر اقوام کے خلاف اپنے ۲۷ سے زیادہ غزوات میں کس کافر و مشرک حکومت سے اجازت لی تھی؟ اگر انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء کا جہاد اور سکھوں کے خلاف شہدائے بالاکوٹ کی تحریک پرائیویٹ جہاد تھا تو کیا حضراتِ انبیائے کرام کا کافر اَقوام اور حکومتوں کے خلاف جہاد پرائیویٹ جہاد نہیں تھا؟ اگر جواب اِثبات میں ہے اور یقیناً اِثبات میں ہے تو بتلایا جائے کہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے جہاد پر

کیا حکم لگایا جائے گا؟ چلئے اگر جہاد کے لئے حکومتِ وقت کی اجازت شرط ہے تو بتلایا جائے کہ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی ہو یا تحریکِ شہیدین! اس میں مسلمان کس سے اجازت لیتے؟ کیا وہ انگریزوں اور سکھوں سے اجازت لیتے کہ حضور! ہم آپ کے خلاف جنگ اور جہاد کرنا چاہتے ہیں، کیا ہمیں اس کی اجازت ہے؟ تف ہے اس عقل و دانش پر اور حیف ہے اس فکر و سوچ پر...!

اس کے علاوہ ان کا یہ ''فرمان والا شان'' کہ شہدائے بالاکوٹ کی شہادت بھی سکھوں کے مقابلے میں نہیں ہوئی تھی بلکہ ان کو پٹھانوں نے قتل کیا تھا، اس لئے کہ تحریکِ شہیدین کے اکابر نے ...نعوذ باللہ... پٹھانوں کی عورتوں سے نکاح کئے تھے اور پٹھانوں کو اس پر غیرت آئی اور انہوں نے ان کو قتل کر دیا تھا، کیا ...موصوف کا یہ... ''فرمان'' ان اکابر کے خلاف کھلا بہتان نہیں؟ کیا موصوف اس بہتان کا کوئی حوالہ پیش کر سکتے ہیں؟ کیا آج تک کسی مسلمان مؤرخ نے بھی ایسا لکھا ہے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو بتلایا جائے کہ موصوف کے ملحد اساتذہ اور مستشرق اکابر کے علاوہ کس مورخ نے یہ بات لکھی ہے؟ بلاشبہ یہ سب کچھ مغرب کے اس سبق کا نتیجہ اور اَثر ہے جو موصوف نے کینیڈا، امریکا اور برطانیہ کی درس گاہوں میں بیٹھ کر پڑھا تھا اور اَب خیر سے اس کو دُہرا رہے ہیں۔

کیا ان کی یہ ہرزہ سرائی حضراتِ شہدائے بالاکوٹ کی قربانیوں پر پانی پھیرنے اور ان کی شخصیتوں کو داغ دار کرنے کے مترادف نہیں؟ کیا یہ دِین دار پٹھانوں پر بھی بدترین تہمت نہیں؟ کہ ان کو ایک اِسلامی لشکر کے قتلِ عام کا ذمہ دار ٹھہرایا جارہا ہے؟

الغرض موصوف نام کے مسلمان ہیں، ورنہ ان کے دِل و دِماغ اور قلب و جگر میں اسلام، اسلامی قوانین، قرآن و سنت اور اُمتِ مسلمہ کے خلاف بغض و عداوت اور بغاوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔

موصوف اسلامی نظریاتی کونسل میں بیٹھ کر کیا کیا کارنامے انجام دے رہے ہیں، اور ان کی سازشوں کا دائرہ کس قدر پھیلتا جارہا ہے، اور ان کی علمی تحقیقی حیثیت کا کیا مقام ہے؟ اس کے لئے ایک واقفِ حال کا درد بھرا خط پڑھیئے اور سر دھنیئے:

''جناب مولانا سعید احمد، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

روزنامہ اسلام میں آپ کا مضمون ''کیا اسلام مکمل ضابطہ حیات نہیں؟'' پڑھ کر دِل خوش ہوا، دِل مطمئن ہوا اور دِل سے آپ کے لئے دُعا نکلی، اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے، اللہ تعالیٰ آپ کو اِستقامت دے۔

یہ مضمون پڑھ کر اِحساس ہوا کہ ابھی اللہ کے بندے موجود ہیں جو جاگ رہے ہیں، اللہ نے انہیں بصیرت بھی دی ہے اور قوّتِ گویائی بھی۔

اکبر کے فیضی اور ابوالفضل کے بیانات، تاویلات اور سفارشات اتنی ضرر رساں نہ تھیں کہ انہیں آئینی تحفظ حاصل نہ تھا، تب علمائے حق موجود تھے جو اکبر کی موجودگی میں حق بات کہہ دیتے، اکبر خود بھی جانتا تھا کہ فیضی اور ابوالفضل خوشامدی ہیں۔

مگر آپ نے اپنے مضمون میں جس شخص کو آج کا فیضی یا ابوالفضل قرر دیا ہے، اس کے بیانات، تاویلات، سفارشات کو آئینی حیثیت حاصل ہے۔ عوام کو بھی یہ یقین ہے کہ اس آئینی ادارے سے جو بیان آئے گا وہی اسلام کی دُرست اور مستند تعبیر ہے، پھر علمائے کرام کے اِجماعی سکوت نے عوام کے اس یقین کو مزید تقویت بخشی، اگر یہ لوگ جاگ رہے ہوتے یا ان میں بصیرت ہوتی تو اس منصب پر اس شخص کی تقرّری کے فوراً بعد ہی اسے بھگایا جاسکتا تھا، مگر ایسا نہ ہوسکا، چار سال کا عرصہ گزر گیا اور

اس دوران اس نے بہت کچھ کرلیا، جو شاید آپ کے علم میں نہ ہو۔ مثال کے طور پر یہ کہ اس آئینی ادارے میں ہر دس پندرہ دن کے بعد کوئی سیمینار/فنکشن ہوتا ہے ...آئین کی رُو سے اس کی گنجائش نہیں...اور بہت ہرزہ سرائی کی جاتی ہے۔

کتنی عجیب بات ہے کہ جب کونسل نے سفارش دی تھی کہ ضبط شدہ شراب بیچ کر اقلیتوں کی بہبود پر خرچ کی جائے تو ہمارے علمائے کرام پر سکوتِ مرگ طاری رہا، مگر جے سالک نے اس پر اِحتجاج کیا اور اس سفارش کی سخت مذمت کی۔

اسی طرح شیطان رُشدی کو ''سر'' کا خطاب ملنے سے چند روز پہلے اس کونسل نے سفارش دی کہ موت کی سزا صرف قتلِ عمد پر ہے یا فساد فی الارض پر۔ کسی عالمِ دِین نے اس پر گرفت نہیں کی، البتہ برطانیہ کے خلاف احتجاج کرتے رہے کہ اس نے رُشدی کو ''سر'' کا خطاب کیوں دیا؟

اللہ کا شکر ہے کہ اس ادارے کے سربراہ کے ایک خاص بیان کا آپ نے نوٹس لیا ہے، یہ بیان اخبارات میں آئے ہوئے کئی دن گزر چکے ہیں، کتنے ہی دِینی مجلّات شائع ہوتے ہیں مگر سب کی زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں، اَمْ عَلٰی قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا!

مولانا محترم! یہ شخص محض ابوالفضل یا فیضی نہیں، دجال ہے۔ اس نے شاطبی پر پی ایچ ڈی کیا ہے، کسی واقفِ حال نے کہیں کہہ دیا کہ یہ مکار، شاطبی کو پڑھ ہی نہیں سکتا۔ کسی نے یہ بات اس تک پہنچادی، اب اس نے کونسل کے بجٹ سے عربی پڑھانے کے لئے ایک عراقی کو رکھ لیا ہے۔ یہ اندھی اور بہری قوم خاموش ہے۔ اگر اندر جھانکیں تو اس قوم کا پیسہ نہایت بے

دردی کے ساتھ ضائع کیا جارہا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی زبان میں، آپ کے علم میں، آپ کی قلم میں برکت دے۔ مجھے اُمید ہے کہ آپ نے اِستقامت دِکھائی تو دجال بھاگ جائے گا۔

والسلام

اخوکم فی الاسلام۔''

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ربیع الاوّل ۱۴۲۹ھ مطابق اپریل ۲۰۰۸ء)

ملکی خطرناک صورتِ حال
دین اور دینی اقدار کے خاتمے کی سازش!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

گزشتہ کچھ عرصے سے پاکستان میں دِین، اہلِ دین، علمائے کرام، طلبہ، دِینی اداروں، اسلامی وضع قطع رکھنے والوں، دِینی مدارس و مساجد، دِینی مراکز، دِینی کام کرنے والے افراد، اداروں اور جماعتوں کے خلاف جس طرح فضاء بنائی جارہی ہے اور ان کو جس طرح مطعون، بدنام اور قابلِ گردن زدنی قرار دے کر ان کے خلاف پوری دُنیا کے مسلمانوں اور خصوصاً پاکستانیوں کو اُٹھ کھڑے ہونے کی دعوت دی جارہی ہے اور پاکستان میں عملاً ان کے خلاف جو کچھ ہورہا ہے، اس کو دیکھ کر نہیں کہا جاسکتا کہ یہ سب کچھ محض حادثاتی یا اتفاقی ہے، بلکہ یہ کسی طے شدہ منصوبے کی تکمیل اور طویل پروگرام کا حصہ معلوم ہوتا ہے۔

اس موقع پر پروفیسر محمد انوارالحسن شیرکوٹی مرحوم کی مرتبہ ''انوارِ عثمانی'' کا وہ اقتباس رہ رہ کر یاد آتا ہے، جس میں انہوں نے مولانا محمد منظور نعمانیؒ لکھنؤ کے حوالے سے آج سے کوئی ٦٤ سال پیشتر اسی قسم کے پروگرام اور منصوبے کی نشاندہی فرمائی تھی، چنانچہ حضرت مولانا منظور نعمانی قدس سرہٗ لکھتے ہیں:

''کئی سال ہوئے ایک بہت بڑے مسلمان سرکاری عہدیدار نے ...جو غالباً ''سر'' کا خطاب بھی رکھتے ہیں... مجھ سے

دورانِ گفتگو کہا تھا کہ آپ لوگ اور آپ کے یہ مذہبی گھروندے ...مدرسے اور خانقاہیں...صرف اس لئے ہندوستان میں باقی ہیں کہ انگریزی حکومت کی پالیسی ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے، جس دن پالیسی بھی ہمارے ہاتھ میں آجاوے گی، ہم آپ لوگوں کو اورآپ کے اَڈّوں کوختم کردیں گے۔ اور مداخلت فی الدین کے نعروں سے آپ عوام میں جو ہیجان، انگریز یا ہندو کے خلاف پیدا کردیتے ہیں، ہمارے خلاف پیدا نہیں کرسکیں گے، ہم جو کچھ کریں گے مسلمان قوم کو ساتھ لے کر کریں گے اور رائے عامہ کو اتنا زیادہ تیار کردیں گے کہ وہ، آپ لوگوں کو اپنے مفاد کا دُشمن اور قابلِ قتل سمجھنے لگیں گے، جیسا کہ ٹرکی میں ہوچکا۔‘‘

(انوارِ عثمانی ص:۱۵۵)

گویا دُوسرے الفاظ میں ان صاحب کا فرمانا تھا کہ: ہم دِین و مذہب کو بگاڑنا یا اس کا مثلہ کرنا چاہیں گے، تو ہماری راہ میں کوئی رُکاوٹ نہیں ہوگی، صرف یہی نہیں بلکہ اگر ہم مُلاَّ، مولویوں اور اہلِ دِین کو پھانسیاں دینا چاہیں گے یا ان پر بمباری کریں گے، تو اِسلامی وملکی مفاد کا نعرہ لگاکر اور غدار غدار کا شور مچاکر کریں گے، الغرض جو کام بھی کریں گے ملک وملت اور دِین و مذہب کے مفاد کے نام پر کریں گے۔ اور تمہارے خلاف مسلمانوں کو ذہنی طور پر اِتنا تیار کریں گے اور رائے عامہ کو اس قدر تمہارے خلاف کریں گے کہ تم کو مجرم و قابلِ گردن زدنی جانا جائے گا، چنانچہ ہم اگر دِین و مذہب، مدارس، مساجد اور دِینی حلقوں اور اداروں کے خلاف کوئی اقدام کرنا چاہیں گے تو ان کے حق میں کہیں سے کوئی آواز نہیں اُٹھے گی۔

دیکھا جائے تو بلاشبہ موجودہ ملکی صورتِ حال میں دِین داروں، علماء، صلحاء، اربابِ دِین اور دِین و مذہب سے وابستگی رکھنے والوں کے خلاف کریک ڈاؤن اور

آپریشن وغیرہ، اسی خواب کی تعبیر اور منصوبے کی تکمیل لگتی ہے۔ کیا وانا، وزیرستان، سوات آپریشن، سانحہ لال مسجد اور اس کے بعد کی ملکی صورتِ حال وغیرہ اس کی تصدیق نہیں کرتے؟

بایں ہمہ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ لال مسجد میں ہزاروں معصوم طلبہ و طالبات، علماء اور صلحاء کو خاک وخون میں نہلا دیا گیا، مسجد و مدرسے پر بمباری کی گئی مگر پھر بھی مارنے والے نہیں مرنے والے، اور قاتل نہیں مقتول، ظالم ہیں، وہی دہشت گرد اور وہی تشدّد پسند ہیں؟ فیا سبحان اللہ!

اسی طرح باوجود اس کے کہ وزیرستان، وانا اور سوات کے مسلمانوں پر آگ وآہن اور گولہ وبارود کی بارش برسائی جارہی ہے، مگر پھر بھی وہ مجرم اور اس ''کارِ خیر'' کو اَنجام دینے والے معصوم ہیں۔

کہیں ایسا تو نہیں کہ اس ملک سے دِین اور دِینی اقدار کے خاتمے کے پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایسے لوگوں کو پہلے اُکسایا جاتا ہو؟ اور ان کو دِین کے نام پر گمراہ کیا جاتا ہو؟ اور ان کے نام پر کچھ لوگوں پر تشدّد کیا جاتا ہو؟ یا ان کو قتل کرکے یا ان کی گردنیں کاٹ کر روڈ پر پھینکی جاتی ہوں؟ اور پھر اس کو جواز بناکر ان کے خلاف کارروائی کی جاتی ہو؟

ہمارے خیال میں ''انوارِ عثمانی'' کے اقتباس کو پڑھنے کے بعد واضح طور پر نظر آتا ہے کہ یہ سب کچھ اسی منصوبے کی تکمیل ہے، جس میں فرمایا گیا تھا کہ:

> ''ہم جو کچھ کریں گے مسلمان قوم کو ساتھ لے کر کریں گے اور رائے عامہ کو اتنا زیادہ تیار کریں گے کہ وہ آپ لوگوں کو اپنے مفاد کا دُشمن اور قابلِ قتل سمجھنے لگیں گے جیسا کہ ٹرکی میں ہوچکا۔''

بہرحال اس صورتِ حال کے پیشِ نظر علماء، صلحاء، طلبا، اَربابِ دِین، دِینی

مدارس اور دِینی جماعتوں کو سر جوڑ کر بیٹھنا چاہئے اور اس خطرناک صورتِ حال کے تدارک کی فکر کرنی چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ دِین دُشمن اپنی سازشوں میں کامیاب ہوکر پاکستان سے دِین اور دِینی اقدار یا دِین دار طبقے کو ختم کرنے میں کامیاب ہوجائیں۔

خصوصاً سوات اور وزیرستان کی صورتِ حال بہت ہی زیادہ خطرناک ہے، اور اس وقت وہاں کے لوگوں کو جس قدر ہیجان اور جذباتیت سے مغلوب کیا جارہا ہے، یہ حکومت اور مقامی آبادی کے لئے قطعاً مفید نہیں، اس وقت حکومت اور مقامی آبادی کو جوش سے نہیں ہوش سے کام لینا چاہئے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ کہیں حکومت اور مسلمانوں کو کوئی استعمال تو نہیں کررہا؟ اور کہیں ان کا جوش و جذبہ یا حکمتِ عملی خود ان کے خلاف یا دِین و اہلِ دِین، دِینی مدارس، علماء اور صلحاء کے خلاف تو نہیں جارہی؟ اللہ تعالیٰ پاکستان کی حفاظت فرمائے اور پاکستان کی بقا اور وجود کے اسباب ...دِین، دِینی مدارس، خانقاہیں، دِینی جماعتیں اور دِین دار مسلمانوں...کی حفاظت فرمائے۔

اس موقع پر ہم اربابِ حکومت اور فوج کے ذمہ داروں سے بھی کہیں گے کہ اپنی قوّت و طاقت اور اسلحہ یا بارود اپنی نہتی رعایا پر آزمانا یا استعمال کرنا جواں مردی نہیں، جواں مرد سرحدوں میں لڑا کرتے ہیں نہ کہ گھروں میں بیٹھے معصوم شہریوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے خلاف۔

اپنی ناراض قوم کو منانے یا مطیع و فرمانبردار بنانے کا یہ طریقہ نہیں کہ ان پر گولیاں برسائی جائیں، گولی اور بم کے بجائے ان کی شکایات کے ازالے سے ہی ان کو اپنی طاعت و محبت کا اسیر بنا سکتا ہے۔

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۷ ش:۶)

اِرتدادی تحریک
اور
افغان علماء کا مثالی کردار!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

افغانستان شروع دن سے ایک مسلم اسٹیٹ رہا ہے، اور یہاں کے حکمران اور عوام پکے اور سچے مسلمان رہے ہیں، یہاں کے حکمرانوں نے ہی مسلمانانِ ہند کی مدد کی اور سومنات کا مندر توڑنے کا اعزاز بھی افغانستان کے ایک سپوت ...محمود غزنویؒ... کے حصے میں آیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے مرہٹوں کی یورش و شورش روکنے کے لئے جس مردِ مجاہد ...اَحمد شاہ ابدالیؒ...کو یاد کیا، وہ بھی اسی افغانستان سے تعلق رکھتا تھا۔ غرض یہاں کی اسلامی تہذیب وتمدن اور یہاں کی دِین داری ہمیشہ مُسلَّم رہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی طالع آزما نے افغانستان کو فتح کرنے کا خواب دیکھا تو اسے اپنے زخم چاٹنا پڑے۔ اسی طرح جب بھی کسی بددِین وملحد نے وہاں کسی قسم کی بے دِینی، اِلحاد اور اِرتداد کی تخم ریزی کرنا چاہی، اسے اپنی غلطی کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔

چنانچہ مسیلمہ کذّاب کے جانشین، مسیلمہ پنجاب مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی جب مسلمانانِ افغانستان کو مرتد بنانے کا منصوبہ بنایا اور اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اپنے نمائندے افغانستان بھیجے تو وہاں کے غیرت مند حکمرانوں ...امیر امان اللہؒ اور اَمیر حبیب اللہؒ... نے قادیانیت کے داعیوں کے ساتھ جو سلوک کیا

... پھانسی دے کر موت کے گھاٹ اُتار دیا... وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

یہ انہیں حضرات کی ہمت، جرأت، دِینی اور ملّی غیرت کی برکت ہے کہ آج تک قادیانیت نے کم از کم افغانستان کا رُخ نہیں کیا۔ مگر افسوس! کہ اپنوں کی غداری اور اَغیار کی عیاری نے افغانستان کا وہ مذہبی تصلّب برقرار نہ رہنے دیا۔

چنانچہ سب سے پہلے اس پر رُوس نے ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی، خدا خدا کر کے اس سے جان چھوٹی تو اَمریکا ملعون نے اس پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لئے پنجے گاڑ دیئے۔ اس وقت کہنے کو افغانستان ایک مستقل ریاست ہے، وہاں کا مستقل صدر، کابینہ، شوریٰ اور وزراء ہیں، فوج اور پولیس وغیرہ بھی ہے، لیکن حقیقتِ حال اس سے مختلف ہے، کیونکہ وہاں کی تمام تر پالیسیاں، ملکی انتظام و انصرام اور عزل و نصب کا تمام تر اِختیار ان کے ہاتھ میں نہیں ہے، دُوسرے لفظوں میں افغانستان میں حکومت ضرور ہے لیکن اس کی حیثیت ایک کٹھ پتلی سے کچھ زیادہ نہیں۔

چنانچہ اس ملک کی اقتصادی، معاشی، معاشرتی، ترقیاتی اور ثقافتی پالیسیوں پر مقامی نمائندوں کا کوئی اختیار نہیں، وہاں اصل حکمران جارح اقوام و افواج ہیں، دُوسرے الفاظ میں افغانستان اس وقت ایک امریکی اسٹیٹ ہے، جہاں امریکا کا حکم چلتا ہے اور امریکی پالیسیوں کا دور دورہ ہے اور اس کے حکم و منشا کے خلاف کوئی پَر نہیں مار سکتا، امریکا وہاں کیوں آیا؟ اور اس کے کیا اہداف و مقاصد ہیں؟ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اس لئے اس کے تذکرے کی چنداں ضرورت نہیں۔

تاہم امریکا کے وہاں آنے کے دُوسرے سیاسی مقاصد کے علاوہ ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ ایک قدیم اسلامی ملک کی دِینی، ملّی اور اِسلامی اَساس کو جڑ سے اُکھاڑ دیا جائے اور اس کی مسلم عوام کو مذہب و ملت، دِین و شریعت اور قرآن و سنت سے باغی کر کے انہیں مرتد بنایا جائے۔ چنانچہ امریکی تسلط کے بعد جس کثرت سے وہاں عیسائی مشنریوں نے یلغار کی ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ۲۰۰۱ء

سے اب تک افغانستان میں ساڑھے تین ہزار این جی اوز رجسٹرڈ کی جاچکی ہیں، جن کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ افغانستان کے مفلوک الحال اور غریب مسلمانوں کی مجبوریوں سے فائدہ اُٹھا کر ان کے دِین و اِیمان کا سودا کیا جائے۔

لیکن اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تاحال عیسائی مشنریاں اپنے مقاصد میں خاطرخواہ کامیاب نہیں ہوسکیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو وہاں کے لوگ پکے سچے مسلمان ہیں اور دُوسرے نمبر پر وہاں کے علماء بھی بہرحال اس کے لئے فکرمند رہے ہیں، چنانچہ روزنامہ ''امت'' کی ایک رپورٹ سے افغانستان میں امریکا کی ارتدادی تحریک اور وہاں کے علماء اور مسلمانوں کی ہمت کا کسی قدر اندازہ لگایا جاسکتا ہے؟ ملاحظہ ہو:

''افغان علماء کی شوریٰ نے صدر کرزئی کو خبردار کیا ہے کہ وہ ملک بھر میں پھیلی ایسی غیرملکی این جی اوز اور فلاحی اداروں پر پابندی عائد کرکے انہیں ملک سے باہر نکالیں جو فلاحی کاموں کی آڑ میں عیسائیت کا پرچار کررہی ہیں، بصورتِ دیگر وہ خود اس مذموم عمل کو روکنے کے لئے صف آراء ہوجائیں گے، افغان علماء کی شوریٰ نے اپنے متفقہ فیصلے میں مذہب تبدیل کرنے والے مرتد شخص کو پھانسی دینے کی سزا کا اعادہ کرتے ہوئے صدر کرزئی سے یہ بھی مطالبہ کیا ہے کہ سزا پانے والے مجرموں کو سرِعام پھانسی پر لٹکایا جائے تاکہ دیگر لوگ اس سے عبرت پکڑیں، افغانستان میں طالبان حکومت کے خاتمے کے بعد سے اب تک افغان علماء شوریٰ کا اپنی حکومت سے یہ سب سے اہم مطالبہ ہے۔ افغان عوام میں حمایت رکھنے والے علماء کی شوریٰ کے ایک وفد نے اس سلسلے میں گزشتہ دنوں صدر حامد کرزئی سے ملاقات کے دوران عیسائیت کی تبلیغ کرنے والی این جی اوز پر پابندی

لگانے کا مطالبہ کیا۔ افغان صدارتی ترجمان نے علماء شوریٰ کا مطالبہ اور صدر کرزئی کے ساتھ ملاقات سمیت انہیں اس ضمن میں کھلا خط دینے کی تصدیق کی، تاہم انہوں نے وضاحت کی ہے کہ افغان علماء شوریٰ کے وفد نے اس ضمن میں کوئی ٹھوس ثبوت اور شواہد پیش نہیں کئے ہیں۔

دُوسری جانب افغان علماء شوریٰ کے رکن علی جبریلی نے، جو افغان پارلیمنٹ کی رُکنیت بھی رکھتے ہیں، افغان میڈیا سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اس ضمن میں تمام ضروری شواہد صدر کرزئی کو فراہم کردیئے ہیں، علی جبریلی کا کہنا ہے کہ عیسائیت کی تبلیغ کرنے والی بعض این جی اوز نے کابل اور ملحقہ صوبوں میں دفاتر کھول رکھے ہیں، جہاں سے وہ افغانوں کو مذہب تبدیل کرنے کی دن رات سعی کررہے ہیں۔ انہوں نے مزید بتایا ہے کہ بعض عیسائی مبلغین ان این جی اوز کی آڑ میں افغان شہریوں پر عیسائیت سے متعلق لٹریچر، کتابیں اور کیسٹیں تقسیم کررہے ہیں، جبکہ بہت ساری این جی اوز افغان شہریوں کو مذہب تبدیل کرنے کے بدلے غیرممالک میں پناہ دینے کی پیشکش بھی کرتی ہیں۔ یہ این جی اوز افغان شہریوں کی معاشی بدحالی سے فائدہ اُٹھاکر انہیں مذہب تبدیل کرنے پر زور دیتی ہیں۔

افغان علماء شوریٰ نے اپنے مطالبے کو نمازِ جمعہ کے خطبے میں بھی دُہرایا ہے۔ مجرموں کو سرِ عام پھانسی دینے کے مطالبے کے سوال پر علی جبریلی کا کہنا ہے کہ اسلام کے قانون اور خود افغان آئین میں یہ درج ہے کہ اس ملک میں کسی بھی مرتد ہونے والے شخص کو پھانسی دی جائے گی۔ افغان اسلامی شوریٰ

نے مزید اضافہ کیا کہ ملک میں بعض این جی اوز نے ملحدانہ سرگرمیاں اختیار کی ہوئی ہیں، جس کی وجہ سے شوریٰ کو تشویش ہے، ایسی سرگرمیاں دِینِ مبین اسلام، افغان آئین اور ملکی سلامتی کے منافی ہیں، جنہیں اگر وقت پر نہ روکا گیا تو صرف افغانستان ہی نہیں بلکہ پورا خطہ اس سے متأثر ہوگا۔

اس مطالبے سے قبل افغان علماء شوریٰ نے اپنی حکومت سے ملک کے اندر بعض نجی چینلز کی بندش کا تقاضا بھی کیا تھا، افغانستان میں طالبان کے سقوط کے بعد بہت ساری تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ یہاں میڈیا کے میدان میں بھی عملی تبدیلیاں واقع ہوچکی ہیں، ملک میں درجن بھر نجی ٹی وی چینلز کھلے ہیں، جبکہ ان چینلوں میں سے بعض بھارتی اور دیگر پڑوسی ممالک کی ثقافت کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں، ان چینلز پر چلائے جانے والے ڈرامے پشتو اور دری زبانوں میں ترجمہ کرکے نشر کیے جاتے ہیں، طلوع نامی ٹی وی چینل جو کہ آغا خان ڈیویلپمنٹ فاؤنڈیشن کے تعاون سے چلایا جارہا ہے، اس بارے میں سب سے زیادہ غیرمحتاط چینل ثابت ہوا ہے، اب تک اس چینل پر کئی بار تنقید ہوئی ہے، ناقدین میں افغان علماء، عوام اور مختلف سیاسی تنظیموں کے نمائندگی رکھنے والے عہدیدارن بھی شامل ہیں، جن کا بالعموم الزام یہ ہوتا ہے کہ طلوع ٹی وی نہ صرف بھارت و دیگر ممالک کی ثقافت کی ترویج کرتا ہے بلکہ وہ اپنی نشریات سے افغان کلچر اور مذہب کی بھی توہین کرتا رہتا ہے، حال ہی میں مذکورہ ٹی وی چینل نے کیوبا کی پاپ ڈانسر اور گلوکارہ شکریرا کے غیراخلاقی سین نشر کیے، جس پر افغان علماء اور

خود عوامی نمائندوں نے شدید تنقید کی اور حکومت سے اس چینل پر پابندی کی درخواست کی۔

افغان انتظامیہ کے ۲۰۰۱ء کے اَواخر میں وجود میں آتے ہی سینکڑوں فلاحی این جی اوز بھی ملک میں کھپ گئیں، اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ افغان حکومت کی تشکیل کے لئے جرمنی کے شہر بون میں کانفرنس کے انعقاد کے وقت بیرون ملک اور عالمی برادری کی جانب سے افغانستان کو فراہم کی جانے والی امداد کی ترسیل اور اخراجات کی ذمے داری انہی این جی اوز کو سونپی گئی تھی، جبکہ دُوسری جانب ملک میں این جی اوز ایک منافع بخش کاروبار کی شکل اختیار کرچکی ہیں، ایک اندازے کے مطابق افغانستان بھر میں ۲۰۰۱ء کے اَواخر سے اب تک ساڑھے تین ہزار ملکی و غیرملکی این جی اوز رجسٹرڈ کی جاچکی ہیں، جبکہ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے، ۲۰۰۳ء کے دوران صدر کرزئی کے دُوسرے دورِ حکومت کے وزیر پلان ڈاکٹر رمضان بشیر دوست نے دو ہزار سے زائد این جی اوز کے لائسنس منسوخ کردیئے۔ ڈاکٹر رمضان بشیر دوست نے ان این جی اوز پر الزام لگایا تھا کہ وہ اپنے بجٹ کا زیادہ تر حصہ اپنے اخراجات پر خرچ کرتی ہیں اور ان سے ملک و قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ہے۔ تاہم کچھ ہی عرصے کے بعد یہ تمام این جی اوز دوبارہ بحال ہوگئیں اور ڈاکٹر رمضان بشیر دوست کو استعفیٰ دینا پڑا۔

بظاہر اب تک ملک بھر میں موجود این جی اوز کی جانب سے کسی شہری کو مذہب تبدیل کروانے کی باضابطہ شکایت سامنے نہیں آئی، تاہم دو تین برسوں کے دوران دو مختلف

واقعات نے افغان عوام اور بالخصوص علماء شوریٰ کو سوچنے پر مجبور کردیا، ان واقعات میں ایک مرتد عبدالرحمٰن کا واقعہ ہے جسے افغان انتظامیہ نے گرفتاری کے بعد بین الاقوامی دباؤ کا سامنا نہ کرسکنے کی وجہ سے سزا دیئے بغیر چھوڑ دیا، جبکہ دُوسرا واقعہ طالبان کے ہاتھوں جنوبی صوبہ غزنی میں گرفتار ہونے والی بیس سے زائد جنوبی کورین مبلغین تھے جو فلاحی کاموں کی آڑ میں عیسائیت کی تبلیغ کررہے تھے، تاہم وہ طالبان کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے جن میں سے دو نے اپنی جانیں گنوائیں اور پھر ایک معاہدے کے تحت دیگر کو آزاد کردیا گیا۔

ان دو واقعات میں مرتد عبدالرحمٰن کا واقعہ کچھ معنی خیز اور پروگرام کے تحت چلایا گیا۔ مرتد عبدالرحمٰن رُوسیوں کے افغانستان میں داخل ہونے کے بعد فیملی سمیت پشاور آیا، جہاں وہ ایک غیرملکی این جی او سے منسلک ہوگیا، این جی او افغان مہاجرین کے اُمور پر کام کرتی تھی، مرتد عبدالرحمٰن کا تعلق صوبہ پنج شیر سے تھا۔ چنانچہ پشاور ہی میں عبدالرحمٰن مرتد ہوکر عیسائی بن گیا، پشاور میں نقضِ امن کا ڈرامہ کرنے کے بعد مرتد عبدالرحمٰن کو ۱۵ سال قبل جرمنی بھیجا گیا، جہاں اس کی عیسائیت کے حوالے سے برین واشنگ کی گئی۔

مارچ ۲۰۰۶ء کے دوران اسے ایک پروگرام کے تحت واپس افغانستان بھیجا گیا، جہاں مذہب تبدیل کرنے کے جرم میں اس کے رشتے داروں نے اسے گرفتار کرواکر انتظامیہ کے حوالے کردیا، اس خبر کی عالمی طور پر خوب کوریج کی گئی اور ویٹی کن سمیت امریکا، یورپ اور دیگر ممالک سے مرتد کے حق میں

مظاہرے اور کانفرنسیں منعقد ہوئیں، افغان حکومت پریشانی کا شکار ہوگئی، ایک طرف اسلامی اور ملکی آئین تھا جس کے مطابق مرتد کی سزا موت ہے، جبکہ دُوسری جانب مرتد کے حق میں اُٹھنے والا بین الاقوامی دباؤ، بالآخر حکومت بین الاقوامی دباؤ تلے دب گئی اور اس طرح دو ہفتوں تک جیل میں رہنے والے مرتد عبدالرحمٰن کو آزاد کرا کے اٹلی روانہ کر دیا گیا۔

آزادی کے بعد مرتد نے اپنی پریس کانفرنسوں میں بعض معنی خیز باتیں بتائیں، اس کا کہنا تھا کہ افغانستان میں ایسے سینکڑوں افراد موجود ہیں جو کھلے دِل سے عیسائیت کو قبول کرتے ہیں، تاہم برملا اظہار اس لئے نہیں کر سکتے کہ انہیں جان کا خطرہ ہے، اسی طرح ایک جگہ مرتد نے بتایا کہ مذہب تبدیل کرنے والے افراد کو ان کی جانوں کی سلامتی کی غرض سے یورپی اور مغربی ممالک میں پناہ دی جائے تو وہ آزادانہ طور پر اپنے نئے مذہب کا اظہار کر سکیں گے۔

افغان علماء شوریٰ کو افغان عوام کی بھرپور حمایت حاصل ہے، تاہم افغان حکومت بین الاقوامی سطح پر بعض ممالک کو جواب دہ بھی ہے، یہ بات بھی بتاتے چلیں کہ افغان علماء شوریٰ ہی کی مخالفتوں کی بنا پر افغانستان میں کئی بار حکومتیں بدل چکی ہیں، لیکن اب دیکھنا ہے کہ علماء شوریٰ اپنا مذکورہ مطالبہ منوانے میں کس حد تک کامیاب ہوتی ہے۔''

(روزنامہ ''اُمت'' کراچی ۱۸؍جنوری ۲۰۰۸ء)

بلاشبہ اس وقت افغانستان کے علماء اور شوریٰ کے ارکان نے جس بیدار مغزی کا ثبوت دیا ہے اور جس طرح انہوں نے مسلم عوام کو بیدار کرنے کا بیڑا اُٹھایا

ہے، اس سے اُمید کی جانی چاہئے کہ اِن شاء اللہ عیسائی اِرتدادی تحریک بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی اِرتدادی تحریک کی طرح ناکام ہوگی۔

اس موقع پر ہم پاکستان کے اربابِ حکومت سے بھی درخواست کرنا چاہیں گے کہ جس طرح افغان علماء کی شوریٰ کے ارکان نے باوجود امریکی تسلط کے اپنی عوام کے دِین و مذہب کی حفاظت کے لئے کلمۂ حق بلند کیا ہے اور اپنی ثقافت وتہذیب پر کسی سودے بازی کو برداشت نہیں کیا، ہمیں بھی ان کی تقلید کرتے ہوئے عیسائیوں اور ان کی مشنریوں کو اپنے سروں پر نہیں بٹھانا چاہئے، اسی طرح عیسائیوں کے گماشتے مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کی ذُرِّیت نوازی کے بھیانک کردار سے بھی باز آجانا چاہئے۔

اس کے ساتھ ساتھ ہم پاکستان کے علماء سے بھی گزارش کرنا چاہیں گے کہ افغانستان گویا اب مکمل طور پر امریکا کے زیرِ تسلط ہے، اس کے باوجود اگر وہاں کے علماء اپنے دِین و مذہب اور ثقافت وتہذیب کی حفاظت و صیانت اور اپنی قوم کے ایمان و اسلام کی فکر میں سرگرم ہیں تو ہمیں بھی اپنی حکومت کی خلافِ اسلام سرگرمیوں کے خلاف آواز اُٹھانی چاہئے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۷ ش:۷)

فلم فتنہ
اسلام دُشمنوں کی تازہ ہرزہ سرائی!

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

ملعون مغرب اور درندہ صفت یورپ کی جانب سے توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے ابھی اُمتِ مسلمہ زیرپا اور نیم جان تھی اور دُنیا بھر میں اس کے خلاف احتجاج جاری تھا کہ ہالینڈ کے بدقماش فلم ساز نے قرآنِ کریم کی توہین وتنقیص پر مبنی ایک دِل آزار فلم بعنوان ''فتنہ فلم'' تیار کرکے اس کی نمائش کا اعلان کردیا ہے، چنانچہ روزنامہ ''جنگ'' کراچی کی خبر ملاحظہ ہو:

''دی ہیگ (اے ایف پی) ڈنمارک میں متنازع کارٹون کے مصنف کرٹ ویسٹر گارڈ نے کہا ہے کہ ڈنمارک کی انتہائی دائیں بازو کی جماعت کے ممبر آف پارلیمنٹ گیریٹ وائلڈر کی بننے والی متنازع فلم کی نمائش ضرور ہونی چاہئے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کیا، انہوں نے کہا کہ گریٹ وائلڈر کو چاہئے کہ وہ متنازع فلم کی نمائش کو جلد اَز جلد ممکن بنائیں۔ انہوں نے کہا کہ ڈنمارک میں کوئی ایسا سیاستدان نہیں جو یہ کہہ سکے کہ یہ سیاسی خودکشی ہے اور ڈنمارک کے سیاستدان یہ جانتے ہیں کہ آزادیٔ اِظہارِ رائے کے

لئے کوئی پابندی نہیں ہے۔ توہین آمیز کارٹون کے مصنف نے کہا کہ انہیں متنازع کارٹون کی اشاعت پر ہونے والے مظاہرے میں ہلاک ہونے والے افراد کی ہلاکت پر افسوس ہے، تاہم وہ اس کی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ دریں اثنا ہالینڈ کی حکومت اور سیاستدانوں نے گزشتہ روز گیریٹ وائلڈر سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ متنازع فلم سے ہونے والے حملے کے پیشِ نظر اس فلم کی نمائش کو معطل کردیں، جبکہ گیریٹ وائلڈر نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا کہ ان کی توہین آمیز فلم کی نمائش رواں ماہ ہوگی۔ واضح رہے کہ متنازع فلم اور کارٹون کے بانیوں کو ملنے والی دھمکیوں کے باعث انتہائی سخت سیکورٹی میں رکھا جارہا ہے۔‘‘

(روزنامہ ’’جنگ‘‘ کراچی ۱۱؍مارچ ۲۰۰۸ء)

یوں تو یورپ اور یورپ کے بے باپ ملحدین اپنے آپ کو دِین و مذہب سے لاتعلق باور کراتے ہیں اور دِین و مذہب کو فرد کا ذاتی اور اِنفرادی معاملہ شمار کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ وہاں اب چرچ کا معاشرے میں کوئی کردار نہیں رہا، لیکن نہ معلوم اسلام، مسلمانوں، ان کے شعائر اور مقدس شخصیات کے معاملے میں کیونکر مذہبی جنونی، متعصب اور تنگ نظر ہیں؟ کہ آئے دن ان کی جانب سے اسلامی شعائر اور مسلمانوں کی مقدس شخصیات پر حملوں، توہین، تنقیص اور اہانت آمیز گستاخیوں کا سلسلہ تیز تر ہوتا جارہا ہے۔ بلاشبہ یہ ان کی بیمار ذہنیت، حیوانیت، درندگی، متعصب سوچ و فکر، ذہنی پسماندگی، اسلام سے مرعوبیت اور مسلمانوں سے بغض و عداوت کا مظہر ہے۔

کس قدر عجیب بات ہے کہ دُنیا بھر میں اِعتدال پسندی، روشن خیالی، رواداری، جیو اور جینے دو کے فلسفے کا دعوے دار یورپ اور مغرب، مسلمانوں، ان کی مقدس شخصیات اور شعائر کے بارے میں اپنے ہی وضع کردہ اُصول و قوانین کو پامال

کرنے پر کمربستہ بلکہ شرافت و دیانت اور اخلاق و مروّت کی تمام حدوں کو پھلانگ کر درندگی پر اُتر آئے ہیں؟

اس بدنامِ زمانہ اور دِل آزار فلم کا مصنف و پروڈیوسر گیریٹ وائلڈر ہے اور اس فلم کا دورانیہ صرف پندرہ منٹ ہے، یہ فلم ہالینڈ میں تیار ہوئی ہے اور اس کا ملعون مصنف گیریٹ وائلڈر، ہالینڈ کی پارلیمنٹ کا رکن اور وزیر داخلہ رہا ہے، نہیں معلوم کہ اس فلم کو کون سپورٹ کر رہا ہے، لیکن بہرحال یہ فلم پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی ہے، چنانچہ اس ملعون فلم کی معلومات اس فلم کی ویب سائٹ پر کچھ یوں درج ہیں:

گیریٹ وائلڈر نے قرآنِ کریم کے خلاف یہ فلم ۲۰۰۸ء کے شروع میں بنانا شروع کی تھی، یہ فلم ۵/مارچ ۲۰۰۸ء سے یوٹیوب کی ویب سائٹ پر چڑھادی گئی ہے۔

اس دِل آزار فلم کے خلاف مسلمانوں کے کسی بھی رَدِّعمل کے سدِّباب کے لئے ڈچ حکومت نے پہلے ہی حکمتِ عملی تیار کرلی ہے، اور اپنے سفارت خانوں کو ہدایات جاری کردی ہیں۔

اس موذی فلم ساز گیریٹ وائلڈر نے کہا ہے کہ اس فلم میں قرآنی آیات کی تصاویر سے مووی دِکھائی جائے گی، یہ فلم اسلام اور قرآنِ کریم پر ایک تنقیدی نظریے کے طور پر پیش کی جائے گی۔ گیریٹ ملعون کا کہنا ہے کہ یہ مووی باقاعدہ قرآنی آیات کے ترجمے اور تصاویر کے ساتھ دِکھائی جائے گی۔ گیریٹ کا کہنا ہے کہ یہ فلم اسلام کے خلاف اور اس کے مظالم کو دِکھلانے کے لئے ہے؟ ...نعوذ باللہ!...

ڈچ قوم سمجھتی ہے کہ ہر ایک کو اپنا نقطۂ نظر بتانا چاہئے اور نظریے کی آزادی ہر ایک کے پاس ہونی چاہئے۔

اس سے قبل گیریٹ ملعون نے ۸/اگست ۲۰۰۷ء کو ڈچ اخبار ڈی وولکس اسکرینٹ میں انتہائی ناقابلِ برداشت بات لکھی اور کہا ہے ...نعوذ باللہ!... قرآنِ کریم پر پابندی ہونی چاہئے، کیونکہ یہ کتاب قابلِ نفرت اور خون خرابے کے مواد پر مشتمل

ہے، اس لئے ہالینڈ یا کہیں بھی اس کتاب کی کوئی جگہ نہیں ہے، اس بدبخت کا کہنا ہے کہ ...نعوذ باللہ... قرآنِ کریم پر پابندی ہونی چاہیے۔

اس دریدہ دہن نے ۹/اگست ۲۰۰۷ء کے اخبارات میں اپنے ایک مضمون کے ذریعے مسلمانوں کو یہ ناپاک مشورہ دینے کی مذموم کوشش کی کہ مسلمانوں کو آدھا قرآن ختم کردینا چاہیئے، کیونکہ یہ دہشت گردی اور خون خرابے کے مواد پر مشتمل ہے۔ اس ملعون کا کہنا ہے کہ ...نعوذ باللہ... حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی دہشت گرد تھے۔

اس ملعون کا کہنا ہے کہ مغرب کے جمہوری نظام کی مشکلات میں اس کتاب ...قرآن... کا بڑا حصہ ہے۔ اس موذی کا کہنا ہے کہ اسے اسلام سے نفرت ہے اور اس فلم اور عکس کے ذریعے وہ یہ دِکھانا چاہتا ہے کہ اسلام، مسلمانوں اور قرآن کے بارے میں اس کی کیا سوچ ہے؟

۵/مارچ ۲۰۰۸ء کے وولکس اسکرینٹ اخبار کے مطابق یہ فلم خوف کے ساتھ ساتھ دو طرح کی سوچ پیدا کردے گی اور ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کی جانب سے رَدِّعمل کے طور پر دہشت گردی بھی پیدا ہوجائے، لہٰذا ڈچ گورنمنٹ ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لئے تیار ہے اور انہی خطرات اور اندیشوں کے پیشِ نظر ڈچ حکومت اس ملعون فلم ساز کو سیکورٹی مہیا کررہی ہے۔

چنانچہ ڈچ حکومت ہر طرح کے حالات سے نمٹنے کے لئے مکمل تیاری کرچکی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ ۱۹/جنوری ۲۰۰۸ء کو ہی ڈچ کابینہ کہہ چکی ہے کہ ہم ہر طرح کے رَدِّعمل کے لئے تیار ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ڈچ کابینہ کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کو اس پر ہنگامہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ نیز ہالینڈ کے وزیر اعظم جان پیٹر کا کہنا ہے کہ ہم جو کچھ کررہے ہیں، بالکل صحیح اور دُرست ہے، آخر مسلمان یہ سمجھتے کیوں نہیں؟

ملعون گیریٹ وائلڈر کہتا ہے کہ ہمیں اپنے آپ کو بچانا ہے، وہ کہتا ہے کہ اس سے قبل کہ چرچ سے مساجد زیادہ ہوجائیں، مسلمانوں کے خلاف جنگ کرو۔

گیریٹ وائلڈر ایک معمولی آدمی تھا، جس نے شروع میں ایک ڈبل روٹی بنانے والی فیکٹری میں کام کیا، وہ جھوٹی شہرت اور پیسہ کمانا چاہتا ہے، اسی مقصد کی خاطر اس کے اسرائیل اور اس کی دہشت گرد تنظیم موساد سے قریبی تعلقات ہیں، یہ پچھلے ۲۵ سال میں تقریباً ۴۰ بار اِسرائیل جاچکا ہے، ایریل شیرون اور ایہودالمرت سے بھی مل چکا ہے، یہ خود اگرچہ لامذہب ہے، مگر دُنیا اور پیسے کی لالچ میں یہودیت قبول کرنا، اِسرائیل میں رہنا اور وہاں اپنے قدم جمانا چاہتا ہے، کیونکہ وہ ہالینڈ کی بجائے اِسرائیل میں پیسہ کمانا چاہتا ہے، اسی لئے وہ اِسرائیل اور یہودیت سے محبت کرتا ہے، اس کے علاوہ اس کے دُوسرے اسلام دُشمن ممالک اور شخصیات سے بھی تعلقات ہیں۔ چنانچہ گیریٹ وائلڈر جن دنوں ہالینڈ کی پارلیمنٹ میں تھا، اِسرائیل کی ہر طرح مدد اور سپورٹ کرتا رہا۔

گیریٹ ۸؍ستمبر ۱۹۶۳ء کو پیدا ہوا، اس کا باپ ایک پرنٹنگ کمپنی کا منیجر تھا، شروع میں گریٹ میونسپل کونسل کا، پھر ''ٹویڈ اکامر'' کا ممبر رہا اور ڈچ پارلیمنٹ کا رکن بن گیا، اور آخر میں ہالینڈ کا مشہور وزیر داخلہ بن گیا۔ یہ ملعون جس وقت اسمبلی میں تھا، اس وقت بھی ایک اسرائیلی اس کا ملازم تھا اور ۱۹۹۸ء میں اس نے ''پارلیمنٹری پارٹی فار فریڈم'' قائم کی اور اپنی مرضی کے قوانین بنائے، اس کی پارٹی اب بھی ہالینڈ میں بہت مقبول ہے، ۲۰۰۵ء میں گریٹ کی پارٹی نے جب الیکشن جیتا تو اس نے اِسرائیل کو کہا کہ وہ ڈچ پارلیمنٹ کی مدد کرے۔ چنانچہ اس نے اِسرائیلی انتظامیہ سے ہالینڈ میں ٹریننگ کروائی، اس کے بعد اس نے اسلام، مسلمانوں اور قرآنِ کریم کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کردی۔

اس ملعون نے ہر شاتمِ رسول کی سب سے زیادہ مدد اور سپورٹ کی، اسی

طرح جب ۲۰۰۵ء میں ڈنمارک کے ملعون اخبار جے لینڈ پوسٹ نے توہین آمیز خاکے شائع کیے تو اس موذی نے سب سے بڑھ کر اس کی مدد اور سپورٹ کی، چنانچہ یکم فروری ۲۰۰۶ء کو اس نے اپنی ویب سائٹ پر توہین آمیز خاکے نمائش کے لئے جاری کیے، اس کے بقول اس پر اس کو ایک ہی دن میں چالیس دھمکیاں ملی تھیں، اسی طرح ۱۵/دسمبر ۲۰۰۷ء کو اس نے کہا تھا کہ وہ ریڈیو پر اتنا کچھ کہے گا کہ تمام لوگ اسلام کے بارے میں اپنا نظریہ بدلنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

بلاشبہ ڈچ حکومت کو بھی اس کا اندیشہ ہے کہ اس غلیظ فلم کے رَدِّعمل پر مسلمان بھرپور اِحتجاج کریں گے، چنانچہ عین ممکن ہے، جیسے ۲۰۰۵ء میں شام میں ہالینڈ کا سفارت خانہ جلایا گیا تھا، اب بھی اسی طرح کی صورتِ حال پیش آئے یا مسلمان ان کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں یا اس فلم کے سرپرست امریکا اور یورپ کے بھی خلاف ہو جائیں، لیکن بایں ہمہ وہ اس پر بضد ہے کہ اس دِل آزار فلم کی نمائش ضرور ہوگی، اسی طرح نیٹو کا کہنا ہے کہ اس فلم کا رَدِّعمل افغانستان میں جارح افواج پر ظاہر ہوگا اور ان افواج کے لئے مشکلات میں مزید اضافہ ہوگا۔

فروری ۲۰۰۸ء سے یوٹیوب ویب سائٹ پر اس فلم کی نمائش شروع ہوئی اور اس کے ویڈیو کلپ یعنی اقتباسات دِکھائے جانے لگے تو پاکستان گورنمنٹ نے کچھ گھنٹوں کے لئے اس ویب سائٹ پر اس فلم کی نمائش پر پابندی لگائی، لیکن بین الاقوامی دباؤ کے تحت پاکستانی حکومت کو یہ پابندی اُٹھانا پڑی۔

الغرض طے شدہ منصوبے کے تحت اس فلم کی اس ماہ کے آخر میں سینماؤں میں نمائش شروع ہو جائے گی، اور اس کے لئے تمام تر اِنتظامات کرلئے گئے ہیں اور ہالینڈ نے اس فلم کی نمائش کے لئے تمام یورپی ممالک کی حمایت حاصل کرلی ہے، چنانچہ روزنامہ ''جنگ'' کراچی میں ہے:

''برسلز (رائٹرز) ہالینڈ نے متنازع فلم کی نمائش کے

لئے یورپی ممالک کی حمایت حاصل کرلی ہے، یہ بات ہالینڈ کے وزیر اعظم جان پیٹر بالکینیڈی نے جمعرات کو یورپی یونین کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے اپنے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ متنازع فلم کی نمائش کے لئے دیگر یورپی ممالک کی حمایت حاصل کرلی گئی ہے، کیونکہ آزادیٔ اِظہارِ رائے کے حق کو روکا نہیں جاسکتا۔ دریں اثنا ہالینڈ کے قانون دان اور متنازع فلم کے بانی گیریٹ وائلڈر نے کہا کہ وہ مسلم ممالک کی جانب سے ملنے والی دھمکیوں کے باعث اس مہینے اسلام مخالف بننے والی فلم کی نمائش کا ارادہ رکھتے ہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ ان کی فلم کی نمائش کے لئے سیکورٹی فراہم کرنے کا خرچ اربوں ڈالروں میں آرہا تھا، اس وجہ سے وہ ہیگ میں بین الاقوامی پریس سینٹر میں متنازع فلم کو نمائش کے لئے پیش نہیں کرسکیں گے جبکہ انہوں نے کہا کہ فلم انٹرنیٹ پر خصوصی ویب سائٹ پر اس ماہ کے آخر تک دیکھی جاسکے گی تاہم گیریٹ وائلڈر نے ڈچ ٹی وی چینلز کو یہ فلم دِکھانے پر راضی کرنے کی کوشش کی تھی۔‘‘

(روزنامہ ’’جنگ‘‘ کراچی ۱۵؍مارچ ۲۰۰۸ء)

اس ساری صورتِ حال سے مغرب اور خصوصاً یورپ کی اسلام دُشمنی کھل کر سامنے آگئی ہے اور ان کا اسلام، پیغمبرِ اِسلام، قرآنِ کریم اور مسلمانوں کے مقدس شعائر کے خلاف بُغضِ باطن اور عداوت و دُشمنی روزِ روشن کی طرح واضح ہوگئی ہے، کیا مسلمانوں پر اس کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی کہ جس طرح کفر اور ملتِ کفر ایک دریدہ دہن کی تائید وحمایت میں جمع ہوکر ہر طرح کی صورتِ حال کے لئے آمادہ اور تیار نظر آتے ہیں، حتیٰ کہ وہ ہر طرح کے احتجاج، معاشی، اقتصادی اور ملکی مصنوعات کے

بائیکاٹ اور سفارت خانوں کے جلاؤ گھیراؤ تک کو برداشت کرنے کے لئے بھی ذہناً اور قلباً تیار ہیں، تو کیوں نہ ہم بھی ایک سچے دِین، سچے نبی، سچی کتاب اور سچے مذہب کی تائید، حمایت اور دِفاع کے لئے متحد ہوکر ہر طرح کی مزاحمت و اقدام کے لئے تیار اور آمادہ ہوجائیں؟ اور اس کے لئے ہر طرح کی قربانی، مشکلات، مصائب، جانی، مالی، تجارتی اور سفارتی نقصان برداشت کرنے کا عزم کرلیں؟ کیا اب بھی ہم ان درندوں اور موذیوں کی کاسہ لیسی اور چاپلوسی سے باز نہیں آئیں گے؟ کیا ہم اب بھی مصلحت پسندی کا شکار رہیں گے؟ کیا ہم اب بھی دِین و مذہب، نبی و رسول اور قرآنِ کریم کی توہین کے معاملے میں بے حسی، بے غیرتی، بے شرمی، کا مظاہرہ کریں گے؟ اور ہم حکومت و اقتدار کے لالچ، تجارت و کاروبار اور دُنیا کے دو پیسے کے نفع کی قربان گاہ پر اپنے دِین، مذہب ناموسِ رسالت اور قرآنِ کریم کو بھینٹ چڑھائیں گے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو مسلمانوں کو اس گھناؤنی سازش اور بھیانک کارروائی کے خلاف اُٹھ کھڑا ہونا چاہئے اور اپنے قول و فعل اور طرزِ عمل سے ثابت کردینا چاہئے کہ اگر صلیب کے پجاری اسلام دُشمنی میں اتنا آگے جاسکتے ہیں، تو ہم بھی غلامیٔ رسول میں سب کچھ کرنے، حتیٰ کہ جان، مال اور عزّت و آبرو کی قربانی دینے کے لئے تیار ہیں۔

اگر ملعون یورپ اور ان کے گستاخ و بدقماش کارندے اپنے غلط موقف پر جمع اور متفق ہوسکتے ہیں، تو مسلمان بھی اپنے پاک پیغمبر اور مقدس قرآن کی عزّت و ناموس کی حفاظت و صیانت پر نہ صرف جمع ہوسکتے ہیں بلکہ اس طرح کی ہر گھناؤنی سازش، گستاخی اور اہانت کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوں گے۔

اگر خدانخواستہ ہمارے نام نہاد حکمران، بے غیرت اربابِ اِقتدار اور باعثِ ننگ و عار لیڈرانِ قوم بے حسی کا شکار ہیں، تو ہوا کریں، مگر بحمدللہ باغیرت مسلمان زندہ ہیں اور وہ اپنے نبی و رسول کی عزّت و ناموس اور کتابُ اللہ کے تقدس کی حفاظت کرنے میں کسی مرحلے پر پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

لہٰذا بحیثیت مسلمان قوم ہمارا فرض بنتا ہے کہ جس طرح ممکن ہو سکے، اپنی صلاحیتوں کو بروئے کار لائیں، جس طرح ہم اپنی بیوی، بچوں، ماں، باپ، بہن، بھائیوں، قوم و برادری اور ملک و ملت کی حفاظت و صیانت میں کسی قسم کی کمی کوتاہی برداشت نہیں کرتے، ایسے ہی اپنے ان مقدس شعائر کی حفاظت و صیانت میں بھی کسی کمی کوتاہی کو برداشت نہ کریں، اس کے لئے پُرامن مظاہرے، جلسے، جلوس، اخباری بیانات، پریس ریلیز، پریس کانفرنسوں، ان ممالک سے مکمل بائیکاٹ، ان کی مصنوعات سے پرہیز، ان کے سفارت خانوں کے سامنے مظاہروں، ان ممالک سے سفارتی تعلقات توڑنے، او آئی سی، اقوام متحدہ اور دُوسری ملکی و بین الاقوامی تنظیموں کے ذریعے ان ممالک تک اپنی آواز پہنچانے اور اپنی آواز کو مؤثر بنانے کے لئے تمام جائز ہتھیاروں کو اِستعمال کرکے غلامیٔ رسول اور دِین و مذہب اور قرآن و سنت سے دِلی وابستگی کا ثبوت دیں تاکہ کل قیامت کے دن ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خفت و شرمندگی نہ اُٹھانا پڑے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ہفت روزہ ''ختمِ نبوّت'' کراچی، ج:۲۷ ش:۱۳)

اسلام کا معاشی نظام!

ایک خط کا جواب

س:... اگر اسلام رہتی دُنیا تک کے لئے بہترین دِین کے طور پر چن لیا گیا ہے اور یہ تمام تر معاشرتی معاملات کی ترجمانی کرتا ہے تو اِسلام اچھا معاشی نظام کیوں نہ وضع کرسکا؟

نوٹ:... اسلامی دُنیا کی ناقص معاشی کارکردگی کا حال، اس کی ماضی کی مثال تو نہیں؟ میں یہ سوال اس لئے پوچھ رہا ہوں کہ میرے دوست کو اِسلامی بینک میں نوکری سے روکا گیا ہے۔

سیّد محمد علی عدنان

مکان: اے-۵۰۹، سیکٹر ۱۴-بی

شادمان ٹاؤن، کراچی۔"

ج:... میرے مخدوم! اسلام ایک کامل، مکمل، آفاقی اور دائمی دین و مذہب ہے، جس کی واضح دلیل یہ ارشاداتِ الٰہی ہیں:

الف:... "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا." (المائدۃ:۳)

ترجمہ:... "آج میں پورا کرچکا تمہارے لئے دِین تمہارا، اور پورا کیا میں نے تم پر اِحسان اپنا، اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے اسلام کو دِین۔"

ب:... ’’اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللهِ الْاِسْلَامُ.‘‘

(آلِ عمران:۱۹)

ترجمہ:...’’بے شک دِین اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی ہے۔‘‘

ج:... ’’وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ.‘‘ (آلِ عمران:۸۵)

ترجمہ:...’’اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دُوسرے دِین کو طلب کرے گا، تو وہ اس سے مقبول نہ ہوگا اور وہ آخرت میں تباہ کاروں میں سے ہوگا۔‘‘

ان ارشاداتِ الٰہیہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام قیامت تک رہنے والا دِین ہے اور ظاہر ہے جس دِین و مذہب کو قیامت تک رہنا ہو، یقیناً اس میں قیامت تک کے انسانوں کے مسائل کا حل بھی ہوگا، لہٰذا آپ کا یہ فرمانا: ’’اسلام ایک اچھا معاشی نظام کیوں نہ وضع کرسکا‘‘ درج ذیل وجوہ سے غلط ہے:

ا:... دراصل ہم اسلام کے معاشی و اِقتصادی نظام اور اس کے اُصول و فروع سے ناآشنا اور مروّجہ بینکنگ نظام سے مانوس و متأثر ہیں، اس لئے سمجھتے ہیں کہ چونکہ اسلام نے بینکنگ سسٹم نہیں دیا، اس لئے وہ اچھے معاشی نظام سے بھی محروم ہے۔

دراصل ہمارے ذہنوں میں یہودی سودی نظام اور بینکاری سسٹم ہی اچھا معاشی نظام ہے، جبکہ ہر صاحبِ فہم جانتا ہے کہ بینکاری نظام یہودی سودی نظام کا تسلسل ہے، چونکہ اسلام یہودی نظام اور سودی سسٹم کا مخالف ہے اور اس کے خاتمے کے لئے آیا ہے، اس لئے یہود و نصاریٰ اور ان کے ہم نوا اِسلام اور اسلام کے معاشی نظام میں کیڑے نکالتے ہیں تو مسلمان بھی اس سے متأثر ہوگئے، ورنہ کیا کوئی عقل مند باور کرسکتا ہے کہ صرف غلط کام سے روکنا اور اس کا متبادل حل پیش نہ کرنا، قابلِ توجہ

ہوسکتا ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں! اگر ہم کسی غلط کاری کو محض زبانی کلامی، دعوؤں اور کاغذی گھوڑوں سے غلط باور نہیں کراسکتے تو اللہ تعالیٰ کسی غلط نظام کی جگہ متبادل صحیح نظام دیئے بغیر اس کی تغلیط کیونکر فرمادیں گے؟

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اگر سود اور سودی نظام سے انسانوں کو روکا ہے تو ضرور اس کا متبادل نظام بھی فراہم کیا ہوگا۔

اب یہ سوال پیدا ہوگا کہ وہ کون سا نظام ہے؟ اور اس کے کیا اُصول وفروع ہیں؟ یا اس کے کیا خدوخال ہیں؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ جس طرح دُنیا کا کوئی علم وفن اور نظام بغیر محنت اور جستجو کے حاصل نہیں ہوسکتا، ٹھیک اسی طرح اسلام کا معاشی نظام بھی خودبخود حاصل نہیں ہوگا، بلکہ ہماری محنت وجستجو کرنے پر ہی معلوم ہوگا، چونکہ ہم نے یہودی سودی نظام پڑھا ہے اور اس پر محنت کی ہے تو وہ ہمارے سامنے ہے، اگر ہم اسلام کے معاشی اور اِقتصادی نظام پر محنت کرتے، اس کا مطالعہ کرتے اور اس کی جزئیات کی تلاش وجستجو میں صلاحیتیں صَرف کرتے تو وہ بھی ہمیں معلوم ہوتا، لیکن افسوس! کہ ہم نے اس کی طرف توجہ ہی نہیں کی، بتلایا جائے کہ اس میں قصور ہمارا ہے یا اسلام کا؟ آپ خود ہی بتلائیں کہ ہم نے اس پر کتنا محنت وجستجو کی ہے؟ یا قرآن و سنت اور فقہائے اُمت کے مرتب کردہ ذخیرۂ علم وفقہ کو کتنا پڑھا ہے؟ اگر نہیں پڑھا اور یقیناً نہیں پڑھا تو اس میں قصور کس کا ہے؟

۲:... چلئے اس کو بھی چھوڑیئے صرف اس کو ہی پیشِ نظر رکھئے کہ اس یہودی بینکاری نظام سے قبل بھی اسلامی دُنیا قائم تھی، اس کے اُمورِ مملکت بھی خیر وخوبی سے چلتے تھے، پوری دس، گیارہ صدیوں تک مسلمانوں نے آباد دُنیا کے اکثر حصوں پر حکومت کی ہے تو کیسے اور کیونکر؟ آخر ان کے پاس کوئی تو نظامِ معیشت تھا، جس کی بدولت ان کا نظامِ حکومت کامیابی سے چلتا رہا؟ اب بڑی شدّت سے آپ کے ذہن میں یہ سوال اُبھر رہا ہوگا کہ آخر وہ کون سا نظام ہے؟ اور اس کی کیا تفصیلات ہیں؟

میرے مخدوم! اللہ تعالیٰ نے جہاں سودی نظام کو ممنوع قرار دیا ہے، وہاں اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اس کے متبادل جائز نظام کی طرف راہ نمائی بھی فرمائی ہے۔ ملاحظہ ہو اِرشادِ اِلٰہی:

"اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ، ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا، وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا فَمَنْ جَآءَہٗ مَوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ فَانْتَھٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ....." (البقرۃ:۲۷۵)

ترجمہ:..."جو لوگ کھاتے ہیں سود نہیں اُٹھیں گے قیامت کے دن مگر جس طرح اُٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھودیئے ہوں جن نے لپٹ کر، یہ حالت ان کی اس واسطے ہوگی کہ انہوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ایسے ہی ہے جیسا سود لینا، حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو، پھر جس کو پہنچی نصیحت اپنے رَبّ کی طرف سے اور وہ باز آگیا تو اس کے واسطے ہے جو پہلے ہوچکا۔"

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سود کے متبادل نظام کی بھی نشاندہی فرمادی ہے اور وہ ہے حلال طریقے پر بیع وشراء اور خرید وفروخت کا نظام۔

۳:... رہی یہ بات کہ سود کو کیوں حرام قرار دیا گیا؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دولت چند اَفراد اور خاندانوں میں مرتکز ہوجاتی ہے، جس سے امیر، امیر تر، اور غریب، غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے، اور یہ بات کسی دلیل و برہان کی محتاج نہیں بلکہ دو اور دو چار کی طرح نہایت آسان اور عام فہم ہے۔

مثلاً: اگر ایک غریب آدمی کسی مال دار کے پاس جاکر اپنی بے بسی اور بے کسی کا تذکرہ کرتے ہوئے اس سے قرض مانگے اور مال دار اس کی مدد کرنے یا قرضِ حسنہ

دینے کے بجائے یہ کہے کہ میں تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں، مگر اس شرط پر کہ تمہیں قرض پر ماہانہ یا سالانہ اتنا، اتنا فیصد اضافی رقم دینا ہوگی، مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق، غریب نے قرض لے لیا، اب ایک طرف مال دار کا سرمایہ محفوظ ہوگیا اور دُوسری طرف اس کو اس پر ماہانہ یا سالانہ اضافہ بشکلِ سود بھی ملنا شروع ہوگیا، یوں امیر، امیر تر ہونا شروع ہوگیا، دُوسری طرف غریب مقروض زندگی بھر کما، کما کر سودخور قرض خواہ کو دیتا رہے گا، اس طرح وہ غریب سے غریب تر ہوتا چلا جائے گا۔ کیا دُنیا بھر میں جاری موجودہ بینکاری نظام اور مورگیج سسٹم اسی طرح کا نہیں؟

اس کے مقابلے میں اسلام نے مسلمانوں کو اس کی تلقین فرمائی ہے کہ:

"وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَّاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ." (البقرۃ:۲۸۰)

ترجمہ:... "اگر ... تمہارا مقروض ... تنگدست ہے تو اس کو کشائش ہونے تک مہلت دینی چاہئے اور بخش دو ... قرضہ معاف کردو ... تو بہت بہتر ہے، تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہو۔"

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو اس کی تعلیم دی ہے کہ اگر کسی مسلمان کو قرض کی ضرورت ہو اور اسے قرض دے دیا جائے تو اس قرض کا ثواب صدقے سے بھی زیادہ ہے، دُوسرے یہ کہ جتنا قرض دیا جائے اتنا ہی واپس لیا جائے، اگر اس پر اضافے کا مطالبہ کیا گیا تو وہ سود ہوگا، بلکہ مقروض سے قرض کے عوض کسی بھی قسم کا نفع حاصل کرنا بھی سود اور رِبا کے زُمرے میں آئے گا۔

۴:... اب آیئے! اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ رِبا اور سود کی کون کون سی شکلیں ہیں؟ اس کی تمام تفصیلات قرآن، حدیث اور فقہ میں وضاحت کے ساتھ بیان کردی گئیں ہیں۔ مثلاً: جو چیزیں ناپ کر یا تول کر فروخت کی جاتی ہیں، جب ان کا تبادلہ ان کی جنس کے ساتھ کیا جائے تو ضروری ہے کہ دونوں چیزیں برابر، برابر ہوں

اور یہ معاملہ دست بدست کیا جائے۔ اس میں اُدھار بھی اور کمی بیشی بھی ناجائز ہے، چنانچہ اگر گیہوں کا تبادلہ گیہوں کے ساتھ کیا جائے تو دونوں باتیں ناجائز ہوں گی، یعنی کمی، بیشی بھی ناجائز اور اُدھار بھی ناجائز، اور اگر گیہوں کا تبادلہ مثلاً جو کے ساتھ کیا جائے تو کمی بیشی جائز ہے، مگر اُدھار ناجائز ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں بطورِ اُصول ان چھ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے جن کو برابر، برابر اور دست بدست فروخت کیا جائے، اگر ان کے آپس کے تبادلے کے وقت کمی بیشی کی گئی یا اُدھار کیا گیا تو ناجائز ہوگا، وہ حدیث شریف یہ ہے کہ:

> ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب سونا، چاندی، گیہوں، جو، کھجور اور نمک۔ فرمایا کہ جب سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گیہوں گیہوں کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے فروخت کیا جائے تو برابر ہونا چاہئے اور ایک ہاتھ سے لے اور دُوسرے ہاتھ سے دے، کمی بیشی سود ہے۔'' (مشکوٰۃ ص:۲۴۴)

چونکہ بینکوں میں بھی نقد رقم یا چیک دے کر اس کے بدلے میں نقد رقم پر اضافہ وصول کیا جاتا ہے، اس لئے سود اور ناجائز ہے۔

۵:... دراصل اسلام میں غریبوں، کمزوروں اور پسے ہوئے افراد کے مفادات اور ان کی حیثیت و اِستعداد کو پیشِ نظر رکھ کر اَحکام مرتب کئے گئے ہیں، اس لئے بیع و شراء اور خرید و فروخت کی ان تمام شکلوں کو ممنوع قرار دیا گیا ہے جس میں غریب کا اِستحصال ہوتا ہو۔ دیکھا جائے تو سودی نظام کی ممانعت میں بھی اسی اِستحصال کے خاتمے کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے۔ عجیب بات ہے کہ اسلام دُشمن، یہود و نصاریٰ نے اللہ کے حرام کردہ سود اور رِبا کے طریقۂ کار کو اَپنا کر اس پر اتنا محنت کی ہے کہ اس کو پُرکشش اور جاذبِ نظر بنادیا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں سودخور سے اعلانِ

جنگ فرمایا ہے، جیسا کہ اِرشادِ اِلٰہی ہے:

”یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَذَرُوْا مَابَقِیَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ، فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَکُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِکُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ۔“ (البقرۃ:۲۷۹)

ترجمہ:... ”اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود، اگرتم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا، پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ اللہ اور اس کے رسول سے لڑنے کو، اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے اصل مال تمہارا، نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر۔“

۶:... جس طرح ہوا و ہوس پرستوں نے زنا، چوری، ڈکیتی، بدکاری، عیاشی، فحاشی، بدمعاشی میں اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے دِین کو چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذُرّیت کا ساتھ دیا ہے، ٹھیک اسی طرح یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے وضع کردہ نظامِ تجارت و معیشت کو چھوڑ کر اَبنائے شیطان نے سود اور رِبا کو اِختیار کیا ہے، جس طرح ہوس پرستوں کو زنا کاری، بدکاری، چوری، ڈکیتی اور قتل و غارت گری اچھی لگتی ہے، ٹھیک اسی طرح انہیں سود اور رِبا بھی اچھا اور پُرکشش معلوم ہوتا ہے، جس طرح وہاں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسلام نے اس کا متبادل نہیں دیا؟ اسی طرح یہاں بھی نہیں کہا جاسکتا، جس طرح وہاں متبادل نظام کے ہوتے ہوئے ہوا پرست بدکاری و بدکرداری کی طرف راغب ہیں، ٹھیک اسی طرح یہاں بھی متبادل نظام ہونے کے باوجود بیمار نفوس اسی شیطانی نظام کی طرف جاتے ہیں۔

صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سود کی اُخروی ہلاکت آفرینی کے علاوہ اس کے دُنیاوی نقصانات سے بھی آگاہ فرمایا، جیسا کہ اِرشادِ اِلٰہی ہے:

"يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ" (البقرۃ:۲۷۵)...مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو...اس قدر وضاحت سے سود کی قباحت و شناعت اور اس کے دُنیاوی و اُخروی نقصانات کو بیان کرنے کے باوجود بھی کوئی بدبخت سود کو اَپناتا ہے تو بتلایا جائے کہ اس میں اسلام اور نظامِ اسلام کا قصور ہے؟ یا ان کا جو اس میں ملوّث ہیں؟

۷:...جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ اسلام نے سود کو حرام قرار دے کر اس کے متبادل کسی ایک آدھ صورت پر اِکتفا نہیں کیا، بلکہ سینکڑوں جائز و حلال اور نفع بخش صورتیں عطا فرمائی ہیں۔

مثلاً ارشادِ الٰہی ہے: "وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا" (البقرۃ:۲۲۵) یعنی اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال قرار دیا اور رِبا اور سود کو حرام قرار دیا۔ میں بیع و شراء کے ذریعے حلال و نفع بخش کاروبار کی نشاندہی اور سود جیسے حرام سے اِجتناب کی تلقین فرمائی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بیع و شراء یعنی خرید و فروخت کے اَحکام، مسائل، اس کی جائز و ناجائز صورتیں، بیع کے اُصول، بیع کے ارکان، بیع کی شرائط، بیع منعقد ہونے کی شرائط، شرائطِ صحت، شرائطِ لزوم وغیرہ کے علاوہ باعتبارِ حکم کے بھی بیع کی تمام اقسام کو بیان کردیا۔

چنانچہ ذخیرۂ احادیث اور فقہ کی کتابوں میں مذکورہ بیع کی اقسام، مثلاً: بیعِ صحیح اور باطل و فاسد اور اس کی تمام جائز و ناجائز صورتیں اور ان کے اَحکام اور شرائط کو وضاحت سے بیان کیا گیا ہے، چنانچہ آپ نے اگر فقہ کا مطالعہ کیا ہوتا تو آپ کو اندازہ ہوتا کہ فقہاء نے قرآن و حدیث کی روشنی میں نہ صرف بیع کی جائز صورتیں لکھی ہیں، بلکہ اس کی ناجائز صورتوں میں سے بھی ایک ایک کی نشاندہی فرمائی ہے۔ مثلاً: بیعِ باطل، فاسد، مکروہ، بیعِ غرر، بیع حبل الحبلہ، بیع ملامسہ، بیع منابذہ، بیع حصاۃ، بیع مزابنہ اور محاقلہ، بیع المضامین والملاقیح، بیع نجش، اسی طرح خرید و فروخت کی جو جائز

صورتیں ہیں، ان کی تفصیلات کی بھی نشاندہی فرمائی گئی ہے، مثلاً: بیع کے ارکان کیا ہیں؟ اس کی شرائط کیا ہیں؟ پھر ثمن اور ادائیگی کی مدّت کے اعتبار سے بیع کی قسمیں وغیرہ۔ ان میں سے ہر ایک کی الگ الگ شرائط، پھر ان میں سے ہر ایک کا جدا حکم بھی بیان کیا گیا ہے۔

اس ساری تفصیل عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام نے مسلمانوں کی ہر ہر مرحلے پر راہ نمائی فرمائی اور جائز و ناجائز کی نشاندہی فرمائی ہے، گویا اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایک پورا معاشی نظام دیا ہے، جو لوگ ان خطوط پر کام کریں گے وہ حلال و پاک رزق کمائیں گے اور جو اس کے خلاف عمل کریں گے، ان کا عمل ناجائز و حرام ہوگا اور ان کی دُنیا و آخرت خراب ہوگی۔

ابتدائے اسلام سے لے کر گیارہ سو سال تک مسلمان اس نظام پر چلتے رہے تو ان کو کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوئی۔

رہی یہ بات کہ اسلام نے مسلمانوں کو بینکاری کا متبادل کیا دیا ہے؟ اس سلسلے میں عرض ہے کہ مضاربہ، مشارکہ اور اِجارہ وغیرہ دراصل اسلامی بینکاری ہی ہے، جس میں ایک ایسا مسلمان جو مال دار تو ہے مگر محنت و مشقت یا تجارتی کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا، یا اسے اس کا تجربہ نہیں، بلاشبہ وہ اپنا سرمایہ کسی ایسے مسلمان کو، جو محنت و مشقت یا تجارتی کام کرنے کی صلاحیت و تجربہ رکھتا ہو، لیکن اس کے پاس سرمایہ نہ ہو، اپنا مال اور سرمایہ دے کر سرمایہ کاری کرسکتا ہے، اور اس کو دِین و شریعت کی اصطلاح میں ''مضاربت'' کہا جاتا ہے، چنانچہ یہ دونوں مل کر باہمی یہ تجارتی معاہدہ کرسکتے ہیں کہ ایک کی محنت ہوگی اور دُوسرے کا سرمایہ۔ اس سے جو نفع حاصل ہوگا اسے مثلاً: بیس فیصد، تیس فیصد یا پچاس فیصد کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا اور جو نقصان ہوگا اس کو نفع سے پورا کیا جائے گا اور اگر نقصان نفع سے زیادہ ہو تو اس کو رأس المال یعنی کیپٹل سے پورا کیا جائے گا، یوں محنت کرنے والے کی محنت کا اور

سرمایہ دار کے سرمایہ کا نقصان ہوگا۔

اسی طرح اس کی دُوسری صورت ''مشارکہ'' یعنی کاروبار میں شراکت داری کی بھی ہے، اس میں بھی نفع و نقصان کی شراکت کی بنیاد پر وہی کام جائز بنیادوں پر کیا جاسکتا ہے جو یہودی بینکار غیرِ اسلامی اور سودی انداز میں کرکے پورے معاشرے کا سرمایہ سمیٹ رہے ہیں۔

اس کے علاوہ اِجارہ یعنی کرایہ داری کا نظام بھی اسلام نے دیا ہے۔ اور اس کی تمام جائز و ناجائز شکلیں اور صورتیں بھی بیان فرمائی ہیں۔

۸:... الغرض اسلام نے اپنے ماننے والوں کو ایک جائز، حلال اور نہایت کامیاب و بہترین معاشی نظام دیا ہے، مگر افسوس کہ مسلمانوں نے اس کو چھوڑ کر یہود و نصاریٰ کی تقلید میں سودی نظام کے پیچھے سرپٹ دوڑنا شروع کردیا ہے، اب آپ ہی بتلائیں اس میں اسلام کا قصور ہے یا مسلمان کا؟

اسی سے آپ کے اس اِشکال کا بھی جواب ہوجاتا ہے کہ: ''اسلام کی ناقص معاشی کارکردگی کا حال، اس کی ماضی کی مثال تو نہیں؟'' کیونکہ اسلام اور مسلمانوں کا ماضی روشن اور تابناک تھا، اگر مسلمانوں نے اپنے حال کو بدل لیا ہے تو اس میں ان کے ماضی کا کیا قصور ہے؟ کیا کوئی عقل مند، اولاد کی بدکرداری کو باکردار والدین کے کھاتے میں ڈال سکتا ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو حال کے مسلمانوں کی معاشی بدحالی کا بوجھ ماضی کے مسلمانوں کے کھاتے میں کیوں ڈالا جائے؟

۹:...رہی یہ بات کہ آپ کے دوست کو ایک اسلامی بینک میں ملازمت کرنے سے روکا گیا ہے، تو کیوں؟ بھلا اس میں اسلام کے معاشی نظام کا کیا قصور ہے؟

پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ یا آپ کا دوست جس بینک کو ''اِسلامی بینک'' کہہ رہا ہے، واقعتاً وہ اسلامی بھی ہے یا نہیں؟ دُوسری بات یہ ہے کہ یہ سوال روکنے والے سے کیجئے کہ اس نے کس بنیاد پر آپ کے دوست کو روکا ہے؟ عین ممکن ہے کہ

اس نام نہاد اِسلامی بینک میں غیرشرعی اور سودی نظام کو اِسلامی بینک کا نام دیا گیا ہو، کیونکہ بہت سے بینکوں نے مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے صرف نام کی حد تک اسلامی بینکاری کا بورڈ آویزاں کر رکھا ہے؟

ٹھیک اسی طرح وہ بینک جو اپنے تئیں اسلامی کہلاتے ہیں، ان کے نظام میں جھانک کر دیکھنے والوں کا کہنا ہے کہ حرام پر حلال کا بورڈ لگاکر مسلمانوں کو دھوکا دیا جارہا ہے۔

تاہم اگر کہیں کسی بینک میں واقعی اسلامی اور شرعی اُصولوں پر مضاربہ و مشارکہ کا نظام نافذ ہے تو اس میں کام کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ اُمید ہے میری یہ چند معروضات آپ کی تشفی کے لئے کافی ہوں گی۔

۱۰:... آخر میں نہایت خیرخواہی اور دِل سوزی سے عرض کرنا چاہوں گا کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے، اس کے بارے میں ضرور سوال کیجئے! یہ آپ کا حق ہے، کیونکہ لاعلم کی تشفی سوال ہی میں ہے، لیکن سوال کرنے کا انداز ایسا نہ ہو کہ اس میں گستاخی کا گمان ہوتا ہو، یا خدانخواستہ آپ کے بارے میں یہ گمان ہونے لگے کہ آپ کو اِسلام اور اِسلام کے نظام سے اختلاف ہے یا آپ کا اسلام اور اسلامی نظام پر اِیمان نہیں۔

اُمید ہے میری ان معروضات کو محسوس نہ فرماویں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اِسلام سے وابستہ رکھے اور اس پر موت نصیب فرمائے، آمین! والسلام

۱۴۲۹/۱/۵ھ

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، محرم ۱۴۳۰ھ)

نصرتِ الٰہی سے محرومی کے اسباب!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی!

گزشتہ دنوں روزنامہ ''جنگ'' کراچی کے توسط سے جناب ندیم احمد کراچی کا ایک مختصر مگر چبھتا ہوا سوال موصول ہوا کہ: ''آج کل پوری دُنیا میں مسلمانوں پر ظلم ہورہا ہے اور یہ ظلم کرنے والے غیر مسلم ہیں تو مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں نہیں آتی؟''

بلاشبہ یہ سوال آج کل تقریباً ہر دِین دار مسلمان کی زبان پر ہے اور اس کے دِل و دِماغ کو پریشان کئے ہوئے ہے اور اسے سمجھ نہیں آتا کہ اگر مسلمان حق پر ہیں اور یقیناً حق پر ہیں، تو ان کی مدد کیوں نہیں کی جاتی اور ان کے اعداء و مخالفین یہود و نصاریٰ اور کفار و مشرکین، جو یقیناً باطل پر ہیں، کے خلاف اللہ تعالیٰ کا جوشِ انتقام حرکت میں کیوں نہیں آتا؟ اور ان کو تہس نہس کیوں نہیں کردیا جاتا؟ یا کفار و مشرکین اور یہود و نصاریٰ کو مسلمانوں پر فوقیت و برتری کیونکر حاصل ہے؟ اور ان کو اس قدر ڈھیل کیوں دی جارہی ہے؟ اس کے برعکس مسلمانوں کو روز بروز ذِلت و اِدبار کا سامنا کیونکر ہے؟

اس سوال کے جواب میں راقم الحروف نے جو کچھ لکھا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے قارئینِ ''بینات'' کی خدمت میں پیش کردیا جائے، ملاحظہ ہو:

برادرِ عزیز! آپ کا سوال معقول اور بجا ہے، کیونکہ اس وقت دُنیا بھر میں مسلمانوں پر جس قدر مظالم کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں اور مسلمان جس قدر ظلم کی

چکی میں پس رہے ہیں، شاید ہی کسی دُوسری قوم پر کبھی ایسا وقت آیا ہو؟ اس سب کے باوجود مسلمانوں کے حق میں اللہ کی مدد کا نہ آنا، واقعی قابلِ تشویش ہے، اور آپ کی طرح ہر مسلمان اس تشویش میں مبتلا ہے۔

لہٰذا آپ کے سوال کے جواب کے سلسلے میں چند باتیں عرض کرنا چاہوں گا، اگر آپ نے ان کو ذہن نشین کرلیا تو اُمید ہے کہ اِن شاء اللہ آپ کو مسلمانوں کے حق میں اللہ کی مدد نہ آنے کے اسباب و وجوہ سمجھ آجائیں گی۔

دراصل یہاں دو اُمور ہیں، ایک یہ کہ تمام مسلمان عموماً اللہ تعالیٰ کی مدد سے کیوں محروم ہیں؟ دُوسرے یہ کہ خاص طور پر وہ نیک صالح مسلمان، جو واقعی اللہ تعالیٰ کے دِین کے محافظ ہیں، ان پر مصائب و آلام کے پہاڑ کیوں توڑے جارہے ہیں؟ ان کے حق میں اللہ کی مدد آنے میں تأخیر کیوں ہورہی ہے؟ اور ان کے دُشمنوں کو اس قدر ڈھیل کیوں دی جارہی ہے؟

اوّل:... سب سے پہلی بات یہ کہ تمام مسلمان اللہ کی مدد سے کیوں محروم ہیں؟ اس سلسلے میں عرض ہے:

۱:... اس وقت مسلمان من حیث القوم مجموعی اعتبار سے تقریباً بدعملی کا شکار ہوچکے ہیں۔

۲:... اس وقت مسلمانوں میں ذوقِ عبادت اور شوقِ شہادت کا فقدان ہے، بلکہ مسلمان بھی ... اِلَّا ماشاء اللہ... کفار و مشرکین کی طرح موت سے ڈرنے لگے ہیں۔

۳:... اس وقت تقریباً مسلمانوں کو دِین، مذہب، اِیمان، عقیدہ سے زیادہ اپنی، اپنی اولاد اور اپنے خاندان کی دُنیاوی راحت و آرام کی فکر ہے۔

۴:... آج کل مسلمان ...اِلَّا ماشاء اللہ... موت، مابعد الموت، قبر، حشر، آخرت، جہنم اور جنت کی فکر و اِحساس سے بے نیاز ہوچکے ہیں، اور انہوں نے کافر اقوام کی طرح اپنی کامیابی و ناکامی کا مدار دُنیا اور دُنیاوی اسباب و ذرائع کو بنالیا ہے،

اس لئے تقریباً سب ہی اس کے حصول و تحصیل کے لئے دیوانہ وار دوڑ رہے ہیں۔

۵:... اس وقت ... اِلَّا ماشاء اللہ... مسلمانوں کا اللہ تعالیٰ کی ذات پر اِعتماد، بھروسہ اور توکل نہیں رہا، اس لئے وہ دُنیا اور دُنیاوی اسباب و وسائل کو سب کچھ باور کرنے لگے ہیں۔

۶:... جب سے مسلمانوں کا اللہ کی ذات سے رشتۂ عبدیت کمزور ہوا ہے، انہوں نے عبادات و اعمال کے علاوہ قریب قریب سب ہی کچھ چھوڑ دیا ہے، حتیٰ کہ بارگاہِ اِلٰہی میں رونا، بلبلانا اور دُعائیں مانگنا بھی چھوڑ دیا ہے۔

۷:... جس طرح کفر و شرک کے معاشرے اور بے خدا قوموں میں بدکرداری، بدکاری، چوری، ڈکیتی، شراب نوشی، حرام کاری، حرام خوری، جبر، تشدّد، ظلم اور ستم کا دور دورہ ہے، ٹھیک اسی طرح نام نہاد مسلمان بھی ان بُرائیوں کی دَلدل میں سرتاپا غرق ہیں۔

۸:... معدودے چند، اللہ کے جو بندے، اس غلاظت کدہ میں نور کی کرن اور اُمید کی روشنی ثابت ہوسکتے تھے، ان پر اللہ کی زمین تنگ کردی گئی، چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ جو مسلمان قرآن وسنت، دِین و مذہب کی پاسداری اور اُسوۂ نبوّت کی راہ نمائی میں زندگی گزارنا چاہتے تھے، انہیں تشدّد پسند، دہشت گرد، رجعت پسند اور ملک و ملت کے دُشمن وغیرہ کہہ کر ٹھکانے لگادیا گیا۔

۹:... نام نہاد مسلمانوں نے کافر اَقوام کے پروپیگنڈے سے متأثر ہوکر اور ان کی ترجمانی کا فریضہ انجام دے کر دِین و مذہب سے وابستگی رکھنے والے مخلصین کے خلاف ایسا طوفانِ بدتمیزی برپا کیا اور ان کو اس قدر مطعون و بدنام کیا کہ کوئی سیدھا سادا مسلمان، اسلام اور اِسلامی شعائر کو اَپناتے ہوئے گھبراتا ہے۔

۱۰:... اسلام دُشمن میڈیا، اخبارات، رسائل اور جرائد میں اسلام اور مسلمانوں کو اس قدر خطرناک، نقصان دہ، ملک و ملت دُشمن اور امن مخالف باور کرایا گیا کہ اب خود مسلمان معاشرہ ان کو اَپنانے اور گلے لگانے پر آمادہ نہیں۔

۱۱:... مادّیت پسندی نے نام نہاد مسلمان کو اس قدر متأثر کیا ہے کہ اب اس کو حلال و حرام کی تمیز تک نہیں رہی، چنانچہ ...اِلَّا ماشاء اللہ...اب کوئی مسلمان حلال و حرام کی تمیز کرتا ہو، اس لئے مسلم معاشرے میں بھی، سود، جوا، رِشوت، لاٹری، اِنعامی اسکیموں کا دور دورہ ہے۔

۱۲:... جو لوگ سودخوری کے مرتکب ہوں، اللہ تعالیٰ کا ان کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ ظاہر ہے جو مسلمان سودخور ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے حالتِ جنگ میں ہیں، اور جن لوگوں سے اعلانِ جنگ ہو، کیا ان کی مدد کی جائے گی؟

۱۳:... جو معاشرہ عموماً چوری ڈکیتی، مار دھاڑ، اغوا برائے تاوان، جوئے، لاٹری، اِنعامی اسکیموں اور رِشوت پر پل رہا ہو، اور جہاں ظلم و تشدّد عروج پر ہو، جہاں کسی غریب کی عزّت و ناموس اور مال و دولت محفوظ نہ ہو، وہاں اللہ کی رحمت نازل ہوگی یا اللہ کا غضب؟ پھر یہ بھی اپنی جگہ حقیقت ہے کہ کفر کے ساتھ نظام چل سکتا ہے، مگر ظلم کے ساتھ نہیں چل سکتا، اس لئے کہ اللہ کی مدد مظلوم کے ساتھ ہوتی ہے، چاہے وہ کافر ہی کیوں نہ ہو، اور ظالم چاہے مسلمان ہی کیوں نہ ہو، اللہ کی مدد سے محروم ہوتا ہے۔

۱۴:... جس قوم اور معاشرے کی غذا، لباس، گوشت، پوست حرام مال کی پیداوار ہوں، ان کی دُعائیں قبول نہیں ہوتیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"عن ابی ھریرة قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ طیب لا یقبل الا طیبًا، وان اللہ امر المؤمنین بما امر بہ المرسلین فقال: "یٰٓاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا" وقال تعالیٰ: "یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَارَزَقْنٰکُمْ" ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیہ الی السماء یا رَبّ! یا

رَبّ! ومطعمه حرام، ومشربه حرام، وملبسه حرام، وغذی بالحرام فأنّٰی یستجاب لذٰلک، رواه مسلم.“

(مشکوٰۃ ص:۲۴۱)

ترجمہ:... ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ پاک، پاکیزہ ہیں اور پاک، پاکیزہ ہی قبول فرماتے ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو بھی وہی حکم دیا ہے جو رسولوں کو حکم دیا تھا، پس اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اے رسولوں کی جماعت! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ اور اَعمالِ صالحہ کرو“ اسی طرح مؤمنوں سے فرمایا: ”اے ایمان والو! ان پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں دی ہیں“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو طویل سفر کی وجہ سے غبار آلود اور پراگندہ بال ہے اور دونوں ہاتھ آسمان کی طرف پھیلا کر کہتا ہے: ”اے رَبّ! اے رَبّ!“ حالانکہ اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، لباس حرام کا اور اس کی غذا حرام کی ہے، تو اس کی دُعا کیونکر قبول ہوگی؟“

۱۵:... بایں ہمہ وہ مقبولانِ اِلٰہی، جو مخلوقِ خدا کی اس مجبوری اور مقہوری پر کڑھتے ہیں، روتے ہیں، بلبلاتے ہیں اور مسلمانوں کے لئے بارگاہِ اِلٰہی میں دُعائیں کرنا چاہتے ہیں، ان کو بارگاہِ اِلٰہی سے یہ کہہ کر روک دیا جاتا ہے کہ اپنی ذات کے لئے اور اپنی ضرورت کے لئے دُعا کرو، میں قبول کروں گا، لیکن عام لوگوں کے حق میں تمہاری دُعا قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے:

”عن انس بن مالک اراہ مرفوعًا قال: یأتی علی الناس زمان یدعو المؤمن للجماعة فلا یستجاب له، یقول اللّٰه: ادعنی لنفسک ولما یحزبک من خاصة

امرک فاجیبک، واما الجماعة فلا! انھم اغضبونی.
وفی روایة: فانی علیھم غضبان."

(کتاب الرقائق ص:۱۵۵،۳۸۴)

ترجمہ:... "حضرت انس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک ایسا دور آئے گا کہ مؤمن، مسلمانوں کی جماعت کے لئے دُعا کرے گا، مگر قبول نہیں کی جائے گی، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے، تو اپنی ذات کے لئے اور اپنی پیش آمدہ ضروریات کے لئے دُعا کر، میں قبول کروں گا، لیکن عام لوگوں کے حق میں قبول نہیں کروں گا، اس لئے کہ انہوں نے مجھے ناراض کرلیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں ان سے ناراض ہوں۔"

۱۶:... پھر یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہئے کہ آسمان سے اچھے یا بُرے فیصلے اکثریت کے عمل اور بدعملی کے تناظر میں نازل ہوتے ہیں، اس لئے باآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مسلم معاشرے کی اکثریت کے اعمال و افعال اور سیرت و کردار کا کیا حال ہے؟ کیا ایسا معاشرہ جہاں دِین، دِینی اقدار کا مذاق اُڑایا جاتا ہو، جہاں قرآن وسنت کا انکار کیا جاتا ہو، جہاں اس میں تحریف کی جاتی ہو، جہاں ان کو من مانے مطالب، مفاہیم اور معانی پہنائے جاتے ہوں، جہاں حدود اللہ کا انکار کیا جاتا ہو، جہاں سود کو حلال اور شراب کو پاک کہا جاتا ہو، جہاں زناکاری و بدکاری کو تحفظ ہو، جہاں ظلم و تشدّد کا دور دورہ ہو، جہاں مسلمان کہلانا دہشت گردی کی علامت ہو، جہاں بے قصور معصوموں کو کافر اَقوام کے حوالے کیا جاتا ہو، جہاں بدکار و مجرم معزّز اور معصوم ذلیل ہوں، جہاں توہینِ رسالت کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کیا جاتا ہو، جہاں

باغیانِ نبوّت کو اِقتدار کی چھتری مہیا ہو، جہاں محافظینِ دِین وشریعت کو پابندِ سلاسل کیا جاتا ہو، جہاں کلمۂ حق کہنے والوں کو گولیوں سے چھلنی کیا جاتا ہو، جہاں کافر اَقوام کی کاسہ لیسی کی جاتی ہو، جہاں یہود و نصاریٰ کی خوشنودی کے لئے مسلم ممالک پر اِسلام دُشمنوں کی چڑھائی کو سندِ جواز مہیا کی جاتی ہو، جہاں دِینی مدارس و مساجد پر چڑھائی کی جاتی ہو، ان پر بمباری کی جاتی ہو، ہزاروں معصوموں کو خاک وخون میں تڑپایا جاتا ہو، ان پر فاسفورس بم گرا کر ان کا نام ونشان مٹایا جاتا ہو، جہاں مسلمان طالبات اور پردہ نشین خواتین کو درندگی کا نشانہ بنایا جاتا ہو، ان کی لاشوں کی بے حرمتی کی جاتی ہو، ان کے جسم کے چیتھڑے اُڑائے جاتے ہوں، ان کو دفن کرنے کے بجائے ان کی لاشوں کو جلایا جاتا ہو، جہاں تاتاری اور نازی مظالم کی داستانیں دُہرائی جاتی ہوں، جہاں دِین دار طبقہ اور علماء وصلحاء پر زمین تنگ کی جاتی ہو، جہاں اغیار کی خوشنودی کے لئے اپنے شہریوں کے خلاف آپریشن کلین اَپ کئے جاتے ہوں، جہاں ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کو اپنے گھروں سے نقل مکانی پر مجبور کیا جاتا ہو، جہاں دِین وشریعت کا نام لینا جرم، اور عریانی فحاشی، پتنگ بازی اور میراتھن ریس کی سرپرستی کی جاتی ہو، جہاں عریانی وفحاشی کو روشن خیالی و اِعتدال پسندی کا نام دیا جاتا ہو، جہاں دِینی مدارس بند اور قحبہ خانے کھولے جاتے ہوں، جہاں عوام نانِ شبینہ کے محتاج ہوں اور اربابِ اقتدار ۲۰-۲۰ لاکھ روپے ایک رات ہوٹل کے قیام کا کرایہ ادا کرتے ہوں، جہاں اپنے اقتدار اور حکومت کے تحفظ کے لئے دِین و مذہب اور شرم وحیا کی تمام حدود کو پھلانگا جاتا ہو، وہاں اللہ کی رحمت نازل ہوگی یا اللہ کا عذاب وعقاب...؟

بلاشبہ آج کا دور دجالی فتنے اور نئے نئے نظریات کا دور ہے، زمانہ بوڑھا ہوچکا، ہم جنس پرستی کو قانونی جواز حاصل ہوچکا، ناچ گانے کی محفلیں عام ہوچکیں، دیکھا جائے تو یہ قربِ قیامت کا وقت ہے، اس وقت مسلمانوں سے اللہ کی حفاظت و مدد اُٹھ چکی ہے، مسلمانوں کی دُعائیں قبول نہیں ہوتیں، سچی بات یہ ہے کہ یہ اللہ کی

ناراضگی، ظاہرداری، چاپلوسی، انانیت، خود پسندی اور اُمت کے زوال کا وقت ہے، فتنہ وفساد عروج پر ہیں، خیر سے محروم لوگوں کی کثرت ہے اور خدا کی لعنت وغضب کا وقت ہے، اور یہود و نصاریٰ کی نقالی کامیابی کی معراج شمار ہونے لگی ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایسے لوگوں اور معاشرے کی اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا قدر و قیمت ہوسکتی ہے؟ چنانچہ ایسے ہی دور کے لوگوں کے بارے میں حدیث شریف میں ہے کہ:

"عن مرداس الأسلمی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: یذہب الصالحون الأوّل فالأوّل، وتبقیٰ حفالة کحفالة الشعیر أوالتمر لا یبالیہم اللہ بالة."

(صحیح بخاری، کتاب الرقائق ج:۲ ص:۹۵۲)

ترجمہ:... "حضرت مرداس اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک لوگ یکے بعد دیگرے رُخصت ہوتے جائیں گے، جیسے چھٹائی کے بعد رَدّی جو، یا کھجوریں باقی رہ جاتی ہیں، ایسے ناکارہ لوگ رہ جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوئی پروا نہیں کرے گا۔"

۱۷:... اس کے علاوہ یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ: مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد کا وعدہ ضرور ہے لیکن ساتھ ہی اللہ کی مدد آنے کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ:

"یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ" (محمد:۷)

ترجمہ:... "اگر تم اللہ کے دِین کی مدد کروگے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں گے، اور تمہارے قدموں کو ثابت کریں گے۔"

لہٰذا جب سے مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے دِین کی مدد چھوڑ دی ہے، اللہ تعالیٰ نے بھی مسلمانوں سے اپنی رحمت و عنایت اور مدد کا ہاتھ اُٹھالیا ہے، چنانچہ آج

ہر طرف مسلمانوں پر کافر اس طرح ٹوٹ رہے ہیں جس طرح دسترخوان پر چنے ہوئے لذیذ کھانے پر لوگ ٹوٹتے ہیں، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

”عن ثوبان قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: یوشک الأُمم ان تداعیٰ علیکم کما تداعی الآکلة الٰی قصعتھا، فقال قائل: ومن قلّة نحن یومئذٍ؟ قال: بل انتم یومئذٍ کثیر! ولٰکنکم غثاء کغثاء السیل، ولینزعن اللّٰہ من صدور عدوکم المھابة منکم، ولیقذفن اللّٰہ فی قلوبکم الوھن! فقال قائل: یا رسول اللّٰہ! وما الوھن؟ قال: حب الدنیا وکراھیة الموت!“

(ابوداوٴد ص:۵۹)

ترجمہ:... ”حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ وقت قریب آتا ہے، جب تمام کافر قومیں تمہارے مٹانے کے لئے ...مل کر سازشیں کریں گی... اور ایک دُوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے دسترخوان پر کھانا کھانے والے ...لذیذ... کھانے کی طرف ایک دُوسرے کو بلاتے ہیں، کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا ہماری قلّتِ تعداد کی وجہ سے ہمارا یہ حال ہوگا؟ فرمایا: نہیں! بلکہ تم اس وقت تعداد میں بہت ہوگے، البتہ تم سیلاب کے جھاگ کی طرح ناکارہ ہوگے، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے دُشمنوں کے دِل سے تمہارا رُعب اور دبدبہ نکال دیں گے، اور تمہارے دِلوں میں بزدلی ڈال دیں گے، کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! بزدلی سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: دُنیا کی محبت اور موت سے نفرت!“

بتلایا جائے جس معاشرے کا یہ حال ہو، اور جن مسلمانوں کے اعمال و

اخلاق کا یہ منظرنامہ ہو، وہاں اللہ کی مدد آئے گی یا اللہ کا عذاب...؟

....

دوم:... رہی یہ بات کہ کفار و مشرکین اور اَغیار کے مظالم کا شکار صرف اور صرف دِین دار مسلمان ہی کیوں ہیں؟

اگر بدکردار مسلمانوں اور اَربابِ اِقتدار نے اللہ کو ناراض کر رکھا ہے تو ان کی سزا ان نہتے معصوموں کو کیوں دی جاتی ہے؟ اور ان کے حق میں اللہ تعالیٰ کی مدد کیوں نہیں آتی؟ چاہئے تو یہ تھا کہ جرم و سزا کے فلسفے کے تحت سزا بھی ان ہی لوگوں کو دی جاتی، جنھوں نے اللہ کو ناراض کر رکھا ہے، مگر اس کے برعکس ہو یہ رہا ہے کہ نیک صالح مسلمان، اور دِین و مذہب کے متوالے، کفار کے مظالم کی تلوار سے ذبح ہو رہے ہیں، ان کو بے نام کیا جارہا ہے، ان کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جارہا ہے، ان کی جان و مال اور عزّت و ناموس برباد کی جارہی ہے، ان پر اللہ کی زمین تنگ کی جارہی ہے، اپنے اور پَرائے سب ہی ان کے دُشمن اور ان کی جان کے پیاسے ہیں، کوئی بھی ان کے لئے کلمۂ خیر کہنے کا روادار نہیں ہے، بلکہ ان پر ہر طرف سے آگ و آہن کی بارش اور بارود کی یلغار ہے، آخر ایسا کیوں ہے...؟

اسی طرح ارشادِ اِلٰہی: "اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللهِ قَرِيْبٌ" ...بے شک اللہ کی مدد قریب ہے... کا وعدہ کب پورا ہوگا؟

اس سلسلے میں بھی چند معروضات پیش کرنا چاہوں گا:

ا:... دُنیا باخدا مسلمانوں کے لئے قیدخانہ اور کفار و مشرکین کے لئے جنت ہے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"عن ابی هريرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر." (ترمذی ج:۲ ص:۵۶)

ترجمہ:... ’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: دُنیا مؤمن کے لئے قیدخانہ ہے اور کافر کے لئے جنت ہے۔‘‘

یعنی دُنیا میں عموماً کافر کی نسبت، ایک مؤمن کو آفات و مصائب کا سامنا زیادہ کرنا پڑتا ہے، جس کا معنی یہ ہے کہ کافر کی دُنیاوی کرّوفرّ اور راحت و آرام اور مؤمن کی تکلیف و تعذیب کو دیکھ کر پریشان نہیں ہونا چاہئے، بلکہ مؤمن کی دُنیا کی تکلیف و تعذیب اور مصائب و آلام کا اس کی جنت کے ساتھ، اور کافر کی ظاہری کرّوفرّ، خوش عیشی اور راحت و آرام کا اس کی جہنم کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو سمجھ آجائے گا کہ جس طرح کافر کی دُنیاوی راحت و آسائش کی، اس کی جہنم کی سزا کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں، اسی طرح مسلمان کی دُنیا کی عارضی تکالیف و مشکلات اس کی جنت اور آخرت کی راحت و آرام کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔

۲:... دُنیا دارالعمل اور آخرت دارالجزا ہے، اور ظاہر ہے جو شخص عملی میدان میں جتنا محنت و مشقت اور جہد و مجاہدہ برداشت کرے گا، بعد میں اسی تناسب سے اسے راحت و آرام میسر آئے گا، اور جو شخص میدانِ عمل میں جتنا کوتاہی کرے گا، بعد میں اسی تناسب سے اُسے ذِلت و رُسوائی اور فضیحت و شرمندگی کا سامنا کرنا ہوگا، ٹھیک اسی طرح مقرّبینِ بارگاہِ خداوندی کو بھی آخرت کی کھیتی یعنی دُنیا میں جہدِ مسلسل اور محنت و مشقت کا سامنا ہے، مگر عاقبت و انجام کے اعتبار سے جلد یا بدیر راحت و آرام ان کا مقدر ہوگا، دُوسری طرف کافر اگرچہ یہاں ہرطرح کی راحت و آرام سے سرفراز ہیں، مگر مرنے کے ساتھ ہی عذابِ جہنم کی شکل میں ان کی راحت و آرام اور ظلم و عدوان کا ثمرہ ان کے سامنے آجائے گا۔

۳:... کسی مسلمان کی تخلیق کا مقصد دُنیا اور اس کی راحتوں کا حصول نہیں، بلکہ مسلمان کو جنت اور جنت کی لازوال و ابدی نعمتوں کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور

جنت کا حصول کچھ آسان نہیں، بلکہ جنت کے سامنے یا اردگرد مشکلات و مصائب کی باڑھ لگائی گئی ہے اور دوزخ کے اردگرد خواہشات کی باڑھ کی گئی ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"عن انس رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: حفت الجنة بالمکارہ وحفت النار بالشہوات." (ترمذی ج:۲ ص:۸۰)

ترجمہ:... "حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت کے گرد ناگواریوں اورمشقتوں کی باڑھ کی گئی ہے، اور دوزخ کے گرد خواہشات کی باڑھ کی گئی ہے۔"

اس لئے کسی نیک صالح مسلمان کا دُنیا میں مشکلات و مصائب اورمکروہات سے دوچار ہونا دراصل حصولِ جنت میں کامیابی کی نشانی ہے، اور کفار و مشرکین اور معاندین کے لئے دُنیاوی راحت و آرام یا خواہشاتِ نفسانیہ کا مہیا ہونا ان کے عذابِ نار وسقر سے دوچار ہونے کی علامت ہے۔

۴:... بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آخرت کے عذاب سے بچانے کے لئے دُنیا ہی میں انہیں مصائب و تکالیف میں مبتلا فرماتے ہیں، تاکہ اس کی کمی کوتاہیوں کا معاملہ یہیں نمٹ جائے اور آخرت میں ان کو کسی عذاب سے دوچار نہ ہونا پڑے، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

"عن انس قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: اذا اراد اللہ بعبدہ الخیر عجل لہ العقوبة فی الدنیا، واذا اراد اللہ بعبدہ الشر امسک عنہ بذنبہ حتّٰی یوافی بہ یوم القیامة.

وبهٰذا الاسناد عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ان عظم الجزاء مع عظم البلأ، وان الله اذا احب قومًا ابتلاهم، فمن رضی فله الرضا ومن سخط فله السخط.“ (ترمذی ج:۲ ص:۶۲)

ترجمہ:... ”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں، تو دُنیا میں ہی اس کو فوری سزا دے دیتے ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے گناہ کی سزا مؤخر کردیتے ہیں، یہاں تک کہ قیامت کے دن اس کو پوری سزا دیں گے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: بندے کو جتنا بڑا اِبتلا پیش آئے، اتنی بڑی جزا اس کو ملتی ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ جب کسی قوم سے محبت فرماتے ہیں تو اسے ...مصائب و آلام سے... آزماتے ہیں، پس جو شخص ...ہر حالت میں اللہ تعالیٰ سے... راضی رہا، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہے، اور جو شخص ناراض ہوا اس کے لئے ناراضی ہے۔“

اس حدیث کی تشریح میں حضرتِ اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ لکھتے ہیں:

”اس حدیث میں دو مضمون ارشاد ہوئے، ایک یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کی غلطیوں اور کوتاہیوں کی سزا دُنیا ہی میں دے دیتے ہیں، اس کی سزا کو آخرت پر نہیں اُٹھا رکھتے، بلکہ مختلف مصائب میں اس کو مبتلا کرکے پاک و صاف کردیتے ہیں۔ چنانچہ اگر اس کو

کانٹا بھی چبھتا ہے تو وہ بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے، اور اگر لکھنے والے کے ہاتھ سے قلم گر جاتا ہے تو وہ بھی اس کے لئے کفارہ بن جاتا ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ کسی بندۂ مؤمن کو کوئی تکلیف اور صدمہ یا پریشانی پیش آئے اسے اپنے گناہوں کا خمیازہ سمجھنا چاہئے۔ دُوسری یہ کہ بندۂ مؤمن کا مصائب و آلام میں مبتلا ہونا اس کے مردود ہونے کی علامت نہیں، بلکہ اس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہٗ کا لطف و انعام ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس کے گناہوں کے کفارہ کا دُنیا ہی میں انتظام فرمادیا۔

اس کے برعکس جس بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں اسے گناہوں کے باوجود ڈھیل اور مہلت دیتے ہیں، وہ احمق یہ سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بہت معزّز ہے حالانکہ اس کے ساتھ مکر و اِستدراج کا معاملہ ہورہا ہے کہ اس کی معصیتوں اور نافرمانیوں کے باوجود اسے ڈھیل دی جارہی ہے، اور قیامت کے دن جب بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوگا، اسے اس کی بدعملیوں کا پورا پورا بدلہ چکا دیا جائے گا، اِلَّا یہ کہ حق تعالیٰ شانہٗ محض اپنے فضل و احسان سے عفو و درگزر کا معاملہ فرمائے ...بشرطیکہ وہ مسلمان ہو، کیونکہ کفر وشرک کی معافی نہیں ہے... ناقل۔

اس حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی حق تعالیٰ شانہٗ کا لطف قہر کی شکل میں ہوتا ہے، اور کبھی قہر لطف کی شکل میں، اس نکتے کو حضراتِ عارفین خوب سمجھتے ہیں، ورنہ عام لوگوں کی نظر اس پر نہیں جاتی۔'' (دُنیا کی حقیقت ج:۱ ص:۱۹۷، ۱۹۸)

۵:... دُنیا کا اُصول ہے کہ جس سے زیادہ تعلق خاطر ہو یا جس کو کسی لائق بنانا ہو، اس کو کڑی آزمائش و امتحان سے گزارا جاتا ہے، اور اس کی چھوٹی چھوٹی کمی کوتاہیوں پر گرفت کی جاتی ہے، چنانچہ اسی موقع پر فرمایا گیا ہے کہ: ”حسنات الأبرار سیئات المقربین“ ...اَبرار کی نیکیاں مقرّبین کی سیئات شمار ہوتی ہیں...یعنی مقرّبین کا مقام اتنا اُونچا ہے کہ جو کام اَبرار کریں اور وہ نیکی کہلائے، اگر وہی کام مقرّبین کریں تو ان کے درجے کے اعتبار سے وہ بھی سیئہ اور بُرائی شمار ہوتی ہے، گویا نیک و صالح مسلمان درجۂ قربِ اِلٰہی پر فائز ہیں اور ان کو آخرت میں جن مراتبِ عالیہ سے سرفراز کرنا ہے، دُنیاوی تکالیف و مشکلات کی بھٹی میں ڈال کر ان کو کندن بنانے کی سعی کی جارہی ہے۔

۶:... جس کا جتنا اللہ تعالیٰ سے قرب ہوگا اس کو اسی تناسب سے مصائب و بلایا اور شدائد و محن سے دوچار کیا جائے گا، چنانچہ حدیث شریف میں ہے:

”عن مصعب بن سعد عن ابیه قال: قلت: یا رسول الله! ای الناس اشد بلاءً؟ قال: الأنبیاء ثم الأمثل فالأمثل، فیبتلی الرجل علٰی حسب دینه، فان کان فی دینه صلبًا اشتد بلائه، وان کان فی دینه رقة ابتلی علٰی حسب دینه، فما یبرح البلاء بالعبد حتّٰی یترکه یمشی علی الأرض وما علیه خطیئة.“ (ترمذی ج:۲ ص:۶۲)

ترجمہ:... ”حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! سب سے زیادہ آزمائش کس کی ہوتی ہے؟ فرمایا: انبیاء علیہم السلام کی، پھر جو ان سے قریب تر ہو، پھر جو ان سے قریب تر ہو، آدمی کو اس کے دِین کے مطابق آزمایا جاتا ہے، پس اگر وہ

اپنے دِین میں پختہ ہو تو اس کی آزمائش بھی کڑی ہوتی ہے، اگر
اس کے دِین میں کمزوری ہو تو اسے اس کے دِین کی بقدر
آزمائش میں ڈالا جاتا ہے، پس آزمائش بندے کے ساتھ ہمیشہ
رہتی ہے، یہاں تک کہ اس کو ایسا کرکے چھوڑتی ہے کہ وہ زمین
پر ایسی حالت میں چلتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔"

اس لئے موجودہ کیا، ہمیشہ سے مصائب و مشکلات اور شدائد و محن اللہ کے مقرّبین کا طرۂ امتیاز رہا ہے۔

۷:...بعض اوقات مقرّبینِ بارگاہِ اِلٰہی کے پیمانۂ خلوص، اِخلاص، صبر، تحمل، تسلیم، رضا، عزم، ہمت، دِینی پختگی اور تصلّب کو ناپنے کے لئے ان پر اِمتحانات و آزمائشیں آتی ہیں، جیسا کہ اِرشادِ اِلٰہی ہے:

الف:... "وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ، وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ، الَّذِيْنَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ." (البقرۃ:۱۵۵)

ترجمہ:... "اور ہم تمہارا اِمتحان کریں گے کسی قدر خوف سے اور فاقے سے اور مال اور جان اور پھلوں کی کمی سے۔ اور آپ ...صلی اللہ علیہ وسلم... ایسے صابرین کو بشارت سنادیجئے کہ ان پر جب کوئی مصیبت پڑتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں اور ہم سب اللہ تعالیٰ کے پاس جانے والے ہیں۔"

ب:... "الٓمّٓ، اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْا اَنْ يَّقُوْلُوْا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ، وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ."

(العنکبوت:۱-۳)

ترجمہ:... ''کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ، کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر کہ ہم یقین لائے اور ان کو جانچ نہ لیں گے، اور ہم نے جانچا ہے ان کو جو ان سے پہلے تھے، سو البتہ معلوم کرے گا اللہ جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا جھوٹوں کو۔''

ج:... ''عن خباب بن الارت قال: شکونا الی النّبی صلّی اللہ علیه وسلم وهو متوسّد بردةً له فی ظلّ الکعبة فقلنا: الا تستنصر لنا، الا تدعو اللہ لنا؟ قال: کان الرّجل فی من قبلکم یحفر له فی الأرض فیجعل فیها فیجاء بالمنشار فیوضع علٰی رأسه فیشق باثنین وما یصدّه عن دینه، ویمشط بامشاط الحدید ما دون لحمه من عظم او عصب وما یصده ذٰلک عن دینه....''

(صحیح بخاری ج:۱ ص:۵۱۰)

ترجمہ:... ''حضرت خباب بن الارتؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے سائے میں اپنی چادر سے ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے، کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ...کفار کے مظالم کی شکایت کرتے ہوئے... عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ ہمارے لئے اللہ سے مدد اور دُعا کیوں نہیں مانگتے؟...آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ایک دَم سیدھے ہوکر بیٹھ گئے... اور فرمایا: تم سے پہلے لوگوں میں سے ایک شخص کے لئے گڑھا کھودا جاتا، اسے اس میں کھڑا کیا جاتا اور اس کے سر پر آری چلاکر اسے چیر کر دو ٹکڑے کردیا جاتا، مگر یہ سب کچھ اس کو اس کے دِین سے نہ ہٹاسکتا، اسی طرح کسی کے جسم پر لوہے کی کنگھی چلاکر اس کا گوشت اور پٹھے اس کی ہڈیوں سے اُدھیڑ دیئے

جاتے، مگر یہ سب کچھ اس کو اس کے دِین سے نہیں ہٹا سکتا۔"

گویا ان حضرات کو اپنے دِین و مذہب کی خاطر اس قدر اَذیتیں دی گئیں، مگر انہوں نے اس پر صبر و برداشت کیا تو تمہیں بھی ان معمولی تکالیف پر حوصلہ نہیں ہارنا چاہئے بلکہ صبر و برداشت سے کام لینا چاہئے اور اللہ کی نصرت و مدد پر نگاہ رکھنی چاہئے جلد یا بدیر اللہ کی مدد آ کر رہے گی۔

۸:...اللہ تعالیٰ دُنیا میں اپنے مقرّبین کو تکالیف و مصائب سے دوچار کر کے دراصل ان کی نیکیوں اور اَعمالِ حسنہ کا پورا پورا بدلہ اور جزا دُنیا کے بجائے آخرت میں دینا چاہتے ہیں، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:

"یود اهل العافية يوم القيامة حين يعطى اهل البلاء الثواب لو ان جلودهم كانت قرضت فى الدنيا بالمقاريض." (ترمذی ج:۲ ص:۶۳)

ترجمہ:..."قیامت کے دن جب اہلِ مصائب کو بدلہ عطا کیا جائے گا تو اہلِ عافیت ...جو ان مصیبتوں سے محفوظ رہے... یہ آرزو کریں گے کہ کاش! دُنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹ دیئے جاتے۔"

۹:... بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدد اور نصرت پر قادر ہے، وہ چاہے تو کسی عام مظلوم کی مدد کے لئے آسمان سے فرشتے نازل کرسکتا ہے اور نہ چاہے تو بنی اِسرائیل جیسی ناہنجار قوم کے ہاتھوں اپنے مقرّب و مقدس انبیاء علیہم السلام کو جامِ شہادت نوش کرادے، مگر بایں ہمہ خدا پرست اور اہلِ حق نہ دِل چھوٹا کرتے ہیں اور نہ مایوس و بزدل ہوتے ہیں؟ جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

الف:... "وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ"

(البقرة:۶۱)

ترجمہ:... ''...اور وہ بنی اسرائیل... خون کرتے تھے پیغمبروں کا ناحق۔''

ب:... ''وَيَقْتُلُوْنَ الْأَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ، ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ'' (آل عمران:۱۱۲)

ترجمہ:... ''اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کا ناحق، یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے۔''

ج:... ''وَكَأَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَا اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ.'' (آل عمران:۱۴۶)

ترجمہ:... ''اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہوکر لڑتے ہیں بہت خدا کے طالب، پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں، اور نہ سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں، اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے۔''

۱۰:... ضروری نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد فوراً آجائے، بلکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی مدد و نصرت میں بھی اتنی تاخیر فرماسکتے ہیں کہ وہ مایوسی کے قریب ہوجائیں، جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

الف:... ''حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْآ اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ وَلَا يُرَدُّ بَأْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ.'' (یوسف:۱۱۰)

ترجمہ:... ''یہاں تک کہ پیغمبر... اس بات سے... مایوس ہوگئے اور ان پیغمبروں کو گمان غالب ہوگیا کہ ہمارے فہم نے غلطی کی، ان کو ہماری مدد پہنچی، پھر... اس عذاب سے... ہم نے جس کو چاہا وہ بچالیا گیا اور ہمارا عذاب مجرم لوگوں سے نہیں ہٹتا۔''

ب:... ''اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ مَتٰى نَصْرُ اللهِ، اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللهِ قَرِيْبٌ.'' (البقرۃ:۲۱۴)

ترجمہ:... ''کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر نہیں گزرے حالات ان لوگوں جیسے جو ہوچکے تم سے پہلے کہ پہنچی ان کو سختی اور تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے، یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے: کب آوے گی اللہ کی مدد؟ سن رکھو! اللہ کی مدد قریب ہے۔''

اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ کفار و مشرکین کے مقابلے میں نیک و صالح مسلمانوں کے لئے فوراً نصرتِ اِلٰہی کا آنا کوئی ضروری نہیں، اس کے علاوہ مدد و نصرتِ اِلٰہی میں تاخیر کا ہوجانا جہاں کفار و مشرکین اور ان کے موقف کی صداقت کی دلیل نہیں، وہاں نیک صالح اور متقین و موٴمنین کے بارگاہِ اِلٰہی میں مبغوض و مقہور ہونے کی علامت بھی نہیں، کیونکہ دورِ حاضر کے نیک و صالح موٴمنین و متقین، اپنی جگہ کتنا ہی مقرّبِ بارگاہِ اِلٰہی کیوں نہ ہوں، بہرحال وہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کے مرتبہ و مقام کو نہیں پہنچ سکتے، لہٰذا اگر حضراتِ انبیائے کرام علیہم السلام کی مدد و نصرت میں تاخیر ہوسکتی ہے تو دورِ حاضر کے نیک صالح موٴمنین و مجاہدین کی مدد میں تاخیر کیوں نہیں ہوسکتی...؟

۱۱:... اس سب سے ہٹ کر سچی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ موجودہ صورتِ حال میں جہاں اہلِ ایمان کو مصائب و آلام سے دوچار کرکے ان کے درجات بلند کرنا چاہتے ہیں، وہاں ان بدباطن کفار و مشرکین اور نام نہاد مسلمانوں پر اِتمامِ حجت کرنا چاہتے ہیں، تاکہ کل قیامت کے دن وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمیں غور و فکر کی مہلت اور صحیح

صورتِ حال کا اندازہ نہیں ہوسکا تھا۔

الغرض موجودہ صورتِ حال سے جہاں نیک صالح لوگوں اور مقرّبینِ بارگاہِ الٰہی کے درجات بلند ہورہے ہیں، وہاں ان بدباطنوں کو ڈھیل دی جارہی ہے، چنانچہ ارشادِ الٰہی ہے: ''وَاُمْلِیْ لَهُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ'' (القلم:۴۵)...اور میں ان کو ڈھیل دیتا ہوں مگر میری تدبیر غالب ہے...اسی طرح: ''وَانْتَظِرُوْا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ'' (ہود:۱۲۲)...تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی انتظار کررہے ہیں... مرنے کے بعد معلوم ہوگا کہ کون فائدے میں تھا اور کون نقصان میں...؟

فسوف تریٰ اذا انکشف الغبار!

اتحت رجلک فرس أم حمار؟

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی، جمادی الاولیٰ ۱۴۲۹ھ)